اُذْکُرُوا مَوْتَاکُمْ بِالْخَیْرِہ

دفتر ثانی

مآثر الکرام

موسوم بہ

سرو آزاد

مصنفہٗ

حسان الہند مولانا میر غلام علی آزاد بلگرامی المتوفی سنہ ۱۲۰۰ھ

کہ در سنہ ۱۱۶۶ ہزار و یکصد و شصت و شش ہجری تصنیف شد

و محتوی است بر احوال شعرائے متاخرین کہ بعد الف ہزار ہجری تا زمانہ تصنیف کتاب موجود بودند

و منقسم است بر دو فصل

فصل اول در ذکر یکصد و چہل و سہ (۱۴۳) شعرائے فارسی

فصل دوم۔ در ذکر ہشت (۸) شعرائے ہندی

بسعی و تصحیح و تحشی عبداللہ خاں و بہ اہتمام مولوی عبدالحق صاحب

در مطبع دخانی رفاہ عام لاہور دار السلطنت پنجاب مطبوع شدہ

و از طرف مصحح از کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن شائع گردید

سنہ ۱۹۱۳ء

طبع اول

مولوی چراغ علی صاحب مرحوم المخاطب نواب اعظم یار جنگ بہادر کی

لاجواب کتاب

''کریٹیکل اکسپوزیشن آف دی پاپولر جہاد'' کے اردو ترجمہ

تحقیق الجہاد

مترجمہ مولانا غلام الحسنین صاحب پانی پتی مترجم ''فلسفہ تعلیم'' ہربرٹ اسپنسر پر

حکیم سید شمس اللہ قادری - ایم - آر - اے - ایس - ایف - آر - ایچ ایس عالم آثار قدیمہ کا

ریویو

عیسائی مصنفین اسلام پر ہمیشہ سے یہ اعتراض کرتے چلے آئے ہیں کہ ''مذہب اسلام دنیا میں بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے''۔ اسلامی تاریخ میں جو واقعات غزوات۔ سرایا۔ اور بعوث کے نام سے مشہور ہیں ان کو یہ لوگ کچھ ایسی رنگ آمیزی و ملمع سازی سے بیان کرتے ہیں جس کی بنا پر یہ مشہور ہو گیا ہے کہ بانی اسلام اور ان کے اتباع نے ''ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں قرآن لیکر مذہب اسلام کی اشاعت کی''۔

مسئلہ جہاد کے ساتھ غلامی۔ تسری وغیرہ پر بھی عیسائی دنیا کی طرف سے اعتراضات ہوا کرتے ہیں جن کی تردید ہمیشہ مسلمانوں کی طرف سے ہوتی رہی ہے۔ ہندوستان کی مسلمہ مشترکہ زبان اردو میں بھی اس موضوع پر متعدد اصحاب تصنیف و تالیف کر چکے ہیں مثلاً مولوی رحمت اللہ مرحوم۔ مولوی آل حسن مرحوم مولوی عنایت رسول مرحوم ہندوستان میں مشہور مناظر گزرے ہیں۔ فخر قوم سر سید احمد خاں مرحوم نے بھی عیسائیوں کے اعتراضات کے نہایت عالمانہ اور محققانہ جوابات دئیے ہیں۔ اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی صاحب مرحوم نے بھی مذہب اسلام کی حمایت میں ہمیشہ بے مثل کتب و رسائل تالیف کیے ہیں۔ ان مصنفین کی کتابیں بجائے خود نہایت عمدہ اور بہت قدر کے قابل ہیں مگر ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است۔ مولوی چراغ علی صاحب مرحوم کی تحریر میں ایک تو یہ خصوصیت ہے کہ طرز ادا نہایت سادہ اور طریق استدلال نہایت مستحکم ہوتا ہے۔ دوسرے ان سے پہلے بظاہر کسی مصنف نے مسئلہ جہاد پر کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی۔ سر سید مرحوم کی تفسیر القرآن جلد چہارم میں اگرچہ غزوات کا ذکر بہت کچھ ہے مگر محض وہ نوٹ ہیں جو تفسیر کی جلدوں میں منسوب اور شامل ہیں۔ سنہ ۱۸۸۵ء مولوی چراغ علی صاحب نے خاص اسی موضوع پر مندرجہ عنوان مستقل کتاب تصنیف کی۔ اس کے تین حصے ہیں۔

ڈیڈیکیشن

عالیجناب مستغنی عن الالقاب جامع مفاخر دنیا و دین مخدوم ملک و ملت آنریبل عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی سی - ایس - آئی مشیر خاص نواب مدار المہام سرکار عالی کو بطور خصوصیات خاندانی کے علم ادب سے نہایت گہری دلچسپی اور بینظیر مناسبت ہے - اس لحاظ سے میں عقیدت و خلوص کے ساتھ اس کتاب کو جناب ممدوح کے نام نامی و اسم گرامی کے ساتھ معنون و منسوب کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں ؛

گر قبول افتد زہے عز و شرف

جناب ممدوح کو بلحاظ علم و فضل جو شہرت و عظمت و اقتدار آج حاصل ہے وہ آفتاب سے زیادہ روشن ہے اس ہفتاد سالہ عمر میں آپ دو عظیم الشان ملکی و دینی خدمتیں انجام دے رہے ہیں ایک تو عالیجناب نواب مدار المہام بہادر کے مشیر ہونے کی حیثیت سے ایک اسلامی سلطنت کے مہمات کی انجام دہی - دوسرے ایک قومی و مذہبی مقدس خدمت یعنے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ جو ایک ثلث سے کچھ زیادہ ہو چکا ہے اور جس کے لئے تمام مسلمانان عالم آپ کے مشکور و ممنون ہیں اس ضروری و مفید کام کے لئے آپ سے زیادہ موزون کوئی دوسرا بزرگ میسر نہیں آسکتا - لہذا تمام ملک کی دلی خواہش اور دعا ہے کہ خداوند عالم جناب موصوف کو صحت و سلامتی کے ساتھ عمر طبعی کو پہنچائے اور آپ کے مفید کاموں کو مکمل اور اُن سے ملک کو مستفید فرمائے ؛

خاکسار عبد اللہ خاں

کتب خانہ آصفیہ
حیدرآباد دکن

۱۴ - اگست ۱۹۱۳ء
۱۰ رمضان ۱۳۳۱ھ چہار شنبہ

خلاصہ فہرست کتاب

(۱) تفصیل حصص کتاب — (۲) فہرست دیباچہ کتاب
(۳) فہرست مستقل تراجم مندرجہ کتاب — (۴) فہرست اسماء اصحاب کہ ذکرشاں ضمناً وارد شد

فہرست تراجم ماثر الکلام

دفتر ثانی

موسوم بہ سرو آزاد

مشتمل بر دو فصل

فصل اوّل در ذکر شعراے فارسی مشتمل بریک صد و چہل و سہ (۱۴۳) تراجم از صفحہ ۱۴ تا صفحہ ۳۵۱

فصل دوم در ذکر شعراے ہندی مشتمل بر ہشت (۸) تراجم از صفحہ ۳۵۱ تا صفحہ ۴۰۷

فہرست تراجم فصل اول

در ذکر (۱۴۳) شعرائے فارسی

فہرست تراجم فصل دوم

در ذکر (۸) شعرائے ہندی بھاشا

فہرست اسماء اصحاب کہ ذکر شان ضمناً وارد شدہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرمایۂ حمد نیاز مبدعے کہ ارواح معانی را بقوالب الفاظ آمیخت و سبعۂ معلّقۂ افلاک را از در قدرت آویخت و جواہر صلوات نثار اُمّی کہ نقش کلام معجز بر صفحۂ روزگار نشاند و محضر دعوی زبان آوران را بہ مہر سکوت رسانید و اولاد و الاتراد کہ مبادی فن ولایت و اصحاب عالیجناب کہ مطالع دیوان ہدایت اند۔

امّا بعد عرض می دارد پا شکستۂ زاویۂ گمنامی فقیر غلام علی متخلص بہ آزاد حسینی واسطی بلگرامی کہ ازین دلدادۂ زلف سخن، مخلص معنی طرازانِ نو و کہن پیش ازین بخدمت موزونانِ سلف و خلف پرداختہ و تذکرۃ الشعرائے مسمی بہ ید بیضا محرر ساختہ امّا آن نسخہ نقش انگارہ[1] و تصویر تنگا رہ بود لہٰذا بعد فراہم رسیدن بعضے از مواد رنگ اصلاح ریختہ شد و نقش ثانی بہ از اوّل برانگیختہ و چون سخن رسا تر از نشۂ شراب و سریع تر از پرتو آفتاب است ہر دو ید بیضا دستگاہ شہرت بہم رساند و جا بجا پرتو رواج افشاند۔

اکنون نظر دقیقہ سنج نسخۂ ثانی را ہم نمے تواند پسندید و در میزان اعتبار نمی تواند سنجید۔ طبع نیرنگ درین شیوہ معذور است و شیشۂ بوقلمون در تلون مجبور کہ چندانکہ ملکات می افزاید۔ ساختۂ و پرداختۂ پیشین تقویم پارین بہ نظر می آید و ہرگاہ احکام عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ بہ اقتضاء مصلحتے رنگ می گرداند و خزانِ نسخ بہم

[1] بمعنے نقش ناتمام ۱۲

می رساند کہ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا احکام ساکنانِ حضیضِ امکان و فرورفتگانِ اَسْفَلَ السّٰافِلِيْنَ نقصان بہ طریق اولی قابلِ تبدیل و نیاز مند تعدیل تواند شد ہرچند نسخ اول ثمرۂ حکمت است و نسخ ثانی نتیجۂ غفلت اَلْحَقّ تاکہ مصنف نشۂ زندگی در سر و لباس عنصری در بردارد کتاب بہ انجام نمے تواند رسید و طرۂ گفتگو سر از درازی نمی تواند پیچید کہ بعد از نظر ثانی و ثالث و ھلم جرًّا نقصانہا گل می کند و خارہا در خاطر می شکند بلے روزے کہ مصنف تمام شود تصنیف نیز رنگ مصنف گیرد و از لب بستنی کار رسالہا صورت پذیرد۔

آوردہ اند کہ رکن قلم و سخندانی عماد کاتب اصفہانی وقتے علم مناقشہ افراخت و اعتراضے بر کلام استاذ البلغاء قاضی عبد الرحیم نسائی متوجہ ساخت قاضی جواب درستے تحریر نمود و بادۂ صافی بر مجلسیان عالم انصاف پیمود ملخص جوابش این کہ "قَدْ وَقَعَ لِيْ شَيْئٌ وَّمَا اَدْرِيْ اَوَقَعَ لَكَ اَمْ لَا وَهُوَ اَنَّ الْاِنْسَانَ لَا يَكْتُبُ كِتَابًا فِيْ يَوْمِهٖ اِلَّا يَقُوْلُ فِيْ غَدِهٖ لَوْ غُيِّرَ هٰذَا لَكَانَ اَحْسَنَ وَلَوْ تُرِكَ ذٰلِكَ لَكَانَ اَوْلٰى وَهٰذَا عِبْرَةٌ عَظِيْمَةٌ وَّحُجَّةٌ مُّسْتَقِيْمَةٌ عَلَى اسْتِيْلَاءِ صِفَةِ النُّقْصَانِ عَلٰى طَبِيْعَةِ الْاِنْسَانِ"

و من ہیچمدان پیش از تالیف کتاب نظر بر عواقب امور داشتہ ام و در عنوان نسخۂ ثانی بہ خامۂ اعتذار این عبارت نگاشتہ :۔

"و با آنکہ سامان اصلاح چنانچہ باید و شاید ہنوز بحصول نہ پیوستہ و صورت این مدعا"
"خاطر خواہ نقش نہ بستہ اما باعث سرعت خامۂ خوشخرام در طی این مقام آنست کہ"
"حیات فانی گرہی است بر باد چشم بقا از و نتوان داشت و پیکر جسمانی حبابے است"
"بر آب۔ کار این دم بنفس دیگر نباید گزاشت"

---

۵۹ البقرہ ۲۔ آیت ۱۰۰۔

"بیت پر تو عمر چراغے است کہ در بزم وجود — بہ نسیم مژہ برہم زدنی خاموش است"

الحاصل بعد تالیفِ ید بیضا بخاطر رسید و سرپنجۂ حب الوطن دامنِ دل کشید کہ کتابے در ذکر صاحب کمالانِ بلگرام صَانَہُ اللّٰہُ عَنْ طَوَارِقِ الْاَیَّامِ بہ تحریر درآید۔ و آثاریکہ در نقابِ خفا متواری است جلوۂ ظہور نماید۔ لختے بہ تحقیق و تنقیح مطالب پرداختم۔ وطاؤسانِ معانی را بگلدامِ عبارت بند ساختم کتابے در پنج فصل صورت بست۔ و شاہدے کہ گرد خیال می گشت بر کرسی نشست نخست قرعۂ وحدت انداختم۔ و فصول خمسہ را در مجلد واحد جمع ساختم۔ و گروہے کہ بخلعت جامعیت آراستہ اند۔ و بجواہر حیثیات پیراستہ مثل عرفان طرازی و نکتہ پردازی۔ ہم فصل فقرا را سرمایۂ طراوت بخشیدند۔ و ہم فصل شعرا را سامانِ نضارت۔ اما در موضعِ اول دائرۂ استیعاب بر سطح ورق کشیدم و در موضعِ ثانی رشتۂ حوالہ در انگشت قلم پیچیدم۔

شخصے خواست کہ نقل فصول شعرا بردارد۔ و فصلین فقرا و فضلا را واگذارد۔ دریں صورت حال ارباب حوالہ معلق می ماند و کلام شاعرے بے ترجمہ خاطر مورخان را بہ تسلّی نمی رساند لہٰذا کتاب را بدو دفتر تقسیم کردم۔ و تفصیلیانِ دفتر اوّل را دریں دفتر نیز بر سبیلِ اجمال و استقلال بہ تحریر درآوردم۔

نام دفتر اوّل **مآثر الکرام تاریخ بلگرام** است مشتمل بر دو فصلِ فقرا و فضلا نَوَّرَ اللّٰہُ مَضَاجِعَھُمْ

و نام این دفتر **سرو آزاد** است نیز محتوی بر دو فصل فصل اول در ذکر صاحب طبعان فارسی اَیَّدَھُمُ اللّٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ فصل ثانی در ذکر قافیہ سنجان ہندی جَزَاھُمُ اللّٰہُ بِجَائِزَۃِ الْخَیْرِ

و برائے شعراء عربی انموذجے علیحدہ بزبان عربی طرح انداختم و فصحاء تازی

را با شعراء فارسی مزج نساختم - که فارسی دانان بسیط مطالعهٔ اشعار عربی را وا می گزارند - و کاتبان عجم زبان عرب را به تحریفات از صورت نوعے بر می آرند -

و به تقریب مردم بلگرام جمعے دیگر را درین محفل خوانده ام و قوافل سخن را از کجا تا بکجا رسانده - لمؤلفه

این تازه سواد سرمهٔ دیدار است　　سرمایهٔ بینشِ اُولِی الْاَبْصار است
هر چند تکلفے ندارد امّا　　چون نقش فرنگ ساده و پرکار است

اکنون تاریخ ترتیب کتاب ثبت می نمایم - و نظرها را به نهال سیرابی نضارت می افزایم ؎

خوشا مشاطهٔ کلکِ هنرمند　　به رخسارِ ورق مالیده غازه
شنو از قمریانِ غیب تاریخ　　نشاند آزاد سروِ سبز تازه

اُمید از حکماء این فن و حرکت شناسانِ نبض سخن آنکه اگر خدمت نیازمند پسند اُفتد - نوشدارو ے دعا مرحمت نمایند - و اگر سقمے ملاحظه شود - به معجون لطف معالجه فرمایند - اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلیٰ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ هُوَ نِعْمَ الْمَوْلیٰ وَ نِعْمَ الْمُعِیْنُ

فصل اوّل در ذکر صاحب طبعان فارسی اَیَّدَهُمُ اللّٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ -

نخستین خامهٔ زمزمه سنج شرافت کلام موزون و اصالت این دُرّ مکنون بیان می سازد و سامعهٔ سخن پرستان را بایں حرف دلنشین می نوازد -

ارباب سیر اتفاق دارند که در محفل اقدس رسالت پناهی و رسانندهٔ نفائس وحی الٰهی عَلَیْهِ اَفْضَلُ الصَّلَوٰاتِ وَ اَکْمَلُ التَّحِیَّاتِ نسیم سخن موزون می وزید و غنچهٔ لعل مبارک با تبسّم آشنا می گردید و هرگاه خاطر ملکوت ناظر از استماع سخن می کشود مخاطب را به خواندن شعر دیگر بهم اشاره می فرمود -

و موزونانِ پائے تخت رسالت را به هجو مشرکان مامور می ساخت و طائفهٔ

معنی طرازان را بہ انعام صلات و اقسام عنایات می نواخت خطاب[1] اُھْجُوا الْکُفَّارَ فَاِنَّھَا اَشَدُّ عَلَیْھِمْ مِّنْ رَشْقِ النَّبْلِ[1] و نصب[2] منبر برائے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ودعا[3] اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ وحدیث[4] ھَجَاھُمْ حَسَّانُ فَشَفٰی وَاشْتَفٰی وعطائے[5] شیرین نام جاریہ بہ حسان رضی اللہ عنہ در وجہ صلۂ شعر و انعام[6] برد مبارک بہ کعب بن زہیر در جائزۂ قصیدہ بَانَتْ سُعَادُ مشہور است و در کتب معتبرہ مسطور۔

و در تفسیر قرطبی آوردہ قال کعب (بْنُ مَالِکٍ) ؎

جَاءَتْ سَخِیْنَۃُ کَیْ تُغَالِبَ رَبَّھَا ۔۔۔ وَلَیُغْلَبَنَّ مُغَالِبُ الْغَلَّابِ

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود "لَقَدْ مَدَحَکَ اللّٰہُ یَا کَعْبُ فِیْ قَوْلِکَ ھٰذَا"

و در روایتے آمدہ کہ حضرت فرمود اِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَنْسَ ذٰلِکَ لَکَ یعنی بدرستی اللہ تعالےٰ فراموش نکند ایں شعرے کہ تراست[2]۔

حواشی

مراد از سخینہ[3] بخائے معجمہ بروزن سفینہ قریش اند و دراصل سخینہ طعامیست کہ از آرد و روغن ترتیب دہند۔ قریش این طعام را اکثر استعمال مے کردند و مردم دیگر ازین وجہ قریش را طعنہ می زدند تا بحدیکہ نام ایشان سخینہ اُفتاد ولیغلبن صیغۂ مجہول است و مغالب صیغۂ اسم فاعل و غلاب صیغۂ مبالغہ یعنی آمدند قریش تا غالب شوند بر پروردگار خود را و ہر آئینہ مغلوب می شود غلبہ جویندہ بر کسے کہ سخت غالب است یعنی حق سبحانہ و تعالےٰ۔

---

[1] تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۵۵۰ و مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۱ * [2] تفسیر در المنثور جلد ۵ صفحہ ۱۰۰ مطبوعہ مصر۔
[3] مجمع بحار الانوار جلد ۲ صفحہ ۱۰۳ و مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۱ مطبوعہ دہلی سنہ ۱۲۷۱ ہجری۔

وشیخ جلال الدین سیوطی در خصائص کبری روایت مے کند کہ نابغہ جعدی شعرے در حضور پُر نور حضرت رسالت صلے اللہ علیہ وسلم خوانده فرمود اَجَدْتَّ لَا یُفْضِضُ اللّٰہُ فَاكَ یعنی شعر جید گفتی نشکند خدائے تعالے دندان ترا۔

عمر نابغہ یکصد وچند سال شد دندانے نہ ریخت[1]۔ ودر روایتے ہرگاہ دندانے می اُفتاد بجائے آں دیگری می روئید۔

وبیہقی در دلائل[2] بابے مستقل عقد کردہ وگفتہ بَابُ اَخۡتِیَارِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ الشِّعۡرَ وحدیثے طویل آوردہ از جابر رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ حاصل مضمون حدیث آنکہ مردے نزد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم آمد وگفت یا رسول اللہ پدر من می خواہد کہ مالِ بگیرد حضرت فرمود پدر خود را پیش من بیار۔ چون پدر او آمد۔ حضرت فرمود پسر تو می گوید کہ تو مال او را مے گیری۔ عرض کرد کہ بپرس یا رسول اللہ او را کہ مصرف مال او نیست مگر عمات وقرابات او۔ آیا صرف نکنم آن را بر نفس خود وعیال خود۔ پس نازل شد جبریل علیہ السلام وگفت یا رسول اللہ این شیخ در نفس خود شعرے گفتہ است کہ تا گوش او نرسیدہ یعنی ہنوز از زبان بر نیامدہ۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم پرسید آیا گفتی در نفس خود شعرے۔ شیخ گفت لَا یَزَالُ یَزِیۡدُنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِكَ بَصِیۡرَةً وَّیَقِیۡنًا یعنی ہمیشہ افزون کناد مارا اللہ تعالیٰ بتو بصیرت ویقین را۔ وہفت عدد

---

[1] دلائل النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۶۴ وخصائص کبری جلد ۲ صفحہ ۱۶۶ ہر دو مطبوعہ حیدرآباد دکن۔
[2] در نسخۂ دلائل بیہقی مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن تفحص نمودہ شد۔ اما این باب وحدیث مذکور بنظر نیامدہ۔ آرے این روایت مع ہفت عدد ابیات در کتاب سیرۃ محمدیہ مؤلفہ مولوی کرامت علی دہلوی مرحوم مطبوعہ بمبئی صفحہ ۴۲۰ منقول است وصرف ابیات در شرح حماسہ تبریزی صفحہ ۳۵۴ مطبوعہ یورپ بمقام بن سنہ ۱۸۲۸ء ہم موجود است۔

ابیاتے کہ گفتہ بود بعرض رسانید اولش این است ؎

- غَذَوْتُكَ مَوْلُوْدًا وَّعُلْتُكَ يَافِعًا + تُعَلُّ بِمَا اَجْنِیْ عَلَيْكَ وَتَنْهَلُ

جابر رضی اللہ عنہ گوید فَبَكٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَخَذَ تَلْبِيْبَ اِبْنِهٖ وَقَالَ لَهٗ اِذْهَبْ فَاَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ یعنی گریست حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم از استماع ابیات۔ پس گرفت گریبان پسر را و فرمود برو۔ تو ومال تو پدر ترا است۔"

مسئلہ تصرف پدر در مال پسر بقدر ضرورت ہمیں حدیث ثابت شدہ۔

و در حدیث شریف آمدہ ذُكِرَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشِّعْرُ فَقَالَ هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهٗ حَسَنٌ وَّقَبِيْحُهٗ قَبِيْحٌ۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۳)

و ابن سیرین گفت هَلِ الشِّعْرُ اِلَّا كَلَامٌ لَّا يُخَالِفُ سَائِرَ الْكَلَامِ اِلَّا فِي الْقَوَافِيْ فَحَسَنُهٗ حَسَنٌ وَّقَبِيْحُهٗ قَبِيْحٌ"

مقصد آنکہ شعر فی نفسہ مذموم نیست بلکہ حسن و قبح راجع می شود بمدلول و درین امر خود نظم و نثر مساوی است۔ و معنی قبح آنست کہ مخالف شرع باشد مثل ہجو و شتم مسلمانے یا کذبے کہ موجب اضرار باشد نہ کذبے کہ محض برائے تحسین کلام آرند۔ چہ قصیدۂ بانت سعاد فراوان اغراقات دارد و متضمن تغزل با سعاد و تشبیہ رضاب بہ شراب است ؎

تَجْلُوْ عَوَارِضَ ذِيْ ظَلْمٍ اِذَا ابْتَسَمَتْ   كَاَنَّهٗ مَنْهَلٌ بِالرَّاحِ مَعْلُوْلٌ[1]

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم این ہمہ را شنید و انکارے نفرمود[2]

و ازین زیادہ تر آنکہ واصفِ حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم در حدیث کَاَنَّ

---

[1] شرح بانت سعاد لابن ہشام الانصاری صفحہ ۳۲ مطبوعہ یورپ سنہ ۱۸۷۱ء

[2] کتاب الموشّی صفحہ ۱۰۵ مطبوعہ یورپ سنہ ۱۳۰۲ ہجری بمقام بریل

عُنُقَهٗ جِیْدُ دُمْیَةٍ برای تصویر مدعا گردن مبارک را بہ گردن تمثال عاج تشبیہ دادہ و آن را مضایقہ ندانستہ۔

و قفال و صیدلانی کہ از اکابر علما اند گفتہ اند کہ کذب شعر کذب نیست زیرا کہ قصد کاذب تحقیق قول خود است یعنی کذب را صدق وا می نماید و قصد شاعر محض تحسین کلام است"۔

ازینجا ثابت شد کہ تخیلات موزونان برای تزئین اشعار و تحلیۂ بنات افکار جائز باشد و لِلّٰهِ دَرُّ الْقَائِلِ ؎

هَجَتْ بَانَتْ سُعَادُ ذُنُوْبَ كَعْبٍ وَ اَعْلٰى كَعْبَهٗ فِيْ كُلِّ نَادٍ

و حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم گاہے مثل می زد بمصراعے و می فرمود راست ترین کلمہ کہ شاعر گفت کلمۂ لبید است ؎ اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ و احیانا تمثل می فرمود باین مصراع ؎ وَ يَاْتِيْكَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدِ

و ہر جا در کلام الٰہی و حدیث رسالت پناہی ذم شعر و شعرا واقع شدہ باتفاق ائمۂ دین در بارۂ ژاژ خایان مشرکین است۔

اما نفی تعلیم شعر از حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در کریمۂ[1] مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ از برائی آنست کہ اگر حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم فکر شعر شعار خود می ساخت پست فطرتان گمان می بردند کہ کلم مبارک بہ آیات بینات از جہت سلیقۂ زبانی است نہ سفارت ربانی

و این نکتہ دلیلے است واضح بر براعتِ این صناعت

معہذا احیانا از ان مرتبۂ جامع صلے اللہ علیہ وسلّم کلام موزون سر بر می زد۔ از انجملہ است ؎

---

[1] سورۂ یٰس ۳۶۔ آیت ۶۹۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِب   اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِب

- وگاہے اصلاح شعرے فرمود۔ سید محمد برزنجی مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ دربعض رسائل خود آوردہ کہ کعب بن زہیر دربیت

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُّسْتَضَاءُ بِہٖ   مُھَنَّدٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ مَسْلُوْلٗ

سُیُوْفِ الْہِنْدِ گفتہ بود۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سُیُوْفِ اللّٰہِ ساخت۔

راقم الحروف گوید ظاہرا سبب اصلاح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آنست کہ لفظ زائد درکلام واقع نشود چہ مہند تیغے را گویند کہ مصنوع از آہن ہند باشد قال الجوہری اَلْمُھَنَّدُ السَّیْفُ الْمَطْبُوْعُ مِنْ حَدِیْدِ الْھِنْدِ

شبے در مدینہ منورہ عَلٰی مُنَوِّرِھَا الصَّلٰوۃُ وَالتَّحِیَّۃُ نکتۂ درفضیلت کلام موزون برضمیر ابن فقیر وارد گردیدہ وآن اینست کہ بخاری روایت می کند اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَۃً۔ برضمائر حکمت پناہان وطبائع دقت دستگاہان ہویدا است کہ بعضے از شعر یعنی شعرے کہ شرعا محمود باشد مندرج در مفہوم حکمت است زیرا کہ مفہوم شعر اخص من وجہ از مفہوم حکمت است ومقصود ازین کلام بیان فضیلت شعر است پس سزاوار آنست کہ مخبر عنہ واقع شود ومقدم در ذکر باشد وحق عبارت این کہ گفتہ شود بَعْضُ الشِّعْرِ حِکْمَۃٌ اما حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَۃً تقدم لفظی را بر اصل خود گزاشت برای اہتمام شان شعر وافادۂ حصر واسلوب معنوی را قلب کرد وحکمت را مخبر عنہ ساخت بجہت مبالغہ در مدح شعر یعنی ماہیت حکمت بعضے از شعر است ولازم آمد کہ جمیع افراد حکمت بعضے از شعر باشد ومندرج دران کہ اندراج ماہیت مستلزم اندراج جمیع افراد است وخبر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم از افادۂ حصر بتقدیم خبر وایراد کلام باسلوب تاکید چہ قدر بر مراتب مبالغہ افزودہ

ل شرح بانت سعاد لابن ہشام الانصاری صفحہ ۹۷ مطبوعہ یورپ ۱۸۷۱ء۔

و مدارج تفضیل شعر را تا کجا لحاظ فرمود پس معنی کلام شریف چنین شد که ہر آئینہ حکمت نیست مگر بعضے از شعر۔ لطف کلام صاحب جوامع الکلم را صلی اللہ علیہ وسلم باید دریافت که مبالغہ بہ شعر مناسبت داشت۔ این مناسبت شعرے را در کلامے کہ برائے مدح شعر آوردہ رعایت نمود و دستاویزے برائے جواز مبالغہ وقتیکہ مصلحتے شرعی مقتضی باشد افادہ فرمود صلی اللہ علیہ وسلم۔

وطیبی شارح مشکوٰۃ در بیان قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا مے گوید کہ من تبعیضیہ است و مراد تشبیہ بیان بہ سحر است وحق کلام این کہ گفتہ شود ان بعض البیان کالسحر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قلب کرد و خبر را مبتدا ساخت و اصل را فرع و فرع را اصل گردانید بجہت مبالغہ۔

وابن ماجہ روایت می کند اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ حَيْثُمَا وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا یعنی کلمۂ حکمت گم شدۂ مومن است ہر جا کہ یابد آن را پس او سزاوار تر است بہ اخذ آن۔ وفیہ ہر جا یابد برای آنست کہ مے باید نظر این کس بہ مقول باشد نہ بہ قائل چنانچہ گفتہ اند اُنْظُرْ اِلٰى مَا قَالَ وَلَا تَنْظُرْ اِلٰى مَنْ قَالَ

ودر کفایۃ الحاجہ شرح سنن ابن ماجہ گوید بعبارت عربی حاصلش اینکہ کلمۂ حکمت ضالۂ مومن است یعنی مطلوب است اورا در کمال مطلوبیت پس لائق بحال مومن اینست کہ بجوید کلمۂ حکمت را چنانکہ می جوید کسے گم شدۂ خود را۔ این کلام بطریق ارشاد وتعلیم واقع شدہ نہ بطریق اخبار چہ بسا مومن کہ اصلاً طلب نمی دارند یا بطریق اخبار واقع شدہ بحمل مومن بر فرد کامل انتہے وکلمۂ حکمت شامل باشد نثر و نظم را بجہت عموم لفظ۔ مؤید ثانی است اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً۔ طرفہ اینکہ اطلاق کلمہ بر قصیدہ ہم آمدہ۔ و در زمان قدیم شعر عرب ہمین قصیدہ بود۔ قَالَ الْجَوْهَرِيُّ اَلْكَلِمَةُ الْقَصِيْدَةُ بِطُوْلِهَا۔

اکنون باید دانست کہ در حدیث اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَۃً اگر قطع نظر از مبالغہ کنند و اصل معنی اخذ نمایند یعنی بعض الشّعر حکمۃ حاصل شود بانضمام او با حدیث ثانی شکل اول باین طریق بعض الشّعر کلمۃ حکمۃ و الکلمۃ الحکمۃ ضالّۃ المؤمن فبعض الشّعر ضالّۃ المؤمن۔ لفظ کلمہ در صغری زیادہ کردہ شدہ زیراکہ شعر حکمت قولی است و حجت قاطع است در اثبات نتیجہ آنچہ مسلم[۱] روایت می کند کہ "گفت شرید صحابی رضی اللہ عنہ ردیف شدم رسول اللہ را صلی اللہ علیہ وسلم روزے فرمود آیا ہست باتو از شعر امیہ بن الصلت چیزے۔ گفتم ہست۔ فرمود بیار۔ پس خواندم بیتے راکہ خوش آمد حضرت را صلی اللہ علیہ وسلم و فرمود زیادت کن تا آنکہ من خواندم صد بیت

و ازین حدیث مستفاد شد استحباب طلب شعر محمود کہ نتیجۂ شکل اول است و استحباب طلب زیادت و استحباب انشاء شعر۔ و استحباب طلب از ہر جا کہ باشد چہ امیہ بن الصلت کافر بود۔ و حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود اٰمَنَ لِسَانُہٗ وَکَفَرَ قَلْبُہٗ در کتب سیر آمدہ کہ شعراء مدحت طراز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صد و شصت و نہ از رجال و دوازدہ از نسا بودند و باستثناء کریمۂ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ[۲] سر امتیاز بآسمان می سودند۔ وہمچنین بسیارے از کبراء امت و فصحاء ملت کنوز سربستۂ عرش را بمفاتیح زبانہا کشودہ اند و نفائس معانی را باسلوب شعرا دا نمودہ رحمہم اللہ تعالے۔

و اول کسیکہ جواہر سخن را در رشتۂ نظم کشید و این تحفۂ موزون را از خزانۂ غیب بقلمرو شہود رسانید آدم علیہ السلام است چون قابیل ہابیل را شربت شہادت

[۱] مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۹۸ مطبوعہ مصر و تہذیب الاسماء صفحہ ۱۶۴ مطبوعہ یورپ۔ ٥

[۲] الشعراء ۲۶۔ آیت ۲۲۷۔

چشانید۔ مرثیۂ فرزند شہید در سلک نظم کشید از انست ؎

تَغَیَّرَتِ الْبِلَادُ وَمَنْ عَلَیْھَا وَوَجْہُ الْاَرْضِ مُغْبَرٌّ قَبِیْحٌ

تَغَیَّرَ کُلُّ ذِیْ طَعْمٍ وَلَوْنٍ وَقَلَّ بَشَاشَۃُ الْوَجْہِ الْمَلِیْحِ

فَوَا اَسَفِیْ عَلٰی ھَابِیْلَ اِبْنِیْ قَتِیْلًا قَدْ تَضَمَّنَہُ الضَّرِیْحُ

ابن اثیر و جم غفیر این ابیات را بآدم اسناد کردہ اند و جمعے دیگر انکار نمودہ اند کہ انبیا عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ از گفتن شعر معصوم اند۔

و در تفسیر معالم التنزیل[1] از ابن عباس روایت کردہ کہ آدم علیہ السلام این مرثیہ را باسلوب نثر ادا نمود و بفرزندان وصیت فرمود کہ ہمیشہ متوارث شوند و برین مصیبت عظمیٰ رقت نمایند۔ چون بہ یعرب بن قحطان رسید۔ از زبان سریانی بلسان عربی ترجمہ کرد و موزون گردانید۔

امیر خسرو علیہ الرحمہ فرماید ؎

ما ہمہ در اصل شاعر زادہ ایم دل باین محنت نہ از خود دادہ ایم

و مرزا صائب گوید ؎

آنکہ اول شعر گفت آدم صفی اللہ بود طبع موزون حجتِ فرزندی آدم بود

اکثر مؤرخین آوردہ اند کہ اول کسیکہ شعر فارسی گفت بہرام گور است روزے بشکار رفتہ بود۔ شیرے را صید کرد و از غایت بشاشت این مصراع برزبانش گزشت ؎ منم آن پیل دمان و منم آن شیر یلہ

دلارام چنگی کہ محبوبۂ او بود و ہر سخن کہ از بہرام سر بر می زد مناسب آن جواب بہم می رسانید۔ در مقابل گفت ؎ نام بہرام ترا و پدرت بوجبلہ[2]

---

[1] تفسیر المائدہ - ۵ آیت ۳۴ صفحہ ۲۸۰ جلد ا مطبوعہ بمبئی و معجم فی معاییر اشعار عجم صفحہ ۱۶۸ مطبوعہ بیروت۔

[2] تذکرۂ دولت شاہ سمرقندی صفحہ ۲۹ مطبوعہ یورپ و معجم فی معاییر اشعار عجم صفحہ ۱۶۹۔

وبعضے نوشتہ اند کہ در عہد عضد الدولہ دیلمی در کتابہ قصر شیرین کہ تا آن وقت سلامت بود۔ این بیت بزبان قدیم نوشتہ یافتند ؎

ہژیرا بگیہان انوشہ بزی   جہان را نگہبان و نوشہ بزی

ہژیر بضم ہا وکسر زای فارسی بمعنی خوب ونیکو وصاحب فرہنگ[1] سروری بفتح ہا گفتہ بروزن صفیر نوشتہ۔ وازینجا بوضوح می رسد کہ وجود شعر فارسی پیش از زمان اسلام ہم بود۔

صاحب تاریخ صبح صادق نقل می کند کہ اول کسیکہ بعد از بہرام گور در عہد اسلام شعر فارسی گفت عباس مروزی است۔ چون مامون خلیفہ بمرو رفت قصیدۂ در مدح او پرداخت وصلۂ جزیل یافت۔ مطلعش اینست ؎

اے رسانیدہ بدولت فرق خود تا فرقدین   گسترانیدہ بجود وفضل در عالم یدین

ابتداء خلافت مامون سنہ ثلث وتسعین ومائۃ (۱۹۳) بودہ است۔

وبعضے قلمی نمودہ اند کہ یعقوب بن لیث صفّار کہ در احدی وخمسین ومأتین (۲۵۱) استیلا یافتہ پسر او روز عید با اطفال جوز می باخت ہفت جوز بہ گو افتاد ویکے بیرون ماند۔ پسر نومید شد۔ اتفاقاً جوز غلطیدہ بہ گو رسید از غایت سرور برزبان پسر گزشت ؎ غلطان غلطان ہمی رود تا لب گو[2]

این کلام بمذاق یعقوب خوش آمد وبافضلا درمیان آورد۔ بعد از خوض مصراعے از بحر ہزج یافتند ومصراعے وبیتے دیگر ضم ساختند ودوبیتی نام کردند ورفتہ رفتہ رباعی نام شد اما در شعراء عرب تا حال دوبیتی نام دارد۔

وبرخے آوردہ اند کہ ابتداءً شعر فارسی در اسلام ابوحفص سغدی گفتہ و

---

[1] فرہنگ رشیدی جلد ۲ صفحہ ۳۰۴ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۲ء۔

[2] تذکرہ دولت شاہ صفحہ ۳۰ مطبوعہ یوروپ۔

او در حدود سنہ ثلث مآتہ (۳۰۰) بودہ و شعرے کہ با او نسبت دہند اینست

آہوے کوہے در دشت چگونہ دودا　　یار ندارد بے یار چگونہ رودا

بالجملہ تا حدود ثلث مآتہ (۳۰۰) ہجری نثر ذمہ قلیل اندک اندک شعر گفتہ بودند اما کسے بہ تدوین نپرداختہ تا در عہد سلاطین سامانیہ استاد رودکی ظہور کردہ دیوان شعر ترتیب داد دہر دور دہور پایہ سخن رسید بجائے کہ رسید

راقم اوراق درین صحیفہ جمعے از قافیہ سنجانِ متاخرین را کہ ابتداءِ ظہور یا انتہاء وجود ایشان بعد از ہزار (۱۰۰۰) ہجری است بر صدر بیان مے نشاند و بعد ازان موزونان بلگرام را رونق این انجمن می گرداند تا عرصۂ سخن را دستگاہے بہم رسد و نظر تماشائیان را جولانگاہے پدید آید۔ و دیوان ہر صاحب سخن کہ بدست افتاد و بتقریب انتخاب آن استفادہ دست بہم داد اشعار می رود و جز غزل و رباعی قسم دیگر کمتر ثبت مے شود۔

اکنون بہ تحریر تراجم روشن طبعان می پردازم۔ و چراغانے ترتیب دادہ چشم یاران را گرم تماشا می سازم۔

(۱) سحابی۔ مولانا سحابی استرآبادی

سحاب گوہر پاش اسرار است۔ و آفتاب سرگرم افاضۂ انوار درارشاد حقائق و معارف بے نظیر افتادہ۔ و ارواح معانی را در چار عنصر رباعی بروجہ احسن جلوہ دادہ مدت سی سال بجاروب کشی آستان نجف اشرف سعادت جاودانی اندوخت و دران فرصت قدم از روضۂ علیہ بیرون نگذاشت۔ و از حطام دنیا بہ حصیرے و ابریقے قناعت کردہ ہم دران بقعۂ مبارک در حدود سنہ عشر و الف (۱۰۱۰) فنائے صوری را با فنائے معنوی ہم آغوش ساخت۔

صاحب تاریخ صبح صادق نقل مے کند کہ وقتے بکنار آبے رسید۔ خواست کہ بگذرد۔ پایش فرو رفت۔ با خود گفت این معنی از تعلق است و مرا بہیچ چیز جز دیوان شعر خود تعلقے نیست دیوان را در آب انداخت و چون پیک صبا بر روے دریا خرامان بگذشت۔

ہفتاد ہزار رباعی گفتہ بود از انجملہ قریب بیست ہزار کہ در سفائن مردم مرقوم بود باقی ماند۔ وَمِنْ اَنْفَاسِہِ النَّفِیْسَۃِ ؎

باذات بہر صفت گرایند خوش است | نغمہ بہر آہنگ سرایند خوش است
از بہر خدا ہیچ عمل ضائع نیست | در خلد ز ہر در کہ در آیند خوش است

عالم چہ کنی و عالم آرائی را | ہر از نگشتہ یار اسیرائی را
در خانہ اگر ہزار صورت باشد | درمان نکنند درد تنہائی را

بر خود در مدح و ذم سخنے باید زد | بیرون از حد قدم سخنے باید زد
عالم ہمہ آئینہ حسن ازلی است | مے باید دید دم سخنے باید زد

آنانکہ باصل کار نیکو بینند | کار این سو برای آن سو بینند
نہ آنگونہ کہ روی جامہ را خیاطان | این رو دوزند و حسن آن رو بینند

(۳) فیضی و فیاضی شیخ ابو الفیض اکبر آبادی

طوطی ہند سخن گستری است۔ و ملک الشعراء درگاہ اکبری۔ در طبقۂ سلاطین تیموریہ ہند اول کسیکہ بخطاب ملک الشعرائی تحصیل مباہات نمود غزالی مشہدی است کہ از پیشگاہ اکبر بادشاہ باین خطاب نامور گردید۔ و بعد رمیدن او از صحرا فنا بمرغزار بقا شیخ فیضی باین لقب بلند آوازہ گشت و در عہد جہانگیر بادشاہ طالب آملی و در زمانِ صاحبقران شاہ جہان اَنَارَ اللّٰہُ بُرْہَانَہٗ ابو طالب

کلیم ہمدانی باین خطاب سکۂ تفاخر در آفاق زدند۔

و بر متتبعان اخبار موزونان روزگار ہویدا است کہ از شعراء ولایت ایران و توران کسانیکہ بمداحی سلاطین و امراء ہند پرداختہ دو قسم اند قسم اوّل جمعے کہ از اوطان خود بگلگشت ہند شتافتہ اند۔ و صحبت ممدوحان دریافتہ مثل حکیم روحانی سمرقندی صاحب تاریخ صبح صادق گوید کہ سلطان شمس الدین ایلتمش والی دہلی در سنہ ثلث وعشرین وستمائۃ (۶۲۳ھ) قصد رنتھنبھور کرد و گرفت پس بمندور رفت و استیلا یافت۔ حکیم روحانی سمرقندی در آن آوان از بخارا بخدمت او پیوست و قصیدہ بعرض رسانید وصلۂ جزیل یافت مطلعش این است ؎

خبر بہ اہل سما برد جبرئیل امین　　ز فتحنامۂ سلطانِ عصر شمس الدین

و مثل بدر چاچی کہ در پایان عمر بہند خرامید و مشمول فراوان عنایت و رعایت سلطان محمد تغلق شاہ گردید و بہ فخر زمان مخاطب گشت۔ دیوانش بین الجمہور مشہور است۔ طور خاصے دارد و تشبیہ کنایت اکثر بکار می برد و مثل شیخ آذری اسفراینی کہ بعد تحصیل زیارت حرمین مکرمین شرفہما اللہ تعالیٰ بسیر ہند شتافت و با سلطان محمد نبیرۂ رایات اعلیٰ خضر خاں فرمانروائے دہلی برخورد و از انجا رو بدکن آورد سلطان احمد شاہ بہمنی باعزاز و اکرام پیش آمد۔ اتفاقاً سلطان دران ایام شہر بیدر بنیاد می کرد و دار الامارۃ درکمال شکوہ طرح انداخت شعراء پایۂ تخت کتابۂ عمارت بنظم آوردند۔ شیخ آذری ہم چند بیت موزون ساخت۔ ازانجملہ است این دو بیت ؎

حبذا قصر مشید کہ ز فرطِ عظمت　　آسمان پایۂ از سدۂ این درگاہ است

فلہ تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۰۵ مطبوعہ بمبئی۔

قصر سلطانِ جہان احمد بہمن شاہ آنست ... آسمان ہم نتوان گفت کہ ترکِ ادب است

سلطان در وجہ صلہ دوازدہ ہزار بستۂ قماش عنایت نمود شیخ گفت لاتحمل عطایاکم الا مطایاکم۔ سلطان بیست ہزار تنکہ دیگر وجہ کرایہ راہ رعایت فرمود شیخ با احمال واثقال بخراسان عطف عنان نمود[1] مثل شہیدی قمی کہ بعد فوت سلطان یعقوب بدیار ہند ہجرت برگزید و در دکن و گجرات زندگانی بسر برد۔ صاحب تاریخ فرشتہ گوید[2] کہ چون اسماعیل عادل شاہ در سنہ ست وثلثین وتسعمائۃ (۹۳۶) قلعہ بیدر مفتوح ساخت وخزائن را بکلید سخاوت برروئے خلائق باز کرد۔ مولانا شہیدی قمی کہ از کمال شہرت از تعریف مستغنی است درآن مدت از خطۂ گجرات آمدہ بود۔ و بواسطۂ سمت شاعری کمال تقرب نزد سلطان پیدا کرد۔ سلطان حکم فرمود کہ بخزانہ رفتہ آن قدر زر احمر کہ حملش مقدور باشد بردارد۔ چون مولانا از رنج سفر فی الجملہ ضعف و ناتوانی داشت بعرض رسانید کہ روزے کہ از گجرات متوجہ این درگاہ می شدم دوچندان این قوت داشتم چہ باشد کہ بعد از چند روز کہ آن توانائی عود نماید بدین خدمت روح پرور سرافراز شوم۔ سلطان سخن پرور نکتہ گزار لب بہ تبسم شیرین کردہ گفت نشنیدہ کہ گفتہ اند در تاخیر و طالب را زیان دارد۔ باید کہ دو دفعہ بخزانہ رفتہ آنچہ از دست برآید تقصیر نکنی۔ و وقت فرصت غنیمت شماری۔ چون این حکم عین مدعاے مولانا بود شگفتہ وخندان از مجلس برخاستہ دو کرت بخزانہ شتافت وہمیانہاے بیست وپنج ہزار ہون طلا بیرون آورد۔ چون خازن این خبر بسمع بادشاہ رسانید۔ فرمود مولانا راست مے گفت کہ من قوت ندارم۔ و نزاکت این کلام بر ارباب ادراک واضح وروشن است

---

[1] تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۶۲۷ مطبوعہ بمبئی و تذکرۂ دولت شاہ صفحہ ۴۰۰ مطبوعہ یورپ۔
[2] تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۴۳ مطبوعہ بمبئی۔

کہ ہم جانب خوش طبعی منظور است وہم جانب ہمت۔ قسم ثانی۔ جمعے کہ قدم سعی باین دیار نفرسودہ اند۔ و غائبانہ تحفہ گرا نمایۂ مدح ارسال نمودہ۔ مثل[1] خواجہ حافظ شیرازی قدس سرہٗ کہ بدرگاہ سلطان غیاث الدین والی بنگالہ غزلے فرستاد۔ این دو بیت ازان است ؎

شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند زین قند پارسی کہ بہ بنگالہ مے رود
حافظ ز شوق مجلس سلطان غیاث دین غافل مشو کہ کار تو از نالہ مے رود

ومثل عارف[2] جامی قدس سرہٗ کہ اورا با ملک التجار خواجہ محمود گاوان امیر الامراء سلطان محمد شاہ بہمنی والی دکن ارتباط خاص بود و ارمغان مدائح ارسال می فرمود۔ از انجملہ قصیدہ ایست کہ یک بیتش این است ؎

ہم جہان را خواجہ وہم فقر را دیباجہ است سِرِّ الفقر است لیکن تحت استار الغنا

ودر خاتمۂ غزلے می فرماید ؎

جامی اشعار دلاویز تو جنسی است لطیف بودش از حسن ادا لطف معانی تارش
ہمرہ قافلۂ ہند روان کن کہ رسد شرف مہر قبول از ملک التجارش

اما در عہد اکبر بادشاہ عدد ہر دو قسم بحد کثرت رسید۔ و بازار ہر دو گروہ نہایت[3] گرم گردید۔ طائفہ اولی عیان اند۔ و مستغنی از اطالت بیان۔ وطائفۂ ثانی را شیخ ابو الفضل در آئین اکبری بیان می کند و می گوید :-

"در آنانکہ سعادت بار نیافتند و از دور دستہا گیتی خداوند را ثنا گزارند بس انبوہ چون قاسم[1]
"گونا بادی۔ ضمیری[2] سپاہانی۔ وحشی[3] بافقی۔ محتشم[4] کاشی۔ ملک[5] قمی۔ ظہوری[6] ترشیزی
"رشکی[7] ہمدانی۔ ولی[8] دشت بیاضی۔ نیکی[9]۔ نظیری[10]۔ صبری[11] اردستانی۔ فگاری[12]
"اسفرائنی۔ حضوری[13] قمی۔ قاضی نوری[14] سپاہانی۔ صافی[15] بمبئی۔ طوفی[16] تبریزی ا ھ انتہی

---

[1] ریاض السلاطین صفحہ ۱۰۶ مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۸۹۰ء
[2] فرشتہ جلد اول صفحہ ۶۹۴ مطبوعہ بمبئی۔ [3] آئین اکبری جلد اول صفحہ ۱۸۲ مطبوعہ کشوری لکھنؤ سنہ ۱۸۸۲ء۔

و از جملہ ثانی شیخ علی نقی کمرہ قصیدۂ سی و پنج بیت در ستایش شیخ فیضی
پرداختہ و از صفاہان بہندروان ساختہ از آن است ؎

مرا فگند بر نظم امورم پرتو فیضی	ابوالفیض آن گزین اکبر و شیخ کبیر من
ظہیر قدوۂ پیشینیان حتے ظہیر الدین	امیر زبدۂ اہل زمان حتی امیر من
اگر ہستم مجیر اندر سخن او ہست خاقانی	وگر من سنجرم آستان او مجیر من
کیم با او رسد در شاعری دعوا ہیچ ہیچشی	کہ در این خانقاہم من مرید و او پیر من
زمین ہند با قرب درش نعم النعیم دل	ہوا خلد و راز حضرتش بئس المصیر من

و شیخ فیضی را وقت سفارت برہان شاہ والی احمد نگر با ملا ملک قمی
و ملا ظہوری ترشیزی ملاقات واقع شد و صحبت کبری اتفاد۔ بعد معاودت از
جانبین ابواب محبت نامہا مفتوح بود
ملا ظہوری نثر لطیفے در مدح شیخ فیضی بقلم آوردہ۔ حکیم عین الملک
شیرازی مکتوبات شیخ جمع نمودہ و در خاتمۂ مکتوبات نثر مذکور مندرج ساختہ۔
میرزا صائب علیہ الرحمہ او را بخوبی یاد می کند و می فرماید ؎

این آن غزل کہ فیضی شیرین کلام گفت	در دیدہ ام خلیدہ و در دل نشستہ
احوال شیخ فیضی تفصیلا در فصل ثانی از دفتر اول پیرایۂ بیان پوشیدہ اینجا آنچہ
مناسب منصب شاعری است سمت گذارش می یابد۔
نامش ابوالفیض است۔ سالہا فیضی تخلص کرد۔ آخر فیاضی قرار داد و اشعار
باین معنی می نماید ؎

زین پیش کہ سکہ ام سخن بود	فیضی رقم نگین من بود
اکنون کہ شدم بہ عشق مرتاض	فیاضیم از محیط فیاض

پادشاہ او را بنظم خمسہ مامور ساخت۔ در مدت پنج ماہ کتاب نلدمن چہار ہزار

دو بیت بیت مقابل لیلیٰ مجنون موزون ساخت و با اشرفیہا از نظر پادشاہ
گزرانید۔ درجۂ استحسان یافت۔ حکم شد کہ نسخۂ دیگر نوشتہ مصوّر سازند۔ و نقیب خان
در حضور می خواندہ باشد۔ ازان کتاب است ؎

بانگِ قلمم درین شبِ تار بس معنیٔ خفتہ کرد بیدار

و در برابر مخزن اسرار مرکز ادوار نقش بست و آن سوادرا بعد وفات
از شیخ ابو الفضل بہ بیاض رسانید۔
و در پہلوی شیرین خسرو۔ سلیمان بلقیس و در ازاءِ سکندر نامہ
اکبر نامہ و در تقابل ہفت پیکر ہفت کشور آغاز کرد اما باتمام نرسانید
از مقطعات اوست ؎

منم فیضی کہ در میدانِ معنی چو من چابک سوارے تیز تگ نیست
بجلد شعر من از پوست تا مغز ہجاے مردم ناپاک رگ نیست
بدان ہی ماند این پاکیزہ گفتار کہ در دیوانِ حافظ نام سگ نیست

شیخ محمد یحییٰ الہ آبادی در کتاب اعلام الانام گوید۔ صاحب قطعہ را
این بیت بنظر نرسیدہ ؎

شنیدہ ام کہ سگان را قلادہ می بندی چرا بگردنِ حافظ نمی نہی رسنے

راقم الحروف گوید در بعضے نسخ دیوان خواجہ حافظ بجائے لفظ حافظ لفظ عاشق
واقع شدہ و مقطع چنین است ؎

مزاج دہر تبہ شد درین بلا حافظ کجاست فکر حکیمے و راے برہمنے

از حسن اتفاقات اینکہ چیزے کہ شیخ فیضی مے خواست در دیوان فقیر آزاد
موجود است و آن این لفظ مہر است۔
دیوان شیخ فیضی بنظر درآمد متضمن اصناف شعر است۔ بیتے چند از غزلیات

او فراگرفته شد ؎

نماند گریہ شبِ وصل بیقراران را — سہیل طلعتِ آن ماہ بُرد یاران را
خبر برید شبِ عید پیر مصطبه را — که راست می کنم امشب قصۂ رسی شب را
اگر سرے بکشم سوی بیخودی چه کنم — مرا ز ہمدمے خود ملال مے گیرد
شدیم خاک ولیکن ز بوی تربتِ ما — توان شناخت کزین خاک مرد می خیزد
مژگان مپوش چون قدم از دیده میکنی — مردانِ ره برہنه نہادند پائے را
آنچه بہ فیضی نظرِ دوست کرد — مشکل اگر دشمنِ جانی کند

رباعی

بر ما چه زیان اگر صفِ اعدا زد — مشتے خاشاک لطمه بر دریا زد
ما تیغ برہنه ایم در دستِ قضا — شد کشته کسے که خویش را بر ما زد

(۳) انیسی شاملو یولقلی بیگ

نکته سنج یگانه است و انیس معانی بیگانه - از ایران دیار بسیر ہند خرامید ومدتہا در ظل عاطفت خانخانان آرمید - وفاتش در برہان پور در سنه ثلث عشر و الف (۱۰۱۳) واقع شد -

انیسی نظم قصۂ محمود و ایاز شروع کرده بود - ہادم اللذات قطع سخن کرد و آن نقش صورت اتمام نپذیرفت - از انست در وصف چشمه ؎

بجدے سرد کز بیمِ فسردن — نیارد عکس در وے غوطه خوردن
بہم ما غم تو ہر نفس بخانۂ خویش — چنانکه مرغ برد خس بآشیانۂ خویش
یادگار از ما درین عالم بسیار ماند — رفت اگر آتش نشانِ دود بر دیوار ماند
خبرِ گل مرسانید به مرغانِ قفس — کس چرا مژدۂ نوروز بزندان آرد

قاصد اداے نامہ تواند نہ حرفِ شوق　　　حیف از زبان کہ بالِ کبوتر نمی شود

(۴) نوعی ملا نوعی خبوشانی

نوع کلامش جنس عالی است۔ و رشحۂ اقلامش بقیمت لآلی۔ مرزا صائب گل دعای بر تربت اوے افشاند و می فرماید ؎

این جوابِ مصرعِ نوعی کہ خاکش سبز باد　　　سایۂ ابرِ بہاری کشت را سیراب کرد

ابتداء حال از متوسلان شہزادۂ دانیال ابن اکبر بادشاہ بود چون او شنقار شد دامنِ دولت خانخانان گرفت و قصائد و ساقی نامہ در مدح او پرداخت و بکرات و مرات جوائز گرانمند اندوخت۔ یک دفعہ دہ ہزار روپیہ نقد و خلعت فاخرہ و زنجیر فیل و اسپ عراقی صلۂ شعر گرفت۔ ملا رسمی درین باب گوید ؎

ز نعمتِ تو بہ نوعے رسید آن مایہ　　　کہ یافت میر معزی ز دولتِ سنجر

ز گلبنِ املش صد چمن گلِ امّید　　　شگفت تا کہ بمدح تو شد زبان آور

در عہد اکبر بادشاہ نوجوان ہندوئے شب طوی خود را اکبر آباد از بازار مسقف میگذشت قضا را سقف فرو د آمد۔ نوجوان بر خاک ہلاک افتاد۔ عروس نامراد کہ در نہایت رعنائی و کمال خوش سیمائی بود بآئین خود قصد سوختن کرد۔ اکبر بادشاہ در حضور خود طلبیدہ ہر چند منع نمود۔ و امیدوار فراوان ناز و نعمت ساخت۔ زن بپا مردی ہمت از جان رفت و پروانہ وار خود را بر آتش زد۔ ازینجاست کہ شعراء زبان ہند در اشعار خود عشق از جانب زن بیان می کنند کہ زن ہند وہمین یک شوہر می کند۔ و او را سرمایۂ زندگی می شمارد و بعد مردن شوہر خود را با مردہ شوہر می سوزد۔ امیر خسرو علیہ الرحمہ می گوید ؎

خسروا در عشق بازی کم ز ہندو زن مباش　　　کز برای مردہ سوزد زندہ جانِ خویش را

و از غرائب اتفاقات آنکه در قرآن مجید قصهٔ عشق زن بر مرد واقع شده یعنی قصهٔ یوسف علی نبینا و علیه الصلوٰة و السلام۔

مُلّا نوعی حسب الامر شاہزادہ دانیال در واقعه مذکور مثنوی سوز و گداز بنظم آورده۔ از انست ؎

جمالِ ناز را پیرایه نو کرد	عبارت را تبسم پیشرو کرد

و از ساقی نامهٔ اوست ؎

بده ساقی آن ارغوانی نبید	که روز خرابان بپایان رسید
بگردان زره عمر برگشته را	چو شاه نجف روز شب گشته را

وفات **نوعی** در **برہان پور** سنه تسعة عشر و الف (۱۰۱۹) اتفاق اُفتاد۔ دیوانش بمطالعه در آمد و این ابیات حاصل شد ؎

زاں پیش که صبح از شبِ اُمید بر آید	بکشا دہنِ شیشه که خورشید بر آید
دست فرسود تمنا دلِ شیدائی نیست	این گُل طور بود لالهٔ صحرائی نیست
باده می خواہم به سیر ماہتابم کار نیست	ہیچ باده چاره چون ساغرِ سرشار نیست
شراب و مطرب و دلدار در مقابله بود	میانِ دیده و دیدار شرم فاصله بود
ما بے سواد علم معاشِ زمانه ایم	مفلس شریک مایۂ این کارخانه ایم
ما عاشق و جز خانه خرابی فنِ ما نیست	خصم است بجو دہر که بجان دشمن ما نیست
یکروز صبا بوی گلے برد به یعقوب	بگریست که این نکهت پیراہنِ ما نیست
نسیم مصر بجاروب گل دماغم رُفت	اگر غلط نکنم بوے یار مے آید
سبوی باده سلامت که زینت دوش است	سرے که مایۂ درد است گو بدوش مباش
نوروی آئینه و ما قفاے آینه ایم	چنانکه از تو بد از ما نکو نمے آید
چو جام باده مسخر شود بدعوت صبح	چه لازم است که تسخیر آفتاب کنند

ہر ذرہ ز اجزای جہان تابعِ رنگے است ٭ در بادہ گرت حصہ نمک ریخت شکر گیر

(۵) نظیری - مولانا نظیری نیشاپوری

سخن سر سبزش نظیرِ فیروزۂ نیشاپور است از انش نظیری خوانند - و دیوان رنگینش رشکِ نگار خانۂ فغفور است از انش بے نظیر دانند -

مرزا صائب گوید ؎

صائب چہ خیال است شود ہمچو نظیری ٭ عرفی بہ نظیری نرسانید سخن را

وظاہر است کہ ترجیح دادن مرزا **نظیری** را بر **عرفی** و بر خود مطلق نخواہد بود کہ عرفی در قصائد چرب است و مرزا در غزل خود می فرماید ؎

بلبلِ خوشنوائے نیشاپور ٭ خجل از طبع بے نظیرِ من است

مولانا **نظیری** فیروزہ وار از نیشاپور بر آمدہ در ہندوستان بہ یمن جوہر شناسی **خانخانان** نامے بر آورد و قصائد غرا در مدحت **خانخانان** بر صفحۂ روزگار ثبت نمود - وصلات گرانمایہ اندوخت - بعد چندے بدلالت خضر توفیق احرام حرمین محترمین بربست و بعد احراز این سعادت کبری رخت عود بہ **ہندوستان** کشید - و در **گجرات - احمد آباد** رنگ توطن ریخت -

وقتے جہانگیر پادشاہ کتابۂ عمارتے امر فرمود - مولانا غزلے گفتہ بعرض رسانید کہ مطلعش این است ؎

این خاک درت صندلِ سر گشتہ سران را ٭ باد افرہ جاروب رہت تاجوران را

پادشاہ در جائزہ قریب سہ ہزار بیگہ زمین انعام فرمود -

شیخ محمد مندوی متخلص **بغوثی** در کتاب **گلزار ابرار** مے گوید :-

"مولانا نظیری نیشاپوری ہاجی الحرمین درویش طبیعت صوفی سیرت - مہذب الاخلاق بود

"در آخر روزگار زندگانی عنان نظم تراشی بصوب طرز گفتار صوفیان وحدت گزار منعطف
"ساخته نخست سواد عبارت عربی از مصاحبت نگارندهٔ گلزار ابرار روشن ساخت سپس
"دوازده سال که تتمهٔ عمر او بود در احمد آباد اقامت گزیده علوم دینی تحصیل کرد و تصحیح تفسیر و
"حدیث از خدمت مولانا حسین جوهری داره نمود و در هزار و بیست وسه (۱۰۲۳) بعالم
"قدس خرامید انتہیٰ۔

قبرش در تاج پورهٔ احمد آباد واقع شده و بر قبرش گنبدے تعمیر کرده اند این چند بیت از دیوانش انتخاب اُفتاد ـــ

جز نام صنم نقش مکن لوح جبین را ۔۔۔ تا چپ نکنی راست نخوانند نگین را

بے عشق عقل راہبرے در دماغ نیست ۔۔۔ بد سوزد آن فتیله که از شعله داغ نیست

شرم می آید ز قاصد طفل محجوب را ۔۔۔ بر سر راهش بنید از ید مکتوب مرا

مبین بعیب و قبولم که در پناه توام ۔۔۔ اگر بدو جهانم که نیک خواه توام

وگر خدا بردای دل سر کجا داری ۔۔۔ که یکدو روز شد آتش بزیر پا داری

جرم من است پیش تو گر قدر من کم است ۔۔۔ خود کرده ام پسند خریدار خویش را

می گریم و از گریه چو طفلم خبرے نیست ۔۔۔ در دل ہوسے ہست ندانم که کدام است

به مهربانی او اعتماد نتوان کرد ۔۔۔ که تازه عاشقم و خاطرش بمن صاف است

این رسمہاے تازه ز حرمان عهدہاست ۔۔۔ عنقا بروزگار کسے نامه بر نشد

توان ز نامهٔ من یافت اشتیاق مرا ۔۔۔ عیار شوق باندازهٔ سخن باشد

به بیع عشوه برم جان که مست ناز مرا ۔۔۔ اهانت است که خود بر سر متاع آید

دولتے بود که مردیم بهنگام وداع ۔۔۔ آن قدر زنده نماندیم که محمل بردد

یک توجه از تو در کار است و صد عالم مراد ۔۔۔ غم ندارم گر اجابت با دعا دشمن شود

تو کار خود به غمزهٔ معشوق واگزار ۔۔۔ بیطاقتی مکن که نکو یان نکو کنند

مسافرانِ چمن نارسیده در کوچ اند　　شگوفه می رود و شاخ بار می آرد

کمر درخدمتت عمریست می بندم چه شد قدرم　　برہمن می شدم گر این قدر زُنّار می بستم

بوی یار من ازین سست وفا می آید　　گلم از دست بگیرید که از کار شدم

نازم باین شرف که غلام محبتم　　لافِ نسب زنسبتِ آدم نمی زنم

(۶) سنجر میر سنجر خلف میر حیدر معمّائی کاشی

سخنش ہموار است و گہرش آبدار- دیوانش بنظر امعان در آمد- غزل و قصیده و مثنوی یک رُتبه دارد-

در سلک ملازمان اکبر بادشاه انتظام داشت و قصائد فراوان در ثنا طرازی بادشاه و شاہزاده ہا و امراء اکبری بنظم آورده و با میرزا جانی والی تتہ نیز مربوط بود و زبان بمداحی **میرزا جانی و میرزا غازی وقاری** کشود-

در اواخر عہد اکبری جانب بیجاپور حرکت کرد- و در ظل عنایت **ابراہیم عادل شاه** قرار گرفت- عادل شاه در ملازمت نخستین خلعت ملبوس خاص و انگشتر زمرد بیش بہا عطا فرمود- و شکستہ حالی او را بمومیائی لطف و احسان مداوا نمود-

میر در اشعار خود شکایت بسیار از دست روزگار دارد- و در زمرهٔ ممدوحان خود از **ابراہیم عادل شاه** اظہار رضامی کند و در مدح او می گوید ؎

دو شاه شاعر پرور بلند نام شدند　　نخست والیِ غزنین دوم خدیو دکن

رسد بعهد تو شاعر به پایهٔ ملکی　　زہے نوازش شاه و زہے ظہور سخن

اشاره بمُلا **ملک قمی** و **ملا ظہوری ترشیزی** ہر دو شاعر مشہور پای تخت ابراہیمی

در ایام اقامت بیجاپور فرمان طلب شاه عباس ماضی با خلعت فاخره بنام او صدور یافت اما پیش از وصول فرمان- منشور اجل نامزد گردید و این صورت

در سنه احدی وعشرین والف (۱۰۲۱) روداد ـ مصرع "افگند پادشاه سخن چتر سنجری" تاریخ است ـ مؤرّخ دو عدد زائد را به حُسن تعمیه افگند ـ

۱۰۲۳
۲
۱۰۲۱

این چند بیت از غزلیات سنجر به انتخاب در آمد ؎

شهر حسن است بر جانب بازار مرا   تو نخواهی دگرے هست خریدار مرا

نه تاب دیدن و نے طاقتِ شکیبائی است   تو چون نقاب کشی رحم بر تماشائی است

محققان که ز دریای علم در جوش اند   چو کوه تا نگهی شان سوال خاموش اند

آتشِ خرمنِ منی شبنم کشت دیگران   دوزخ من چرا شدی ای تو بهشت دیگران

ای بختِ صبح عشرت تا کے بخواب بینی   بردار سر ز بالین تا آفتاب بینی

راهے نبرد گوش به رازِ نهانِ ما   در قفلِ دل شکست کلیدِ زبانِ ما

ناخوانده گرچه آمده ام زود می روم   طبعِ ترا زیاده مکدر نمی کنم

الماس بدل پاشم و منت کشم از خود   من لذت این زخم بسوزن نه پسندم

اگر از دامنِ محمل کشیدم دستِ بیتابی   به پاے ناقه افتادم به گرد ساربان گشتم

ما عجز و شمنیم حریفان زبون طلب   ای خونِ ما به گردنِ طبعِ غیورِ ما

ای غمِ هجر بنشین از این جائے تو نیست در دلم   یا بگذر از این سرا یا بنما قباله را

امشب ای همسایه و مهمان من از خود رفته ام   گر کسے احوال من پرسد بگو در خانه نیست

مهر آمد به تماشای تو با تیغ و ترنج   گو بیا گر هوسِ دست بریدن دارد

هر که سینه زمینِ نمک فروشان است   داغ سوزی مرهم به داغ من غلط است

نیست او را سرِ آزادی این مرغِ اسیر   ورنه صد مرتبه گردانده بگرد سرِ خویش

این زمان بے نسبتم سنجر و گرنه پیش از این   دستِ من در زلفِ او گستاخ تر از شانه بود

(۷) زمانی - مُلّا زمانی یزدی

علتِ این تخلص آنست کہ مذہب تناسخ داشت - وخود را شیخ نظامی گنجوی پنداشت و این خام خیال را در عالم قال می آرد - کہ ؎

درگنجہ فرو شدم پے دید | از یزد بر آمدم چو خورشید
ہر کس کہ چو مہر بر سر آید | ہر چند فرو رود بر آید

د آو دیوان لسان الغیب را غزل بغزل جواب گفت - و دم ہم صفیری بلبل شیراز زد و دیوان خود را نزد شاہ عباس ماضی برد و عرض کرد کہ دیوان خواجہ را جواب گفتہ ام - شاہ فرمود خدا را چہ جواب خواہی گفت - کلیات او دہ ہزار بیت است مؤلف صبح صادق سال وفات او در سنہ احدی وعشرین والف (۱۰۲۱) نوشتہ و ناظم تبریزی در تذکرۂ خود گوید" وفات او در سنہ ہزار و ہفدہ (۱۰۱۷) واقع شد" غنچۂ تاملش باین رنگ می شگفد ؎

حکایت از قدِ آن یارِ دلنواز کنید | باین فسانہ مگر عمرِ ما دراز کنید
ہلاک شیشۂ درخون نشستۂ خویشم | کہ آخرین نفسش عذر خواہی سنگ است
زبانِ حال خموشان کسے نمی داند | وگرنہ سوسنِ آزاد در فسانۂ تست

(۸) شانی - شانی تکلو

در سخنوری شانے بلند دارد - و مکانے ارجمند - مولانا فصیحی ہروی در مدح او قطعۂ طویل الذیلے می پردازد - و در عنوانِ آن می طرازد ؎

صبا بگوی دل آشفتگانِ عشق گرہ | زمین ببوس اگر آسمان دہد دستور
بگو بمردمکِ دیدۂ ہنر شانی | کہ ای ضمیر تو چون چشم عقل سایۂ نور

نو آن مسیح مقالی کہ ملک معنی راست	بیاض جبہۂ کلک تو صبحگاہ نشور

و او از شناطر ازان پایۂ سریر شاہ عباس ماضی است۔ و بنظر التفات شاہ اختصاص داشت۔ و در صلۂ این بیت ؎

اگر دشمن کشد ساغر و گر دوست	بطاق ابروی مستانۂ اوست

شاہ او را بزر کشید و مبلغ ہم سنگ عنایت کرد۔

شانی در اواخر زندگانی در مشہد مقدس گوشۂ انزوا برگزید۔ و از سرکار شاہی بوظیفہ بیست تومان موظف گردید۔ فوتش در سنہ ثلث و عشرین و الف (۱۰۲۳) واقع شد "پادشاہ سخن" تاریخ است۔

چراغ فکرش چنین پرتو می دہد ؎

چہ خوش است با دو زلفت سر شکوہ باز کردن	گلہ ہائے روز ہجران بشب دراز کردن
لذت آزار گر این است پیکان ترا	ہیچ اجرے نیست در محشر شہیدان ترا
ہر قاصد آہے کہ بسوی تو فرستم	ہمچون نفس باز پسین باز نیامد
چون مرغ گرفتار بہ امید رہائی	ہر چند کہ پرواز کنم در قفس افتم
نیست ممکن کہ گریزیم ز غزالان خیال	ورنہ مجنون تو تنہا تر ازین می بایست

(۹) شکیبی۔ محمد رضا ابن خواجہ عبداللہ صفاہانی

از نژاد خواجہ عبداللہ امامی است کہ عارف جامی در نفحات الانس بہ تحریر احوالش پرداختہ۔ و او فرزند خواجہ امین الدین حسن باشد کہ حضرت لسان الغیب او را یاد می کند و می فرماید ؎

بر ندی شہرہ شد حافظ میان چندین ورع لیکن	چہ غم دارم کہ در عالم امین الدین حسن دارم

شکیبی در سنہ اربع و ستین و تسعمائۃ (۹۶۴) متولد شد بر سخنے علوم در شیراز نمو و لختے

در صفاهان تحصیل کرد- و به ارادهٔ سیر هند در کشتی نشسته خود را به ساحل بندر چیول کشید و از انجا به قصد ادراک خانخانان که دران ایام در گجرات بود- عازم گجرات شد- اتفاقاً خانخانان دران فرصت به آگره رفته بود شکیبی از گجرات به آگره شتافت- و خانخانان را دریافت- و با او سیر سنده و دکن کرد- در سنه ست و الف (۱۰۰۶) از خانخانان جدائی ورزید- و در سیرونج از توابع مالوا رسیده بیماری صعب کشید- و نذر کرد اگر شفا حاصل شود خود را بزیارت حرمین شریفین رساند- از برکات این نیت شفا دست بهم داد- و در سنه اثنا عشر و الف (۱۰۱۲) کمر ایفاء نذر محکم بربست- و این سعادت عظمی را حاصل نمود- و بعد سه سال از راه بندر سورت برگشت- و در برهان پور با خانخانان برخورد و در سنه ثمانیه عشر و الف (۱۰۱۸) التماس گوشه نشینی کرد خانخانان برای او سیورغالی و صدارت دهلی از درگاه جهانگیری برگرفت- و باین تقریب در دار الخلافه دهلی بدل جمعی فروکش کرد- تا آنکه در سنه ثلث و عشرین و الف (۱۰۲۳) محمل سفر بعالم دیگر بست

شاعر خوش طبیعت صاف فکر است- ساقی نامه برای خانخانان در سلک نظم کشید و بصله ده هزار روپیه جیب و دامن آرزو پر کرد- ازان است ے

بیا ساقی آن آب حیوان بده — ز سرچشمهٔ خان خانان بده
سکندر طلب کرد لیکن نیافت — که در هند بود او بظلمت شتافت
ای خدا جنس مرا از غیب بازارے بده — می فروشم دل بدیدارے خریدارے بده
شکسته دل نشویم ار ترا سر جنگ است — که آبگینهٔ ما هم طبیعت سنگ است
تو غنچهٔ سحر و من چراغ صبحدم — تو خنده بر لب و من جان در آستین دارم
پروانه نیک رفت که در پیش شمع سوخت — آگه نشد که سوختن غائبانه چیست

رباعی

نرد لیست جهان که بردنش باختن است — نرادیِ او نشش دو کم ساختن است

دنیا بمثالِ کعبتینِ نرد است　　　بر داشتنش برای انداختن است

(۱۰) رضی - آقا رضی اصفهانی

اُستاد فن و نقاد سخن بود - سیر هندوستان کرد و برگشت و در سنه اربع وعشرین والف (۱۰۲۴) جادهٔ فنا پیمود "آه از رضی" تاریخ است۔ ۱۰۲۴ھ

نقش سخن باین آئین می بندد ؎

نه هر که چهره برافروخت از غم آزاد است　　　که سرخروی گل از طپانچهٔ باد است

در فراقِ تو چنان است تنِ بے جانم　　　که چو فانوس به تحریک نفس می گردد

نخواهم زیست چندانیکه باز آرد پیامش را　　　وصیت نامهٔ بر بال مرغ نامه بر بستم

(۱۱) ملک - ملا ملک قمی

مشهور سخن سرایان است - و معروف نکته پیرایان - مرزا صائب سخن او را مکرر تضمین می کند و در مقطعے می گوید ؎

این جواب آن غزل صائب که می گوید ملک　　　چشم بینش باز کن تا هر چه خواهی بنگری

و در صغر سن به مشق شاعری اُفتاد - و از قم به کاشان آمد و ایامے در اینجا انجمن سخن گرم داشت - آخر متوجه قزوین شد - و قریب چهار سال در مصاحبت موزونان و مستعدانِ آن مقام گزرانید۔

و در رمضان سنه سبع وثمانین وتسعمائة (۹۸۷) از قزوین بر آمده سر بدیار دکن کشید - و از مرتضی نظام شاه دیوانه والی احمد نگر و بعد او از برہان شاه اکرام و انعام فراوان یافت۔

و در بیجاپور دامن دولت ابراهیم عادل شاه والی آنجا گرفته - اند.

مقربان بساط عزت گشت - و ثمرہا از نہال برومند دولتش برچید - و چون جوہر قابلیت ملّا ظہوری مشاہدہ کرد فریفتہ گردید - و دختر خود را در حبالۂ نکاح او درآورد۔

صاحب تاریخ عالم آرای عباسی گوید :-

"مولانا ملک قمی باتفاق مولانا ظہوری نثر شیرین کتاب نورس را کہ نہ ہزار بیت است"

"بنام عادل شاہ تمام کردہ نہ ہزار ہون بالمناصفہ صلہ یافتند"

شیخ فیضی وقتیکہ از درگاہ اکبری بہ سفارت برہان شاہ والی احمد نگر مامور شد - در عریضۂ خود[1] از احمد نگر بہ اکبر بادشاہ می نویسد کہ :-

"در احمد نگر دو شاعر خاکی نہاد - صافی مشرب اند - و در شعر رتبۂ عالی دارند یکے ملا"

"ملک قمی کہ بکس کمتر اختلاط می کند - و ہمیشہ مزۂ ترسے دارد - دیگر ملا ظہوری کہ بغایت"

"رنگین کلام است - و در مکارم اخلاق تمام - عزیمت آستان بوس دارد"

ناظم تبریزی گوید :-

"در سنہ ہزار و بست و چہار ملا ملک فوت شد و ملا ظہوری یک سال بعد از و"

و ابو طالب کلیم گوید :-

ملک آن پادشاہِ ملکِ معنی | کہ نامش سکۂ نقدِ سخن بود
چنان آفاق گیر از ملک معنی | کہ حد ملکش از قم تا دکن بود
سوی گلزار جنت رفت آخر | کہ دلگیر از ہوائے این چمن بود
بجستم سال تاریخش ز ایام | بگفتنا - او سرِ اہل سخن بود

۲۵ ۱۰ ھ

امّا این تاریخ از روایت ناظم تبریزی یک عدد زیادہ دارد -

پیش ازین کلیات ضخیمے از ملا ملک دیدہ بودم - در وقت تحریر دیوان غزل

[1] اس عرضی کو مولانا محمد حسین آزاد مرحوم نے دربار اکبری میں صفحہ ۳۹۷ سے لغایت ۴۱۷ نقل کیا ہے دیکھو دربار اکبری مطبوعہ لاہور رفاہ عام سٹیم پریس سنہ ۱۸۹۸ء

مختصرے از و بنظر در آمد - خوش لفظ است - اما معانی تازہ کم دارد - و تشبیہ کہ رکن رکین فصاحت است در کلام او بسیار کم واقع شدہ - و اشعار چیدۂ او از ین قبیل است کہ بہ تحریر می آید ؎

دلم ز داغِ غمت صد ہزار جا ریش است | کسی کہ دوست بود با تو دشمن خویش است
ازین مرنج کہ بیداد کارِ محبوب است | اگر وفا نہ نماید ستیزہ ہم خوب است
اگرچہ مجلسِ مستان تہی ز غوغا نیست | ولیک صحبت نشان خالی از تماشا نیست
مدہ رخصت کہ ریزد خونِ مردم چشم فتّانت | کہ ترسم در صفِ محشر رسد دستے بدامانت
اگر با مدّعی عہدِ وفا بستی نمی رنجم | کہ می دانم ندارد اعتبارے عہد و پیمانت
بروزِ حشر شہیدان چو خون بہا طلبند | نشستہ کن و خاموش کن زبانِ ہمہ
باحتیاطِ می عافیت بہ ساغرِ ریز | کہ سنگِ تفرقہ خصمِ پیالہ داران است
پیامِ سست عہدان داشت سقمے | کہ قاصد دست بر نبضِ خبر داشت
صلاح کردیم من دغیر - درین بود صلاح | زانکہ جنگِ من و او - باعثِ رسوائی تست
مرغِ شب کور کہ در سایۂ پروانہ گداخت | بہتر آنست کہ تقلیدِ سمندر نکند
صد ستم دیدی ملک یکبارسر کن شکوۂ | نیستی شرمندۂ لطفے زبانت لال چیست

رباعی

عاشق بہوس گر سر کارے می داشت | چادر حرم چون تو نگارے می داشت
ای کاش ملک بوالہوسی می آموخت | نا در نظرِ تو اعتبارے می داشت

(۱۲) ظہوری - ملّا ظہوری ترشیزی

ظہور دولت سخن در عہد او بمعارج علیا رسیدہ و نہالِ کلامِ موزون از زمین تربیت او سر بہ طارم اخضر کشیدہ -

مرزا صائب اورا با ادب یاد می کند و می گوید ؎

صائب نداشتیم سر و برگ این غزل — این فیض از کلام ظهوری بما رسید

ظهوری درین زمین دو غزل دارد۔ بیتے ازان فقیر را خوش آمد ؎

با خنجر کشیده تغافل رسانده بود — خود را به پیش من که نگاه از قفا رسید

ساقی نامۂ ظهوری عجب صفائی و نمکینی دارد۔ و به نازک ادائیها دل از دست می برد۔ کتابۂ[1] این میخانه بنام برهان شاه والی احمد نگر است۔

نثر ملّا هم طرز خاص دارد۔ امّا غزلش باین رتبه نیست۔ بعد از تحصیل حیثیات محمل سیاحت بربست۔ و به سیر عراق و فارس پرداخته عازم گلگشت دکن گشت و از خوان احسان ابراهیم عادل شاه فراوان نعمت اندوخت۔ و کام و زبان را بحلاوت او شیرین ساخت۔

ملّا ملک قمی اورا بزیور کمالات محلی دیده طرح الفت ریخت۔ و صبیۂ خود را در عقد ازدواج مولانا کشید۔

و این هر دو سخن آفرین دماغ اتحاد نوعی رسانیدند که تالیفها بمشارکت فکر به تحریر آوردند۔ چنانچه ملّا ظهوری در دیباچه "خوان خلیل" می طرازد که "ظهوری قبل ازین در پیرایش "گلزار ابراهیم" و اکنون در گستردن "خوان خلیل" سهیم عدیل ملک الکلام است"۔

وفات ملّا ظهوری در دکن سنه خمس و عشرین و الف (۱۰۲۵) واقع شد۔

سی سال پیش ازین کلیات بعض صفحاتے از و بنظر رسید۔ و درین وقت دیوان غزل بدست آمد و بیتے چند انتخاب افتاد ؎

شب از مژگان تر رفتم غبار آستانش را — پشیمانم که کارے یاد دادم پاسبانش را

[1] مراد از کتابه در اینجا ڈیڈی کیشن است۔

تغافل پیشهٔ صیاد افگن این سرزمین باشد
که دائم بهر تقریب نگاهی در کمین باشد

نیفتادم چنان کز کوشش افلاک برخیزم
مگر گرد تو گردد گرد من کز خاک برخیزم

همچنان طفل مزاجیم اگر پیر شدیم
کوچه گردی است بجا گرچه زمینگیر شدیم

ازین چه باک که رسم وفا نمی دانی
بلاست اینکه طریق جفا نمی دانی

مدار خویش منه جمله بر سخنی دانم
گذشت کار ز طفلی چرا نمی دانی

سعادت است به عشق تو هر نفس مردن
وکیل خضر منم عمر جاودان نذر است

تصرف عجبی کرد در مزاجش غیر
عجب نیست که غیرت مزاج گو[۱] شده است

نیاز مود که زور غرور تا چند است
اگر حریف غرور است عجز ما اینجاست

که دیداست این چنین صیاد قدردان مردانا
که زخم فربه از نخچیر لاغر بر نگرداند

خصم گو صبر مرا عجز تصور میکن
نیستم مرد عداوت بمحبت سوگند

بجلدی چون نگاهی تیز بینان قاصدی خواهم
نشستن بر سر راه صبا از من نمی آید

به تمکین گاه عرض حال کوه آهنی بودم
چه دانستم حیا در عشوهٔ سیمابم اندازد

خموشی نقشها دارو سخن پرداز می داند
نخستین اینکه ساکت هیچگه ملزم نمی گردد

اگرچه یاد مرا رخصت نشستن نیست
همین بس است که بر خاطرش گذر دارد

ز حد برداست چشم اشکبارم فرع طغیانی
نمی دانم شکیبم از سفر کی باز می آید

سعی فرمای که سیماب شوی از تف شوق
که اگر کشته شوی قدر تو افزون گردد

برد باران کوه را از کاه کمتر می نهند
ناتوانان اند لیکن در سخن بر داشتن

ذوقی است پادشاهی اقلیم دوستی
خواهم که یک دو روز تو باشی بجای من

تیغ تو نمی داشت اگر آب مروت
خون چو منی را که رساندی به بهائی

فلک گویا تلاش منصب مشاطگی دارد
وگرنه چیست از خورشید و مه آئینه گردانی

---

۱ مزاج گو کسے که موافق مزاج کسے سخن گوید (فرهنگ رشیدی جلد دوم صفحه ۲۳۳ مطبوعه کلکته سنه ۱۸۷۲ء)-

کدام جورِ تو از لطفِ دلنشین تر نیست   چه احتیاج که تشویش انتخاب کشی

شیخ فیضی در عریضهٔ[ل] خود از احمد نگر به اکبر پادشاه بر می نگارد که:-

"مولانا ظهوری نقل کرد که روزے در باغ یکے از شرفاء مکہ معظمہ مجمعے بود - اقسام "مردم بر کنار حوض نشستہ صحبتے مے داشتند - بہ تقریبے یکے از اہالی ماوراء النہر گفت "کہ فردا چہار یار بر چہار گوشۂ حوض کوثر نشستہ آب بمومنان خواہند داد محمود صباغ "نیشاپوری برخاستہ گفت - نامعقول مگوئید حوض کوثر مدوّر است وساقیش علی مرتضیٰ "وگریخت"۔

راقم الحروف گوید چون تقریب حوض کوثر درمیان آمد - رشحۂ فائدہ از سحاب قلم می تراود کہ حوض کوثر مربع است - شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالی در کتاب "البدور السافرہ" می آرد أَخْرَجَ أَحْمَدُ وَالْبَزَّارُ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا عَلَى الْحَوْضِ أَنْظُرُ مَنْ يَرِدُ عَلَيَّ وَالْحَوْضُ مَسِيرَةُ شَهْرٍ وَزَوَايَاهُ عَلَى السَّوِيَّةِ يَعْنِي عَرْضُهُ مِثْلُ طُولِهِ

(۱۳) زکی ہمدانی

زکی الخلق ذکی الطبع بود - وگوئے غزل گوئی از اقران می ربود - قوت مدرکہ بلند داشت - و با ملا شکوہی در خدمت میرزا ابراہیم ہمدانی درس می خواند - میرزا طاہر نصیر آبادی انتقال او در سنہ ثلثین والف (۱۰۳۰) نوشتہ و ناظم تبریزی گوید "وفات او در سنہ ہزار و بیست و پنج (۱۰۲۵) واقع شد۔

واو ساز سخن باین قانون می نوازد ؎

شمکشانِ محبّت دم از فغان بستند   گرہ ز جبہہ کشادند و بر زبان بستند

ل دربار اکبری صفحہ ۱۴۳ مطبوعہ لاہور ۱۸۹۸ء -

ترا به نکهتِ پیراهنے مضایقه نیست — دلے به طالعِ ما راه کاروان بستند

گر دل از عرض تمنا بمرادے نرسید — این قدر شد که ترا بر سرِ ناز آوردم

(۱۴) فرقتی - ابوتراب جوشقانی

جوشقانی المولد - کاشانی المنشأ - از قافیه سنجان عتبه شاه عباس ماضی بود - وگوی سخن از همداستانان می ربود -

واو قطعهٔ بنظم آورده پیش صادقی بیگ نقاش به اصفهان فرستاد - والتماس تخلص کرد - صادقی بیگ قطعهٔ در جواب نوشت - وچهار تخلص تجویز نمود - از انها فرقتی پسندش افتاد - از ان چهار تخلص یکے کلیم بود - گفتند چرا کلیم تخلص نمی کنی - گفت نخواهم که ظرفا کلیم جوشقانی خوانند

ارتحال او در سنه ست وعشرین والف (۱۰۲۶) اتفاق افتاد نهال کلکش این نوع ثمر می افشاند ؎

مجنونِ ترا عار ز عریانی تن نیست — پروانهٔ پرسوخته محتاجِ کفن نیست

چه شد اگر مژه بر هم نمی توانم زد — که لب بلب نرسیداست هیچ دریا را

خون تراوش می کند از چاکهای سینه ام — طفلِ اشکم باز گم کرد است راهِ خانه را

چو جادوئے که از بهرِ فسون لبها بجنباند — به افسونم زند چشمت بهم هر لحظه مژگان را

(۱۵) فغفور - محمد حسین

از سادات لاهیجان - و در فن طبابت وشعر و خوشنویسی ممتازِ زمان بود - در ایران رسمی تخلص می کرد - وبعد وصول هند فغفور تخلص برگزید - بلے شاه مصوران کشور فصاحت است - وخسرو نقش طراز انِ قلمرو کتابت -

دراواخر ایام زندگانی ملازم شہزادۂ پرویز بن جہانگیر بادشاہ شُد واشعہ خود را بمدحت او موشح ساخت۔

و در بلدۂ الہ آباد سنہ ثمان و عشرین والف (۱۰۲۸) حبابِ حیاتش بر سنگ فنا اُفتاد۔

دیوانش قریب چہار ہزار بیت نوشتہ اند۔ نقاش فکرش باین حسن تصاویر می کشد ؎

فلک امشب بکامِ رند دُرد آشام می گردد | عسس گو خواب راحت کن کہ امشب جام می گردد
درعشق چو ستارۂ تسبیح شماران | صد عقدہ بہ پیش آمد و از راہ نگشتم
سرِ شوریدہ بسامان نتوان باز آورد | این نہ دستار پریشانست کہ از سر بندد
این قوم خود نما کہ نہ بینند عیب خویش | آئینہ کاش در گرو توتیا کنند
می رسد نازت ازان چشم کہ چون غنچۂ گل | سیر مژگان تو از طرف کلہ می گزرد
ملاحت تو گواہ است و شور بختی من | کہ بے نمک نسرشتند خاکِ آدم را

(۱۶) نظام میر نظام دست غیبی شیرازی

نسق ملک سخن طرازی است۔ و نظام قلمرو نکتہ پردازی۔ در عمر سی سالگی دنیائی پنج روزہ را وداع کرد۔ و این سانحہ در سنہ تسع و عشرین والف (۱۰۲۹) واقع شد۔ خوابگاہش حافظیۂ شیراز۔

سحاب کلکش باین آبداری گوہر می افشاند ؎

دلم را عشق گرداند بگرد چشم پرکارش | چو آن مرغے کہ گرداند کسے برگرد بیمارش
ز دنیا یکسر مو غم نباشد اہل دنیا را | کہ دلگیری نباشد در قفس مرغان دیبا را
گر فلک با من ہم آغوشش نماید و رنہ بیست | باغبان بر چوب بندد گلبنِ نوخیز را

چشم چون بر عشوه کرد او دل بسوی خویش دید — بادهٔ خود خورد ساقی ساغر لبریز را
دل که افسرده شد از سینه بدر باید کرد — مرده هر چند عزیز است نگه نتوان داشت
من آن مرغم که باشد آشیانم سایهٔ برگے — تواند جنبش بادے مرا بے خانمان کردن

(۱۷) مرشد - مُلّا مرشد یزدجردی

مرشد سالکان جادهٔ سخن است۔ و صاحب تلقینِ مرتاضان این والا فن از وطن خود رهگرائے هند شد۔ چون بقندهار رسید۔ جاذبهٔ التفاتِ میرزا غازی وقاری عقال پائے او گردید و دران عتبه کرسی نشینِ عزّت گشت۔ و مرشد خان خطاب یافت۔ بعد فوت میرزا غازی خود را به هند کشید۔

پوشیده نماند که وارد شدن مرشد از ولایت تو و بقندهار و رحل اقامت افگندن در سایهٔ عاطفت میرزا غازی هفده سال پیش ازین هنگامے که تحریر ید بیضا درمیان بود۔ و در تذکرهٔ مشاهده اُفتاد۔ تعیین تذکره از خزانهٔ حافظ بر آمد۔

و میر تقی اوحدی صفاهانی صاحب تذکرهٔ عرفات گوید ملخص کلامش اینکه:

"مرشد وقتیکه از یزدجرد به صفاهان آمد بنده بخدمت ایشان مکرر رسیدم۔ از انجا"
"بشیراز رفته۔ مدتے سیر کرد۔ چون بملک سنده اُفتاده صحبت او با میرزا غازی بر آمد"
"و ترقیات نمود۔ و مرشد خان خطاب یافت۔ و چون میرزا غازی جرعهٔ شهادت چشید۔"
"ارادهٔ درگاه جهانگیر بادشاه نمود۔ در اثنائے تحریر این مقالات به آگره آمد۔ چند روز او را"
"دریافتم۔ پس در اجمیر رفته به اردوے جهانگیری واصل شده و بملازمت سلطانی مشرف"
"گردید و الحال با مهابت خان می باشد"

و همچنین میر تقی در ترجمهٔ طالب آملی که با او هم ملاقاتها دارد می نویسد که:-

"وقتیکه از ایران عزم هند کرد در سنده بخدمت میرزا غازی قیام نمود"

بر خال و خط شناسان چهرهٔ تاریخ هویداست که میرزا جانی والی تته پدر میرزا غازی در سنه احدی و الف (۱۰۰۱) ناصیهٔ بخت بملازمت اکبر پادشاه برافروخت۔ و میرزا غازی در تته ماند۔ اکبر پادشاه تته را به میرزا جانی ارزانی داشت۔ و نیابت به میرزا غازی عنایت شد و چون میرزا جانی در برهان پور در سنه ثمان و الف (۱۰۰۸) جان بجهان آفرین سپرد۔ پادشاه میرزا غازی را مشمول عواطف داشته ولایت سندھ را باز گذاشت۔ و در سنه احدی عشر و الف (۱۰۱۱) سعید خان چغتا بانتزاع سندھ مامور شد میرزا غازی حلقهٔ انقیاد در گوش کشید۔ وتا بهکر رسم باستقبال بجا آورده سعید خان را دریافت۔ و بهمراهی او خود را بدرگاه اکبری رسانید۔ همت خسروانی برحمت بحالی ملک سندھ رنگ رفتهٔ او را بحالت اصلی آورد۔ و در عهد جهانگیری صوبه ملتان در اقطاع او اضافه شد۔ آخر بصوبه داری قندهار سرمایهٔ افتخار اندوخت۔ و همانجا در عمر بیست و پنج سالگی سنه احدی و عشرین و الف (۱۰۲۱) پیمانهٔ حیات او لبریز گردید۔

میرزا غازی بعد از آنکه از سندھ بهندخرامید۔ باز به سندھ نرفت۔ پس ملاقات مرشد و طالب با میرزا غازی در سندھ بقول میر تقی در عهد اکبری بوده باشد۔ و الله اعلم

مخفی نماند که تذکرهٔ میر تقی صفاهانی بعد تبییض این جریده بنظر رسید اسامی شعرا بترتیب حروف تہجی مے کرد۔ عجب صلائے عامے در داده۔ و به ادنی موزونے که پے برده چه قدیم چه جدید در مهمان خانهٔ خود تکلیف نموده و به از تذکرهٔ میر تقی کاشی است۔ تذکرهٔ صفاهانی نسخهٔ ناقص از حرف الضاد تا

له مآثر الامرا جلد سوم صفحه ۳۴۵۔

حرف الباء بدست آمد و چند جا ضرورةً بعضے مطالب الحاق نموده شد۔

مرشد در سنهٔ ثلثین و الف (۱۰۳۰) از لباس عنصری بر آمد منتخبے از دیوان او محتوی بر اقسام شعر بنظر در آمد۔ زبان خوبے دارد و سخن بقدرت می گوید۔ قصاید و مثنویات او بہ از غزل است و ساقی نامہ مختصرے نشہ آور از میخانۂ فکرش تراویده مطلعش این است ؎

بهار است و دل مست و من در خمار　　خوشا جام مے خاصه از دست یار

گیرم که روز حشر سر از خاک بر کنم　　آن دیده کو که جانب قاتل نظر کنم

من آن مرغم که گر یاری نماید بخت ناسازم　　بود تا گوشهٔ بام قفس معراج پروازم

طرهٔ دلبر نیم تا کے پریشان زیستن　　چشم عاشق نیستم تا چند حیران زیستن

کاش اجزای وجودم بگسلد از یکدگر　　تا دو روزے جمع گردم زین پریشان زیستن

بسیار ز حد می گذرد گرمی مجلس　　دلسوختهٔ در پس دیوار نباشد

بے سبب مرشد ز طورین شکایت میکند　　اینقدر آخر نمی داند که من دیوانه ام

جوان ز بسکه شد از فیض ابر عالم پیر　　شگوفه ریزد از شاخ بر سر نخچیر

همان برنگ گل افتد بخاک سایهٔ گل　　ز بسکه لطف هوا کرد در زمین تاثیر

هوا چنان برطوبت که از زبان تا گوش　　هزار جا بزند ریشه نالهٔ شبگیر

چنان ز لطف هوا گشت طبع آتش تیز　　که شعله چون می گلرنگ بگذرد ز حریر

رباعی

راهے چشم بسے نشیب است و فراز　　کز انجامش خبر ندارد آغاز

چون نالهٔ عاشقان پست و بلند　　چون وعدهٔ وصل گلرخان دور و دراز

(۱۸) زلالی خوانساری

در اختراع تازگی عبارات و تازگی اشارات بے نظیر افتاده و بایجاد سبعهٔ

سیّارہ سپہر بلند خیالی را رونقے دیگر دادہ۔

عمدۂ مثنویات او "محمود و ایاز" است کہ مصنف اکثر اوقات خود را صرفِ این کتاب ساختہ۔ سال آغازش کہ احدی و الف (۱۰۰۱) باشد این بیت تصریح مینماید

در استفتاح این منشور نامی | بجو تاریخ نظمش از نظامی

و تاریخ اختتامش کہ سنہ اربع و عشرین و الف (۱۰۲۴) باشد این مصرع افادہ میکند[1]

الٰہی عاقبت محمود باشد

اما ترتیب نادادہ ورق حیات گرداند شیخ عبدالحسین داماد شیخ علی نقی کمرہ در ہندوستان نسخ متعددہ فراہم آوردہ بہ تقدیم و تاخیر و طرح ابیات فی الجملہ ربطے داد۔ و ملا طغرائی مشہدی دیباچۂ نثر بہ تحریر آورد۔

وفوت زلالی در سنہ احدی و ثلثین و الف (۱۰۳۱) واقع شد مصرع "از جہان رفت زلالی بجنان" تاریخ یافتہ اند۔

از محمود و ایاز است ؎

مئے کز وے خرد بے برگ گردد | غم از یک جرعہ شادی مرگ گردد
جنون یک قطرہ از لائے خم او | سر بیہوشی و پائے خم او

(۱۹) نقی۔ شیخ علی نقی

از شعرائے معمورۂ کمرہ و مروج نقود سرہ است۔ در آغاز سن وقوف بجد تمام بکسب علوم پرداخت۔ و در معقولات و منقولات از اکفاء و اقران مستثنٰی بر آمد و اکثر ناوک فکر بصید معانی می انداخت۔ و وحشیان خیال را در دام عبارت بند می ساخت۔ دیوانش مشتمل قصائد و غزلیات و دیگر جنس شعر بنظر در آمد۔ قصائد

[1] ازین مصرع تاریخ مطلوب بر نمے آید۔

غرا دارد - و بیشتر ثناگستر حاتم بیگ اعتماد الدّوله است - و در صلهٔ قصیده دالیه که در مدح اعتماد الدّوله گفته مبلغ خطیر سالیانه مقرر گردید - و بعد فوت شیخ هم چند سال آن وجه به متعلقانِ شیخ می رسید مطلع قصیده مذکور این است ؎

اہل صورت که بجمعیت صوری شادند　　فارغ از تفرقهٔ معنوی اضدادند

رحلت شیخ در سنه احدی و ثلثین و الف (۱۰۳۱) اتفاق افتاد - این چند بیت از دیوانش فرا گرفته شد ؎

چندان دلم بپرسشِ چشمِ تو شاد نیست　　دانم که بر تواضعِ مست اعتماد نیست

کشد چو سوی چمن بی قدت ملال مرا　　گزد چو مار سیه سایهٔ نهال مرا

کم کن شرابِ لطف که پر شد ایاغ ما　　روغن چنان مریز که میرد چراغ ما

کردی سفید چشم نفی را ز انتظار　　این بود پنبهٔ که نهادی بداغ ما

بهنگامِ وداعش می کنم نو عهد دیرین را　　چو بیمارے که وقتِ مرگ ایمان تازه میسازد

عاشقان نامی بعجز و ناتوانی داشتند　　کوهکن آخر بزور این قوم را بدنام کرد

نفی در گریه آورد اضطرابِ عشق جانان را　　که زور آتشِ سوزنده آب از چوب تر گیرد

من کشتهٔ آن چشم که در عین تکبّر　　با ما همچو مینے در صددِ ناز در آید

رفتی و خموشم که در آغاز مصیبت　　ماتم زده یکچند بشیون نبرد راه

نقد دل دزدی و آنگاه بتقریب حیا　　سر به پیش افگنی و چشم ببالا نکنی

نیست در عشق دلِ شاد شنیدی که چه بد　　پادشاهی ز غلامی بدری از پسری

وای بر جان خلائق اگر آرند بحشر　　عوضِ روز قیامت شب تنهائی را

(۲۰) طالب آملی

برادر خاله زادهٔ حکیم رکنا کاشی بود - جوبای معانی بلند است و غواص لآلی دلپسند

میرزا صائب گوید ؎

بطرز تازہ قسم یاد می کنم صائب — کہ جائے طالب آمل در اصفہان پیداست

در ریعانِ شباب از ولایت خود برآمدہ بہ نزہتکدۂ ہند خرامید۔ چون میرزا غازی وقاری از پیشگاہ جہانگیر پادشاہ بصوبہ داری قندھار مامور گردید۔ ونقد کمیاب قدردانی اہل کمال را رواج داد۔ طالبا خود را بآستان میرزا غازی کشید۔ وبہ التفات فراوان اختصاص یافت طالبا قصیدۂ طولانی در مدح میرزا غازی می طرازد۔ ودران قصیدہ رفتنِ خود از ہند بپیش میرزا مفصل بیان می نماید۔ ازانجاست این بیت ؎

عنایاتِ شوق تو شد ورنہ کے دِل — زدے فال رجعت ز ہندوستانم

وبعد رحلت میرزا غازی کرت ثانی بہ گلگشت ہند شتافت وایامے باعبداللہ خان بہادر فیروز جنگ ناظم گجرات بسر برد۔ آخر باعتصام ذیل جہانگیری قوی پایہ شد ودر سنہ ثمان وعشرین والف (۱۰۲۸ھ) بخطاب ملک الشعرائی بلند نامی اندوخت ودرہمین سال ابوطالب کلیم ہمدانی از ہندوستان بعراق عجم معاودت نمود۔ طالب آملی در مدح جہانگیر بادشاہ واعتماد الدولہ وزیر و نور جہان بیگم قصائد غرا دارد۔

وستی النسا خانم ہمشیرۂ طالبا ست۔ ستی النسا خانم در عہد صاحبقران ثانی شاہجہان مدار المہام محل پادشاہی بود۔ وشوہرش نصیرا برادر حکیم رکنا کاشی در ہندوستان رخت ہستی بربست۔ چون فرزندے نداشت ستی النسا خانم دو دختر کہ از طالبا ماندہ بود بہ فرزندی برگرفت۔ کلان را بعقل ازدواج عاقل خان وخورد را بحبالۂ نکاح حکیم ضیاء الدین مخاطب بہ رحمت خان کہ پسر حکیم قطبا برادر دیگر حکیم رکنا ست در آورد۔

ستی النسا خانم در ذی الحجه سنه ست و خمسین و الف (۱۰۵۶) بساط زندگانی
در نوردید-

طالبا در اوائل مُهرداری اعتماد الدوله بود آخر مستعفی شد و قطعهٔ اعتذاری
بنظم آورده- از انست ؎

دو صنف اند اهل طبیعت که هرگز — ندارند باهم سر سازگاری
یکے را فرومانگی کرده شاعر — یکے را بزرگی و عالی تباری
من آن شاعرم شکر لله که دارم — ز بخت بلند تو امیدواری
که گر دهر یاقوت یکدانه گردد — درو بینم از چشم نا اعتباری
به گلزار معنی هزار فصیحم — بمنصب چه شد نیستم گر هزاری
چو مهر تو دارم چه حاجت بمهرم — مرا مهرداری به از مُهرداری

طالبا در مدح قلیج خان ناظم لاهور قصیدهٔ هشتاد و چهار بیت در یک
شب فکر کرده و بآن می نازد و می گوید ؎

منم که نیست چو من شاعرے ز اهل سخن — منم که نیست چو من قائلے ز اهل کلام
گواه این دو سه معنی همین قصیده بس است — که یافت از سر شب تا سپیده دم اتمام

اما میرزا صائب اشهب فکر از طالبا نیز تر راند- وهنگام ورود برهان پور
قصیدهٔ شصت و یک بیت در یک چاشت در مدح ظفر خان بنظم آورده و دران جا
مے فرماید ؎

هزار حیف که عرفی و نوعی و سنجر — نیند جمع بدار العیار برهان پور
که قوت سخن و لطف طبع مے دیدند — نمی شدند بطبع بلند خود مغرور
همین قصیده که یک چاشت روی داد مرا — ز اهل نظم که گفت است در سنین و شهور

اگرچه طالبا را بیست و سه بیت افزون است- اما فزونی ابیات طالبا بادست

وقت کم است - و کمی ابیات مرزا بانتنگی فرصت افزون - و این معنی از تقسیم ابیات بر ساعات واضح می شود -

آمدم برین کہ نسبت بجناب مرزا صاحب بے ادبی نمی توان کرد - امّا این همه تفاخر از طالب آملی نامنظور است - چہ شوکت قصیدۂ قریب صد بیت در مدح میرزا اسعد الدین در عرض چہار ساعت نجومی انشا نمود - و مطلقاً لب باظہار کمال نکشود - مطلع قصیدہ این است ؎

بسکہ جوشد شعلۂ حل کردہ از مینائے من　　شیشہ را فوارۂ آتش کند صہبائے من

و در آخر قصیدہ می گوید ؎

شب کہ گرد بدم ہم آغوش پریزاد خیال　　چہار ساعت در گذار شام دیو آسای من

این همہ اطفال معنی را کہ افکار من اند　　زاد کلک مریم آسای مسیحا زای من

طالبا در عین جوانی از زیبا خلعت زندگانی برآمد و این واقعہ در سنہ ست و ثلثین والف (۱۰۳۶) پیش از فوت جہانگیر بادشاہ بیک سال رو داد -

دیوان قصائد و غزلیات و رباعیات طالبا در وقت تحریر - بدست آمد فرصت وفا نکرد کہ بانتخاب پرداختہ شود - گل چند از گلستانش حوالۂ دست قلم می شود ؎

گر من بجائے جوہر آئینہ بود مے　　بے رو نما ترا بتو کے می نمودے

من کیم کز شرم قتل من سر انداز د بپیش　　ہیکل خونم گرانی می کند بر گردنش

بے نیازانہ ز ارباب کرم مے گذرم　　چون سیہ چشم کہ بر سرمہ فروشان گزرد

ملایمت کن و فارغ شو از ملامت خلق　　کہ نخل موم ز آسیب تیشہ آزاد است

دشنام خلق را ندہم جز دعا جواب　　ابریم کہ تلخ گیرم و شیرین عوض دہم

سبک چنین کہ بگلگون می سوار شدم　　امید ہست کہ رنگ پریدن را گیرم

خانۂ شرع خراب است کہ ارباب صلاح　　در عمارتگری گنبد دستار خود اند

مزهٔ در جهان نے بینم   دہر گوئی دہانِ بیمار است

(۲۱) شفائی اصفهانی

اسمش شرف الدین حسین است۔ پدرش حکیم ملا طبیبے حاذق بود۔ مشارٌ الیہ مراحل کسب علوم بسرعت نوردید۔ وحکمت نظری را بہ بیشتر ورزید۔ و مدتے مشق طبابت کرد۔ قرابادین او مشہور است۔ و عمرہا در نسخہ نویسی شعر افتاده بمعاجین افکار دماغہا را تقویت بخشید۔ مرزا صائب فرماید ؎

در اصفهان کہ بدرد سخن رسد صائب   کنون کہ نبض شناس سخن شفائی نیست

حکیم نزد شاہ عباس ماضی بافزونی قرب و منزلت امتیاز داشت تا بحدے کہ روزے درعرض راہ شاہ را برخورد۔ شاہ خواست کہ از اسپ فرود آید حکیم مانع آمد اما امرا ہمہ پیادہ شدند تا حکیم گذشت۔

ہجو بر مزاجش غالب آمد۔ میر باقر داماد میگفت "شاعری فضیلت شفائی را پوشید۔ و ہجا شعر او را پنہان ساخت" لیکن در پایان عمر ازین امر نا ملائم بتوبہ موفق گردید۔

فوتش در رمضان سنہ سبع و ثلثین و الف (۱۰۳۷) اتفاق افتاد۔ زادۂ طبعش دیوان جد و ہزل و چند مثنوی است مثل "دیدۂ بیدار" و "نمکدان حقیقت" و "مہر و محبت" این ابیات از دیوانش ماخوذ شد ؎

در دل درآ تفرج گلہای داغ کن   از خانہ چون ملول شوی سیر باغ کن

خویش را بر قلب غم آخر دل بیتاب زد   این کتان پارہ کوس خصمی مہتاب زد

حاکمے کو کہ بر درگاہ او دادی کنیم   مشت خونے جز بتیغ ظلم و فریادے کنیم

از زبان خنجر کین پرسش دلہا مکن   عالمے را طعمۂ شمشیر استغنا مکن

ای در آغوش ملک پرورده بدخوئی مکن — شکرستان زیر لب داری ترش روئی مکن

بخود غمم تو نگویم که هم رسوائی است — نهان کنم ز خیالت که یار هرجائی است

به انتقام ابد آشتی میسر نیست — ز بسکه خوی تو بر یک گناه می‌پیچد

نوبهاری که دلی شگفد از پهلوی او — جای آنست که پهلوی خزان بنشیند

دامن دیده نگهدار که در مذهب ما — دل چو شد کشته دیت از مژهٔ تر گیرند

یک لحظه نپرداخت مرا دور به محشر — این شکوه‌ها به سوز به محشر دگر افتاد

خدا عشق مرا از ننگ رسوائی نگهدارد — که بر بیتابی پیراهن این راز می‌گردد

گر نقد جان بهای وصالت نمی‌شود — از قاصد تو ذوق خبر می‌توان گرفت

آن دل که نامزد به وفای تو کرده‌ام — کاری مکن که عربده جوی دگر شود

تپ غم دیده را دلسوزی شکر زبان دارد — تبسم را مکن شیرین که می‌ترسم بجان افتم

ز بهر بیدادم به بزم امتحان کم کم مریز — هرچه داری بسرم هم به پیمانه یکجا کشم

پی شکستن پیمان همین بس است تلافی — که بهر تازگی عهد داد دست بدستم

مرا قیمت به پنهان دیدنی کردی خورسندم — که بوی عیبی می‌آید از ارزان بها کردن

(۲۳) قاسم - قاسم خان جوینی

قاسم مائدهٔ فصاحت است - و ناظم جواهر بلاغت منیجه بیگم خواهر اعیانی نورجهان بیگم در حبالهٔ عقد قاسم خان بود - و به علاقهٔ سلطنت جهانگیر پادشاه به پایهٔ امارت و رتبهٔ مصاحبت سر برافراخت - و به قاسم خان منیجه مشهور گردید[1] در اواخر عهد جهانگیری بحکومت صوبه اکبرآباد و حراست قلعه آن مصر می پرداخت و در آغاز دولت شاهجهانی به منصب پنجهزاری پنج هزار سوار و ایالت

[1] مآثر الامرا جلد ۳ - صفحه ۷۹ مطبوعه کلکته.

صوبۂ بنگالہ امتیاز یافت۔

و در سنہ اثنتین و اربعین و الف (۱۰۴۲) بعد فتح ہوگلی بندر کہ از بنادر عمدۂ بنگالہ است۔ بفاصلۂ سہ روز باجل طبعی درگذشت۔ امیرے خیر مستجمع کرائم اخلاق بود در نماز تہجد تقید داشت۔ و ہر سال دو لک روپیہ بمستحقان می رسانید رایت سخن باین شکوہ می افرازد ؎

نمونۂ جرس بیدلم صدا نکنم | زبس شکستہ دلم لب بخندہ وا نکنم
راہ از ہجوم گریہ بر آواز بستہ ایم | خون خوردہ ایم تا لب غماز بستہ ایم

(۲۲۳) شوقی میر محمد حسین

از سادات ساوہ است۔ و طراح سخن با حلاوہ۔ میرزا صائب کلام او را تضمین میکند۔ و می گوید ؎

جواب آن غزل است اینکہ میر شوقی گفت | چو شیشہ از دو طرف می کشند زنجیرم

از ولایت خود بکشور ہند آمد و بشمول عواطف اعتماد الدولہ طہرانی جہانگیری گردید۔ بعد چندے سدۂ جہانگیر پادشاہ لازم گرفت۔ و بہ تقصیرے مورد عتاب شدہ درحبس افتاد۔ و بتوجہ قاسم خان جوینی از قید رہائی یافت و مدتے با او بسر برد۔ آخر بولایت ایران معاودت نمود و ہمانجا درگذشت۔

طلائے سخن باین چاشنی از معدن بیرون می آرد ؎

در عشق ہر کجا کہ بلندی است پست ماست | فیروزۂ حباب گردون بدست ماست
نتوان عریبۂ باچشم تو کردن آرے | بتواضع گزرانند ز خود مستان را

(۲۲۴) فتحی اردستانی

فاتح ابواب خیال بندی است۔ و حرف شناس قفل ابجد مشکل پسندی۔ میرزا

صائب سخن او را تضمین می کند و می فرماید ؎

این جواب آن غزل صائب که فتحی گفته است ... از فراموشان مبادا آن کس که ما را یاد کرد

فی الجمله تحصیل کرده بود۔ و در کمال ملایمت و نهایت پاکیزگی زندگانی میکرد۔ وفات او در سنه خمس و اربعین و الف (۱۰۴۵) واقع شد

گوهر سخن چنین در سلک نظم می کشد ؎

هزار نکته بمن گفت چشم غمازش ... چو سرمه خورده که بیرون نیاید آوازش

بدیده اشک شود رهنمون دل ما را ... ستاره شمع بود رهروان دریا را

(۲۵) فصیحی

از اعیان سادات هرات۔ و آئینهٔ نقش پذیر حسن صفات بود۔ خوانندهٔ افسون فصاحت۔ نوازندهٔ قانون بلاغت۔ میرزا جلال اسیر گوید ؎

آنانکه مست فیض بهاراند چون اسیر ... تا جرعهٔ ز جام فصیحی کشیده اند

ابتداء حال در خدمت حسن خان بن حسین خان حاکم هرات عظیم تقرب داشت۔ و تخم مدحت پدر و پسر فراوان در سرزمین سخن کاشت دران ایام ورود حکیم شفائی به هرات اتفاق افتاد۔ و در مجلس حسن خان با میرزا فصیحی ملاقات دست داد۔ و مشاعرهٔ ایشان بمنازعه انجامید۔ خان طرف فصیحی گرفت۔ شفائی از هرات برآمده فصیحی را هجو کرد فصیحی در دیوان بلند حوصلگی را کار فرمود و اصلاً ملتفت جواب نشد هجو فصیحی در دیوان شفائی بنظر در آمد دل نخواست که زبان قلم بکلمات رکیک آشنا شود۔ میر تقی اوحدی صفاهانی گوید۔ چند نوبت عزم هند کرد مانع او شدند چون ماهچهٔ لوائی شاه عباس ماضی در سنه احدی و ثلثین و الف (۱۰۳۱) سواد افروز هرات گردید۔ میرزا فصیحی باریاب ملازمت گشت۔ و صحبت او دلنشین شاه افتاد۔ و بعنایات

فراوان مخصوص گردانید۔ وہمراہ خود بعراق عجم و مازندران برد۔ ازفروغ تربیت گوہراورا جلائے بخشید"

دیوان فصیحی بنظر درآمد۔ خوش محاورہ است۔ امّا مضمون تازہ بندرت دارد۔ این چند بیت ازو التقاط یافت ۔

زبونِ دردِ پریشان زلف یار شدم | نہ صید دوست کہ صید دلِ فگار شدم
رہ زبیت خطِ دوست کہ چون بخت سر آید | آب سیہ از چشمۂ خورشید برآید
تو تماشا مکن آئینہ کہ حیران نشوی | زلف برخویش میفشان کہ پریشان نشوی
لبے کز ناز کی بار تبسم برنمے تابد | بخون عالمم کامروزش بدشنام آشنا کردم
رتبۂ حسن بلنداست چہ حاجت بنقاب | بہر منعِ نگہی کز مژہ کوتاہ تراست
ہزار بار قسم خوردہ ام کہ نام ترا | بلب نیاورم اما قسم بنام تو بود
خویش را بر نوکِ مژگانِ ستم کیشان زدیم | آن قدر زخمے کہ دل میخواست در پیکان نبود
مازہر قفا تلیم فصیحی نہ شہدِ ناب | مردِ طپانچہ خوردنِ بالِ مگس نییم
خارِ حرم کہ تازہ زباغم بریدہ اند | محروم بوستانم و مردودِ آتشم
نو بہار ابتسمِ گلِ عیشم مفریب | کہ من این نالۂ زار از دلِ خرم دارم
مختصر دستی کہ مارا بود صرفِ جام شد | گر خدا روزی کند دست دگر بر سر زنم
خاک آن کوی فصیحی زجبین رنجہ مکن | از مہ و مہر بیاموز جبین سائی را

(۲۶) شاپور طہرانی

پدرش خواجگی برادر حقیقی میرزا محمد شریف ہجری پدر اعتماد الدولہ جہانگیری است شاپور فریبی ہم تخلص میکرد۔ قصائد دلفریب وارد و غزلہاے دیوان زیب مرزا صائب کلام اورا تضمین می کند و می فرماید ۔

صائب این تازه غزل آن غزل شاپور است که گران می رود آنکس که توکل دارد

کلیات شاپور بنظر در آمد قصیده نسبت دیگر اقسام شعر خوبتر می گوید و داد رقت و نزاکت می دهد چون قاعدهٔ اغلب این جریده ذکر ابیات غزل است چند بیت از غزلیات او جدا نموده شد

بشوخی تو سوارے بصد رزین ننشست تو تا سوار شدی فتنه بر زمین ننشست

گرچه در حاشیهٔ بزم تو داخل باشم رو خراشیده تر از صفحهٔ باطل باشم

نه گلی چیدم ازین بستان نه نام یاسمن بردم دلے پر درد از غوغاے مرغان چمن بردم

در ره یارے که ممنون یاری نیستم گرچه خود را گشته ام بے شرمساری نیستم

بے می سرِ تیمارِ دلِ ریش ندارم تا مست نگردم خبر از خویش ندارم

نازک دلم چو کاسهٔ چینی خدایے را انگشت بر بهم نزنی کز فغان پر است

قدر من پست از بلندیهای استغنای اوست ورنه دیوار من از دیوار کس کوتاه نیست

ما و نگاه دور که رندان پاکباز بر سر چه زنند نگے را که بو کنند

سینه بر خنجر او زن که شهادت اینجا ناقص است ار بدر کشته به قاتل نرسد

چو ابرم از پے رفع کدورت گریه می آید اگر بر خاطر باد صبا بینم غبار خود

میروم رقص کنان بر دم تیغ شاپور دامنش را بگذارید که کارے دارد

گو صبا بهر تلافی بسر کشتهٔ خویش به که این صلح برنجیدن پای نکشد

هر تیر که چون نیشکر از دست تو خوردم تا آهن پیکان همگی جزو بدن شد

هیچ جرمے نیست در عالم ز غمازی بتر عشق معذور است گر منصور را بر دار کرد

عیب پوش خود نباشم عیب جوی کس نیم دردمندم در شکست دردمندان نیستم

نعم البدل وعدهٔ صد سال وصال است آن بوسه که نقد از لب پیغام گرفتم

کفن غبارم و عریانی است کسوت من نیم حبیب که خود را به پیرهن مالم

روشن نشد ز آتش ما چشم خانهٔ همچون چراغ گور بویرانه سوختیم

فرصتِ عرضِ تمنا کو که در ایام وصل ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ از بی‌نیازی و استغنی من مستغرقِ نظاره ام

زین سر که فروشان نتوان باده خریدن ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ صفرای می از بادهٔ خوناب شکستیم

ورقِ هستیم از هم بدرانید که من ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ دیده ام آنقدر اصلاح که باطل شده ام

(۲۷) اسیر میرزا جلال بن میرزا مومن شهرستانی

شاعر اد ابند است و موجدِ اندازهائے دلپسند - ابو طالب کلیم گوید

میرزای ما جلال الدین ببرا است ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ از سخن سنجان طلبگار سخن

راستی طبعش استاد من است ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ کج نهم بر فرقِ دستارِ سخن

و میرزا صائب سخن او را اکثر تضمین میکند و در مقطعے میگوید

خوشا کسے که چو صائب ز صاحبان سخن ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ تتبعِ سخنِ میرزا جلال کند

اسیر اگرچه تلمیذ فصیحی هروی است امّا با میرزا صائب اعتقاد تمام دارد و مکرر نغمهٔ ستایش می سنجد - وجای می گوید

باوجودِ آنکه اُستادم فصیحی بوده است ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ مصرعِ صائب تو اندیک کتابِ من شود

میرزا از اجلهٔ ساداتِ شهرستان صفاهان است و بمصاهرت شاه عباس ممتاز زمان پیوسته سرگرم صحبت اربابِ کمال بود - و بعلوهمّت و سمو فطرت اتصاف داشت - اما با گردش جام و شرب مدام آنقدر خوگر شد که در عینِ جوانی بر بستر ناتوانی افتاد - و در سنهٔ تسع و اربعین و الف (۱۰۴۹) غبار هستی بباد فنا داد -

دیوانش سیر نموده شد - غث و سمین دارد - و مضامین تازه کم واقع شده این چند رشحه از خمستانش می چکد

گرچه آن قیمت ندارد دل کی پامالت شود ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ صرف آتشبازیِ طفلانِ همسالت شود

رخصتِ کشتنم بده نرگسِ کم نگاه را ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ یا مکن آشنای دل گرمی گاه گاه را

باامید کسے نگذاشت بیدادش دل ما را | خدا اجرے دہد در کشتن ما قاتل ما را

بلب ہر دم زشادی شکر این سودا نمی گنجد | کہ در دام تغافل غیر صید ما نمی گنجد

پس از عمرے بسویم گر نگاہے کرد جا دارد | شہید زخم شمشیر تغافل اجرہا دارد

خط یار گرچہ سر زد نگہ ستمگرش ہست | چہ غم خمار دارد می ناز در سرش ہست

بکدام جان بیازد بکدام سر بہ بخشد | چہ کند کسے بیکدل کہ ہزار دلبرش ہست

جولان دل شکاریش از کار بردہ است | مستانہ می رود جلوے نتوان گرفت

غیرت روا نداشت کہ تنہا گذارمش | عمر عزیز در قدمم نامہ بر گذشت

نہ خوب دانم و نے زشت اینقدر دانم | کہ ہر چہ ہست بغیر از من انتخاب من است

گرچہ استغناست ناحق کشتگان را خون بہا | چشم خوبان را نگاہ عذرخواہی لازم است

در پریشان کدۂ یاس بود فیض رسا | سایۂ بید خوش آیندہ شمالے دارد

صبح خندان می شود بر رُوے تیغ آفتاب | کاملے باید کہ از تقصیر جاہل بگذرد

بدوستی کہ چو در کوی او غبار شوم | نسیم را خبر از سرگذشت من مکنید

بگذارید کہ بگذارم و آہے بکشم | عمرہا سوختہ ام تا نفسے یافتہ ام

گفتم نہ ہی دل نشنیدی سخنم را | از آئینہ دیدی چہ قدر ناز کشیدی

دستے کہ بر نگیرد از پا فتادۂ را | چون آستین خالی است بیکار تا بگردن

رباعی

آگاہی چیست سیر دُنیا کردن | در مملکت وجود سودا کردن

چون مہر سفر کن کہ بود کار زنان | از سرمۂ سایہ دیدہ بینا کردن

(۲۸) ادائی۔ میر محمد مومن یزدی

کلامش اداہائے خوب دارد۔ و اندازہائے مرغوب۔ در دیار خود متہم بالحاد گردید

ومجال اقامت ندیده رخت بوسعت آباد هند کشید و در سنهٔ ثلثین والف (۱۰۳۰) وارد دکن شد۔ و دران الکه مراحل زندگانی بپایان رسانید۔
سیارات ابیاتش از افق بیان طلوع می کند ؎

بے روی تو روز یکه رهم بر چمن افتد — دیوار به از سایه که بر روی من افتد
یک دل آزاد درین دامگهِ فانی نیست — یوسفے نیست درین مصر که زندانی نیست
چاشنی گیر ز هر کاسهٔ این خوان گشتم — خوش نمک تر ز سرِ انگشتِ پشیمانی نیست

رباعی

این عمر بباد نو بهاران ماند — این عیش ببلبل کوهساران ماند
زنهار چنان بزی که بعد از مردن — انگشت گزیدنی بیاران ماند

(۲۹) سعید نقشبند یزدی

نقشبند کارگاه خوش تلاشی است۔ وصورتاً آفرین هیولاے خوش تماشی میرزا صائب او را بزبان ادب یاد می کند و می گوید ؎

این خوش غزل از فیض سعیدای نقشبند — صائب ز بحر دل تباامّل رسیده است

سعید ادر صفاهان اقامت داشت۔ و نزد اکابر وقت معزز و محترم می زیست نقش خیال در پرند عبارت چنین می بافد ؎

کس نیست که خارم ز دلِ ریش برارد — این خار مگر آتشے از خویش برارد

(۳۰) نظیری مشهدی

نظیری عندلیب بهار است۔ و عندلیب طوطی شیرین گفتار۔ در سنهٔ ثلثین والف (۱۰۳۰) احرام بیت الله بست و بعد از ادراک این سعادت متوجه هند گشت۔ و

دراثناء راہ شدائد بسیار کشید و کشتی اوشکست۔ بعد محنت تمام بہ شہر بیجاپور رسید۔
و در سلک مقربان عادل شاہ انخراط یافت۔

اول نظیری تخلص می کرد۔ باستدعای نظیر نیشاپوری نظیر قرار داد۔ گویند
نظیری عوض حرف یا دہ ہزار روپیہ بہ نظیر تسلیم کرد۔ و این سوال و جواب ظاہراً غلط
شدہ باشد۔ زیرا کہ نظیر بعد فوت نظیری بہ ہندوستان رسید۔ واللہ اعلم
نظیر آہوان معانی را باین قسم شکار می کند ؎

نگذاشت نارسانان تنم ضعف جدائی چندانکہ نگاہ شوم و از مژہ خیزم
در سلسلۂ بال فشانان ہوائی خم ناشدہ از نامۂ من بال و پرے نیست

(۳۱) نادم لاہیجانی

سرخروئی معرکۂ شعراست۔ اما از شکست نفس نادم تخلص می گزیند و صدر آرای
مجلس فصحاست۔ لیکن از فروتنی در صف آخر می نشیند۔ الکن طلق اللسان بود۔
و قصب السبق از رائضان مضمار زبان آوری می ربود۔ از دیار خود بممالک دکن
افتاد۔ و با مولانا نظیری نیشاپوری صحبت معتقدانہ داشت۔ بعد چندے بصوب
بنگالہ خرامید۔ و از انجا بہ عظیم آباد پتنہ حرکت کرد۔ آخر بہ اصفہان معاودت
نمود و ہمانجا مرحلۂ آخرت پیمود۔

ریحان کلامش در سرزمین ورق سبز می شود ؎

در کعبہ اگر دل بسوئے یار نباشد احرام کم از بستن زنار نباشد
ہرگز این طفل مزاجی نرود از یادم گر بتابوت روم شوخی گہوارہ کنم
باعث جلوۂ گل دیدۂ بیدار من است بلبلان شور برآرید کہ خوابم نبرد
ہنوزش رنگ طفلی ہست گل چیدن نمی داند بدامن آشیان بلبل از گلزار می آید

(۳۲) سُروری کابلی

عالم بیگ نام دارد۔ نکات رنگینش گلدستۂ سروری است۔ وخیالاتِ دلنشینش سرمایۂ حضوری۔ در اُردوی جهانگیری بسرمے برد۔ و در زمرۂ خوش خیالان می زیست نهال فکرش باین رعنائی می بالد ے

لطف و دشنام تو تسکین دلِ بیہوش ماست — آتش از آب چہ گرم وچہ خنک خاموش است
در رقص دست و پا زدن اختراعِ ماست — چون نبض زیر پوست تپیدن سماعِ ماست
چوگان صفت بطلب خود پشت پا زدیم — پیوندِ ما بمطلب انقطاعِ ماست
عُذرِ دست تہی است خُلقِ کریم — میوۂ بید سایۂ بید است

(۳۳) مطیع تبریزی

طوطی بے بدل و مطیع استاد ازل است۔ میرزا صائب مصراع اور اتضمین می کند و می فرماید ے

جواب آن غزل است اینکہ گفتہ است مطیع — کلید کعبہ و بتخانہ در بغل دارم

مطیع تجارت پیشہ بود۔ از دیارِ خود بسیرِ ہند خرامید۔ روزگارے مہمّا داشت طرۂ اشعارش پیرایۂ عارض ورق می شود ے

آہے کہ مرا از دلِ پُر درد بر آید — چون شاہسواری است کہ از گرد بر آید
چو وسعتِ عدمم در خیال می آید — ز تنگنائے وجودم ملال می آید

(۳۴) اوجی نطنزی

فکر بلندش طرفہ اوجے دارد۔ و شعر آبدارش عجب موجے۔ میرزا صائب سخنِ

اور تضمین می کند و می فرماید ؎

این جواب مصرعِ اوجی کہ وقتی گفتہ است — پادشاہی عالم طفلی است یا دیوانگی

و اوجی نسبت بمیرزا می گوید ؎

صائب نمود جوہرِ شعرِ مرا بہ من — تیغ برہنہ ام کہ جگر دار یافتم

اوجی با حسن خان شاملو حاکم ہرات بسرے برد۔ و در مدح او فراوان قصائد پرداخت۔

دیوان او بمطالعہ در آمد و این چند بیت بالتقاط رسید ؎

کرم گلے است کہ در باغ خودنمائی نیست — کرم ساختہ بودن کم از گدائی نیست

گر شامگہ شیب و گر صبحِ شباب است — پوشیدنِ چشم از دو جہان یکسرہ خواب است

ساغر بغیر داد زر شکم خراب ساخت — آتش بدیگرے زد و مارا کباب ساخت

نگہ گرم عنانم صفِ دیدار کجاست — بوسۂ بے ادبم کنج لب یار کجاست

رطلِ گران بقیمت جان می توان خرید — این آن گوہرے کہ گران میتوان خرید

درین زمانہ پسر با پدر نمے سازد — درین حدیث گواہم شرابِ انگوری است

بہر یک لب خندہ نتوان منتِ شادی کشید — منصبِ گل گر دہند غنچۂ تصویر باش

ما حریفِ این قدر بار تعلق نیستیم — می بزور این رنگ را بر چہرۂ ما بستہ است

خاطرِ جمعی ندارم از تو آخر دیدہ ام — ہمچو دستارِ پریشانم ز سروا کردۂ

کے بآرایشِ ویرانۂ ما مے آید — آنکہ در آئینہ یک جلوہ بصد ناز کند

من گرفتم خویش را بے غم تسلی ساختم — خاطرِ غم را باین معنی تسلی چون کنم

با آن کہ قتلِ ما بتحمل حوالہ کرد — چندان امان نداد کہ خاکے بسر کنم

صفاے روی عرقناک یار را نازم — کہ صلح داد بہم آفتاب و شبنم را

از بادہ کے توان . بریدن — زین آب گذر نمے توان کرد

او چی این قطرۂ خونی که اجل خواہد ریخت	صرفہ آنست کہ در گردنِ دشمن باشد

(۳۵) مشرقی میرزا ملک مشہدی

در نظم و نثر منشأ بدائع آثار است و مشرقِ فراوان انوار چندے در خراسان باحسن خان شاملو گزرانید۔ آخر باصفہان شتافت۔ و در سلک منشیان شاہ عباس ماضی انتظام یافت۔خان مذکور در مفارقت او غزلے گفتہ۔ از آن است ؎

تا مشرقی از کنار من رفت	از مشرقم آفتاب رفتہ

دیوان مشرقی بملاحظہ درآمد۔ قصائد غرا در مدح شاہ صفی بنظم آوردہ۔ و مقطعات ہجو بسیار گفتہ۔ محرر اوراق التزام کردہ کہ زبان خامہ را از ہجویات و ہزلیات شعر انگاہ دارد۔

مشرقی مضامین خوب در قصائد تلاش کردہ۔ این چند بیت از غزلیات او برچیدہ شد ؎

نمی گویم کہ آتش رنگ یا گل بو بگرداند	الٰہی آن گلِ آتش طبیعت خو بگرداند

دوستان بوی می از خرقۂ ما مے آید	نکہتِ یوسف ازین کہنہ قبا می آید

ہمچو خورشید قدم بر سرِ دنیا دارم	عالمے در تہِ یک آبلۂ پا دارم

پرتوِ شمع رخے افتاد در کاشانہ ام	سوزشِ یاقوت شد خاکسترِ پروانہ ام

دل را بشبنم گل داغے نرساندیم	پروانۂ خود را بچراغے نرساندیم

چو عندلیب مدارم بآہ و نالہ گزشت	چو گل تمام بہارم بیک پیالہ گزشت

باغبان چون غنچۂ نرگس مراد خواہید	تا بحسرت در کداین بزم چشمے وا کنم

ز کعبہ آیم و رشک آیدم بخون نا بے	کہ از زیارت دلہاے خستہ مے آید

کارِ دوبارہ چلیش بتاراج دادن است | می رازخم بجام کن و درسبو مکن
مطلبِ اضطراب بقصد رسیدن است | از شیشہ تا بلب نرسد می رسیدہ نیست
نہ در بہار نشاطے نہ در خزان المے | فلک مرا بچہ امید در قفس دارد
نہ زخم خار کشیدم نہ بوی گل دیدم | زعندلیب شنیدم کہ نوبہاری ہست
آبِ حیات تیغت جان داد مشرقی را | ہرگز کسے ندارد جان دادنی چنین یاد

(۳۶۲) منیر ابو البرکات لاہوری بن ملا عبد المجید ملتانی

صاحب طبع منیر و نظم و نثر دلپذیر است۔ در منشآت خود گوید "من بے خانمان کہ در قلمرو سخن وطن گزیدہ ام صد ہزار بیت بلند بنیاد نہادہ ام" منثورات او و سخے کہ بر قصائد عرفی شیرازی نوشتہ متداول است۔ مولد و منشأ منیر دار السلطنت لاہور است

در عہد شاہجہانی اول با میرزا صفی مخاطب بہ سیف خان ناظم الہ آباد بسر می برد ابن سیف خان داماد میرزا ابو الحسن مخاطب بہ آصف خان بن میرزا غیاث بیگ اعتماد الدولہ طہرانی جہانگیری است۔ بعد ازان منیر با اعتقاد خان حاکم جونپور پسر خرد اعتماد الدولہ مذکور مربوط گشت۔ و از خوان احسان او زلہ برداشت۔

و ہفتم رجب سنہ اربع و خمسین و الف (۱۰۵۴) در مستقر الخلافہ اکبر آباد رخت حیات بربست۔ نعش او را بلاہور نقل کردہ زیر خاک سپردند۔

طبعِ منیر سواد سخن را چنین روشن می کند

قدم برون ننہد ما من ز منزلِ خویش | بود چو صورت آئینہ زیب محفلِ خویش
سہی قدان کہ گرفتار جلوۂ خویش اند | چو نخلِ شمع دوانند ریشہ در گلِ خویش

(۳۷) قدسی - حاجی محمد جان مشهدی

جان سخن پروری است و روح معنی گستری - سعادت زیارت حرمین شریفین اندوخت - و بگلگشت هند خرامش نمود - و در شهر ربیع الآخر سنه ثنتین واربعین والف (۱۰۴۲) بتقبیل عتبهٔ صاحبقران ثانی ملتفت برلب گذاشت روز اول قصیدهٔ بعرض رسانید که مطلعش این است ؎

ای قلم برخود ببال از شادی و بکشا زبان   در ثنای قبلهٔ دین ثانی صاحبقران

بعنایت خلعت و انعام دو هزار روپیه کامیاب گشت - و در ذیل ثنا طرازان انخراط یافت - و بیومیهٔ بیش قدرے موظف گردید - و بارها بجوائز کام دل اندوخت

شیخ عبدالحمید صاحب شاهجهان نامه در وقائع جشن نوروز سال هزار وچهل وپنج هجری می نگارد که :-

"روز پنجشنبه دوازدهم شوال سریرآرای آسمان چهارم پرتو اعتدال برساحت حمل"
"انداخت و افسرده طبعان نباتات را باهتزاز درآورد - شانزدهم ماه مذکور -"
"حاجی محمد جان قدسی در جلدوی قصیدهٔ که بمدح پادشاهی محلی ساخته بود بر زبر"
"کشیده مبلغ وزن راکه پنج هزار و پانصد روپیه شد باو مرحمت گردید و در اواسط شهر"
"ربیع الاول سنه تسع واربعین والف (۱۰۴۹) بعنوان صلهٔ شعر صد مهر عنایت"
"شد - و در جشن شفا یافتن جهان آرا بیگم بنت صاحبقران ثانی از آسیب آتش"
"در اوائل شوال سنه اربع وخمسین والف بعنایت خلعت و دو هزار روپیه تمتع"
"برگرفت"-

شیرخاں در مرآة الخیال می نویسد که :-

" حاجی محمد جان قصیدهٔ رنگین در مدح صاحبقران ثانی گفته بعرض رسانید پادشاه"

"اقسام جواہر قیمتی طلبیدہ فرمود تا ہفت بار دہانش از آن پر کردند انتہی"[۵]

اما مؤلفین شاہجہان نامہ مثل ملا عبدالحمید لاہوری و ملا علاء الملک تونی و صاحب عمل صالح کہ ہر کدام حالات پادشاہی مستوفی می نگارد صلۂ پر کردن دہان قدسی بجواہر بہ زبان قلم نیاوردہ اند۔

قدسی پادشاہ نامۂ صاحبقرانی نظم آوردہ چون نام عبداللہ خان فیروزجنگ در وزن پادشاہ نامہ نمی گنجید۔ باین حسن بیان ادا کردہ

نہنگے کہ از غایت احتشام نگنجد بجز از بزرگیش نام

بخاطر ناقص می گزرد کہ برای نگنجیدن نام دو تعلیل آوردہ۔ [۱]از غایت احتشام و [۲]از بزرگی۔ احدہما زائد است۔ اصلاح برین وجہ می تواند شد

نہنگے ست از غایت احتشام نگنجد بجز از بزرگیش نام

و طورے بتکلف معنی می تواند شد کہ ضمیر شین را راجع بنام سازند یعنی نہنگے کہ از غایت احتشام او نام بمرتبۂ بزرگ شدہ است کہ در بحر نمی گنجد۔ و اصلاحے کہ کردہ شد معنی را صاف ادا می کند۔

مثنوی و قصیدۂ قدسی خوب است لیکن غزلش چندان رتبہ ندارد۔ انتقال او در سنہ ست و خمسین و الف (۱۰۵٦) اتفاق افتاد۔ کلیم در مرثیۂ او ترکیب بندے گفتہ و تاریخ چنین یافتہ مصرع ع دور از ان بلبل قدسی چمنم زندان شد
۱۰۵٦

شیخ عبدالحمید می گوید کہ "قدسی بعارضۂ اسہال در دار السلطنت لاہور در گزشت" و غنی کشمیری در قطعۂ تاریخ وفات کلیم گوید کہ

عمرہا در یاد او زیر زمین خاک بر سر کرد قدسی و سلیم
عاقبت از اشتیاق یکدگر گشتہ اند این ہر سہ در یکجا مقیم

---

[۵] تذکرہ مرآة الخیال صفحہ ۱۲۳ مطبوعہ کلکتہ۔ ترجمۂ حاجی محمد جان قدسی۔

ظاهر منطوق عبارت همین است که هر سه دریکجا مدفون اند و این وقتی تواند شد که جسد قدسی را بکشمیر نقل کرده باشند۔

و میر طاهر نصیر آبادی می نویسد که" استخوان او را بمشهد مقدس رسانیدند" دیوان قدسی بنظر تصحیح در آمد و این چند بیت اختیار افتاد ؎

زود به کردم من بی‌صبر داغ خویش را   اول شب می کشد مفلس چراغ خویش را

در جلوه گری مثل تو کس یاد ندارد   نادر بود آن پیشه که اُستاد ندارد

در مجلسی که یاران شرب مدام کردند   نوبت بما چو آمد آتش بجام کردند

اینجا غم محبت - آنجا جزای عصیان   آسایش دو گیتی بر ما حرام کردند

در چنین فصلی که بلبل مست گلشن پر گل است   گر همه پیمانهٔ عمر است خالی خوب نیست

هر چه با زلف تو می ماند دل از من می برد   روز عمرم در تمنای شب یلدا گذشت

غم هجوم آورد من در فکر بی سامانیم   میزبان خجلت کشد هر چند مهمان آشنا ست

عیش این باغ باندازهٔ یک تنگدل است   کاش گل غنچه شود تا دل ما بگشاید

سر دست شام هجران گیرد گلوی شب را   مشکل که تا قیامت از صبح دم برآید

عشق چون قسمت ارباب معیشت میکرد   لاله داغی ز میان برد که نامم دارد

تاب هجران شرابم نیست تا وقت صبوح   پیشتر از صبح می خندد گل پیمانه ام

نگذاشت بخواب عدمم شیون بلبل   گل ریخته بودند مگر بر سر خاکم

(۳۸) سلیم میرزا محمد قلی طرشتی

از طبقهٔ اتراک و نکته سنجان بلند ادراک است۔ صاحب طبع سلیم و ذهن مستقیم۔ در سلاست عبارات ممتاز و در نزاکت خیالات بی انباز۔ ابتدای حال با میرزا عبد الله وزیر لاهیجان بسر می برد۔ و بمزید مصاحبت امتیاز داشت۔ در آن

ایام مثنوی رنگینے در تعریف لاهیجان انشا کرد۔

آخر الامر در عهد شاهجهانی سرے بهند کشید و مثنوی مسطور را تغیر داده بنام کشمیر ساخت۔ ازان است در صعوبت راه کشمیر ؎

چنان معلوم می گردد که این راه ۔۔۔ رهِ موران بود بر خرمنِ ماه
زبس رهرو درو سنگین خرآمد ۔۔۔ زپایش رشته پنداری برامد
همانا کافراست این کوه خونخوار ۔۔۔ که دارد برکمر زین راه زُنّار
مغلطان سنگ ازو تامے توانی ۔۔۔ که باشد بد بلائے آسمانی
بسامان رفتنِ این راه زشت است ۔۔۔ مجرّد شو که این راه بهشت است

بعد ورود هندوستان ندیم میر عبد السلام مشهدی شد و در مدح او قصائد بلند پرداخت۔ میر عبد السلام از عمدۂ امرا شاهجهانی است در عهد شاهزادگی بمنصب شایسته و خطاب اختصاص خان اختصاص داشت و بعد سریر آرای سلطنت اول بخشی دوم شد۔ پس ازان ناظم گجرات و عقب آن ناظم بنگاله۔ سپس بخطاب اسلام خان و والا پایۂ وزارت مباهی گشت و چون نوبت وزارت به سعد الله خان رسید پادشاه اسلام خان را بایالت ممالک دکن سرفراز فرمود و هم در زمانِ حکومت دکن سنه سبع وخمسین والف (۱۰۵۷) جهان فانی را وداع نمود۔ مقبرۂ او در سواد اورنگ آباد معروف است عمارتے دلنشین دارد۔

محمد قلی سلیم در رکاب اسلام خان بسر مے برد۔ و در سالے که اسلام خان فوت کرد یعنی سنه سبع وخمسین والف (۱۰۵۷) او هم در کشمیر رخت سفر ازین عالم بر بست۔ و در دامن کوهے که مشهور به "تخت سلیمان" است مشرف بر تالاب ڈل خلوت نشینِ خاک گردید۔

این چند بیت از دیوان سلیم بر ارباب ذوق سلیم عرض می شود ؎

مگذار از دستم که گل باغ وفایم　　بر دست تو شایسته تر از رنگ حنایم

تا چند دیر و کعبه بخوان این فسانه را　　همچون کمان حلقه یکی کن دو خانه را

بدست آئینه از عکس رخش گلدسته را ماند　　ز شانه زلف او هندوی ترکش بسته را ماند

ای تازه روز زخم خدنگ تو داغ ما　　از روغن کمان تو روشن چراغ ما

در قفس رفت چو قمری چمن از یاد مرا　　بهتر از سرو بود سایهٔ صیاد مرا

مدعی گر نکند بحث سخن دلگیر است　　در جدل گوش و زبانش سپر و شمشیر است

تا سحر امشب شراب ناب می باید گرفت　　خونبهای شمع از مهتاب می باید گرفت

نارسائی به هنرور همه جا همراه است　　جامهٔ سرو ز موزونی او کوتاه است

جدل از خصم هنر باشد و از من عیب است　　چون رگ لعل ز دانا رگ گردن عیب است

هما نصیب نوا ز من چنانکه خواهی نیست　　که استخوان مرا مغز همچو ماهی نیست

امشب که ز چشم بسوی بزم تو راه است　　چون شمع سراپای تنم وقف نگاه است

صید ما را از خدنگش در دل و جان آتش است　　ناوک او را اگر چون شمع پیکان آتش است

ساقی گلفام صحن باغ را میخانه ساخت　　از طرب چون صبح صوفی سبحه را پیمانه ساخت

واقف کسی ز شیوهٔ آن کجکلاه نیست　　چون صورت فرنگ نگاهش نگاه نیست

نیم بلبل که فصل گل بگلشن آشیان گیرم　　دهم صد گل که همچون شمع یک برگ خزان گیرم

چو بلبل باعث شوریده گفتاری نمی دانم　　چه گل تقریب این آشفته دستاری نمی دانم

با وجود صد هنر لافم ز شعر دلکش است　　خامه در دست هنرور تیر روی ترکش است

روزی کس را خورد کسی دیگر بی زبان چوب را　　آب نتواند فرو بردن که رزق آتش است

هر کدام نمک لطف می کنی خوب است　　که داغهای دلم را ز هم جدائی نیست

راحت مردان هم از سرپنجهٔ مردانگی است　　شیر را در وقت خفتن دست و بازو متکاست

ذوقی از دیدن معشوق بدلگیری نیست　　غنچه در چاک قفس قفل در زندان است

نگردد گریهٔ مستانه ام کم | که این باران شب سینه گرفت است

نتوان نمود نقش ترا آنچنانکه هست | آئینه پیش روی تو چون صبح کاذب است

خنده بر سرو مکن این همه در محفل خویش | جامهٔ کوته اش اولی است که خدمتگار است

تسلیم از مه نو حال آسمان پیدا است | نشان مرکب طفلان رکاب کوتاه است

چون تندروی کاشیان تبدیل ساز میشود | تا لب مجنون تهی لیلی چو در محمل نشست

به بزم باده مرو بی صحیفهٔ غزلی | سفینه بطلب تا توان در آن بنشست

مهمان بخانه دیر چه ماند عزیز نیست | کوتاهی زمانه ز عمر دراز ماست

گر سرو بود بجلوه و بر زده دامان | منعش نتوان کرد از ینها که جوان است

هیچ کس حال سر ما را نمی داند که چیست | عالمی را چشم همچون صبح بر دستار ماست

شاهان چرا تسلیم برو رشک می برند | ملک سخن چو پیش ز یک گوشواره نیست

دل درون سینه ام می رقصد از حرف و سخن | هیچ سازی ماهیان را چون صدای آب نیست

تیغ او پیش از اجل می سازدم از غم خلاص | راه پل دور است می باید مرا بر آب زد

از یار مصلحت نیست آهنگ شکوه کردن | چون دف بحلقهٔ ما دیوار گوش دارد

در مقام عشق دل را از تعلق پاک کن | با نمد آئینه را نتوان بدست شاه داد

سلیم گفت که دارم بطره اش سخنی | بخنده گفت که هندو زبان چه می داند

یوسف من چشم طفلان نیست تنها بر رهت | شوق مکتوب تو پیران را کبوتر باز کرد

هیچ کس پروردهٔ خود را نمی خواهد زبون | آب با آتش را خصومت بر سر خاشاک شد

اعتباری دولت جمشید را پیدا نشد | تاک تا از دودمان خود باو دختر نداد

نسبتی در عاشقی ما را به تیغ بسمل است | تا ز ما صیاد سر نگرفت ما را سر نداد

نیست در ایران زمین سامان تحصیل کمال | تا نیامد سوی هندستان حنا رنگین نشد

باخبر باش از زبان خود که تا یاران راز | از خموشی حلقه در گوش سخن چین کرده اند

جهانِ سفله اگر داد جرعهٔ آبے — همان نفس چو نی آن را بروی من آورد

از عذر نیست هرگز دلگیر وعدهٔ او — کاهل همیشه خواهد همراهِ لنگ باشد

شانه می آید بکارِ زلف از آشفتگی — آشنایان را در ایامِ پریشانی بپرس

چو تند بادِ حوادث شود غبار انگیز — پناه مردمِ بے دست و پا چو مژگان باش

بسکه دارم ذوقِ جستن از فضاے روزگار — در میانِ خانه همچون تیرِ صیادان می کشم

سفرِ اوّلِ شوق است بکوی بیت ما را — صید ما زود توان کرد که نو پروازیم

حیف باشد که زبے مهریِ او شکوه کنیم — ما که معشوق پران همچو کبوتر بازیم

چنان قناعتِ فقر است سازگار مرا — که چون حباب شوم فربه از هوا خوردن

عهد کردم که گر این بار بکوی تو رسم — سرمهٔ دیده کنم سایهٔ دیوارِ ترا

مخفی نماند که در تتبع فقیر اول کسیکه تضمین چسپان در مقطع غزل طرح انداخت سلیم است - می گوید

سلیم امشب بیادِ تربتِ حافظ قدح نوش است — اَلَا یَا اَیُّهَا السَّاقِی اَدِرْ کَاساً وَّنَاوِلْهَا

و مے گوید

گفت حافظ دید چون کلکِ بیانم را سلیم — بلبلے برگِ گلے خوش رنگ در منقار داشت

زبان زدِ خلق است که او معانیِ بیگانه را با خود آشنا می ساخت - چنانچه ملّا وارسته گوید

دخلے که نکردی بکلام الله است — بینی که نبردهٔ تو بیت الله است

طرفه اینکه سلیم از دستِ دیگران می نالد و می گوید

دیوانِ خود بدستِ حریفان مده سلیم — غافل مشو که غارتِ باغِ تو می کنند

و نیز می گوید

دیوانِ کیست از سخنانم تهی سلیم — تنها نه بر من این ستم از دستِ صائبا

نام میرزا صائب را تصریح کرده اما بالغ نظران می دانند که میرزا صائب
خیلے صاحب قدرت سیر بضاعت است - حاشا که باخذو جر بپردازد - و متاع بیگانه را
دستمایۂ خود سازد - مضایقہ که از سلیم و صائب همسایه یکدیگر واقع شده و بنظر تتبع
این نارسا رسیده در ینجا ثبت می نماید - و چون تاریخ وفات سلیم مقدم است اول شعر
سلیم مذکور می شود۔

سلیم ؎ مشاطه را جمال تو دیوانه می کند | کائینه را خیال پریخانه می کند
صائب ؎ دل را نگاه گرم تو دیوانه می کند | آئینه را رخ تو پریخانه می کند

غنی کشمیری نیز این مضمون را می بندد که ؎

هر کس که دید روی تو دیوانه می شود | آئینه از رخ تو پریخانه می شود

سلیم ؎ چشم تو ام ز هوش تهیدست می کند | یک سرمه دان شراب مرا مست می کند
صائب ؎ از چشم نیم مست تو با یکجهان شراب | ما صلح کرده ایم بیک سرمه دان شراب
سلیم ؎ صدا چگونه بر آید که این سیه چشمان | بسنگ سرمه شکستند شیشۂ ما را
صائب ؎ نماند نالۂ دل در دپیشۂ ما را | بسنگ سرمه شکستند شیشۂ ما را

ملا طاہر غنی نیز این مضمون بسته است ؎

زبیم آنکه مبادا صدا بلند شود | زسنگ سرمه شکستیم آبگینۂ خویش

سلیم ؎ ز آشفتگی طرۂ مقصود خبر داد | هر فال که از شانۂ شمشاد گرفتیم
صائب ؎ خواهد فتاد دامن زلفش بدست من | این فال را ز شانۂ شمشاد دیده ایم
سلیم ؎ زینت ارباب معنی جوهر ذاتی بس است | لاله در کوه بدخشان گر نباشد گو مباش
صائب ؎ شمع بر خاک شهیدان گر نباشد گو مباش | لاله در کوه بدخشان گر نباشد گو مباش
سلیم ؎ اگر بچشم حقیقت نظر کنی دانی | که طوق فاخته بر پاے سرو خلخال است
صائب ؎ حسن بالادست را آرایشے چون عشق نیست | طوق قمری سرو را بهتر ز خلخال زر است

سلیم ؎ سلیم ہندِ جگرخوار خورد خونِ مرا　　چہ روز بود کہ راہم باین خراب فتاد

صائب ؎ صائب از ہند جگرخوار برون می آیم　　دستگیرِ من اگر شاہِ نجف خواہد شد

اما ملا نوعی خبوشانی پیش از ہر دو می گوید ؎

گداخت ہند جگرخوارم ای اجل بپسند　　کہ استخوانِ ہمائی غذای زاغ شود

و ملا مشرقی نیز ہند را باین صفت یاد می کند و می گوید ؎

دلم در آرزوے ہند خون شد　　کہ خون باد دلِ ہندِ جگرخوار

مقتضای حُسن ظن آنکہ اشتراک مضامین را حمل بر توارد کنند و تا کہ محمل حسنی داشتہ باشد چرا در پے محمل دیگر روند۔

علامۂ تفتازانی در مطول[1] نقل می کند ملخص کلامش اینکہ :۔

"حکم سرقہ وقتے کردہ میشود کہ اخذ ثانی از اول یقینی باشد والا احکام سرقہ مترتب نمی توانند"

"شد و از قبیل توارد خواہد بود۔ و در صورتے کہ اخذ ثانی از اول معلوم نباشد باید"

"گفت کہ فلان شاعر چنین گفتہ است و دیگرے سبقت بُردہ چنین یافتہ۔ و باین حُسن"

"تعبیر مغتنم داند فضیلت صدق را۔ و محفوظ دارد خود را از دعوی علم لغیب و نسبت"

"نقص بغیر انتہی"

و اگر کسے بنظر تفتیش ملاحظہ کند کم شاعرے را از توارد مضامین خالی یابد چہ احاطۂ جمیع معلومات خاصۂ حضرت علم الٰہی است تعالی شانہ۔ خامۂ معنی نگار تیرے بتاریکی می افگند چہ داند کہ صید وارستہ است یا بال و پر بستہ ابو طالب کلیم خوب گفتہ و گوہرِ انصاف سُفتہ ؎

منم کلیم بطورِ بلندیِ ہمت　　کہ استفادۂ معنی جز از خدا نکنم

بخوانِ فیضِ الٰہی چو دسترس دارم　　نظر بکاسۂ دریوزۂ گدا نکنم

---

[1] مطول جلد ۲ صفحہ ۲۴۰ بحث سرقہ مطبوعہ

دلے علاجِ تواردنمی تواند کرد	مگر زبان بسخن گفتن آشنا نکنم

فقیر جزوے از اشعارِ توارد فراہم آوردہ۔ چند بیت از تواردات سخن سنجان متاخرین بر سبیل استشہاد عرض می شود

امیر خسرو ؎ بستم دلِ اسیران یکجا گریزد از تو	بحوالیِ دو چشمت چشمِ بلا نشستہ
صائب ؎ بحوالیِ دو چشمت چشمِ بلا نشستہ	چون قبلہ کرد لیلی ہمہ جا بجا نشستہ
بنائی ؎ قضا کہ بر لبِ او خطِ عنبرین دارد	برای کشتنِ من زہر در نگبین دارد
صائب ؎ امیدِ جانِ شیرین داشتم از لعلِ سیرابش	ندانستم کہ از خط زہر در زیرِ نگین دارد
میر سنجر ؎ دمِ واپسین زلیخا ہمین ترانہ زند	کہ بہ جذبۂ محبت پسر از پدر گرفتم
نقی ؎ چہ غم از فریبِ دشمن کہ محبتِ زلیخا	بکشاکشِ نہانی پسر از پدر برآرد
سلیم ؎ شوق رویش ہمہ کس را بغریبی دارد	سبب این است جلاے وطنِ آئینہ را
کلیم ؎ چند در خانہ اش آتش فتد از پرتو تو	زین ستم آینہ در فکر جلائے وطن است
سلیم ؎ چون کشم بارِ گرانِ غمِ دوری کز ضعف	نگہِ خود نتوانم ز رخت بردارم
کلیم ؎ ز ناتوانیِ خود اینقدر خبر دارم	کہ از رخت نتوانم کہ دیدہ بردارم
اسیر ؎ نیست جوہر بہ تیغِ یار اسیر	بہرِ قتلم نوشتۂ دارد
میر صیدی ؎ نیست جوہر کہ بشمشیرِ تو تصویر شدہ است	رقمِ قتلِ جہانے است کہ تحریر شدہ است
ملا غنی ؎ قضا جدا ز تو خونم چرا نمے ریزد	مگر ز دستِ قضا این قدر نمے آید
اسیر ؎ بارہا ہرگز بسر نمے آید	از قضا این قدر نمی آید
سلیم ؎ مگر از صبحِ محشر روزنِ من روشنی یابد	کہ شبہاے سیاہم ابروِ پیوستہ را ماند
واعظ ؎ چون دو ابروی سیاہ کہ بہم پیوستہ است	بے تو شبہائے درازم ہمہ برہم بستہ است
حزنی ؎ مرا بر سادہ لوحیہاے حزنی خندہ می آید	کہ دارد چشمِ لطف از دلبرِ نامہربانِ من
فطرت ؎ مرا بر سادہ لوحیہاے فطرت خندہ می آید	کہ عاشق گشتہ و چشمِ وفا از یار ہم دارد

تسلیم ؎ آنکه پیغامی برد از ما بسوی او دل است | نامهٔ بی طاقتان بر بالِ مرغِ بسمل است
فطرت ؎ می توان از دل تپیدن یافت احوالِ مرا | نامهٔ بی طاقتان بر بالِ مرغِ بسمل است
صائب ؎ سرچشمهٔ حیات لبِ میچکانِ اوست | عمرِ دوباره سایهٔ سروِ روانِ اوست
فطرت ؎ عیشِ ابد بکامِ دلِ دردمندِ تست | عمرِ دوباره سایهٔ سروِ بلندِ تست
صائب ؎ صحبتِ ناجنس آتش را بفریاد آورد | آب چون در روغن افتد میکند شیون چراغ
علی ؎ آب چون در روغن افتد ناله خیزد از چراغ | صحبتِ ناجنس را باشد ثمر آزارها
مشرقی ؎ برگِ حنائیم و بامیدِ رنگ و بو | در دستِ دیگریست خزان و بهارِ ما
خالص ؎ ما را خبر ز شادی و غم نیست چون حنا | در دستِ دیگریست بهار و خزانِ ما
واعظ ؎ مدعا از دل برون کن تا بر آید مدعا | شد نگین با نام تا افگند از خود نام را
وحید ؎ دور فگن نام را که نام فگندن | صاحبِ نام و نشان نمود نگین را
ناظم در معراج ؎ چنان بگذشت زین سقفِ مینا | که سیلابِ نگه از عینکِ صاف
وحید ؎ ز چشمِ مه سوی بالا سفر کرد | چو نورِ دیده از عینک گذر کرد
فیاض ؎ بباغ بسکه ز شرمِ رخت گل آب شود | غلافِ غنچهٔ گل شیشهٔ گلاب شود
وحید ؎ بگلشنی که رخِ دوست بی نقاب شود | ز شرمِ غنچهٔ گل شیشهٔ گلاب شود
دانش ؎ لب تشنهٔ تیغیم بگو قاتلِ ما را | کو آب که شیرینیِ جان زد دلِ ما را
قاسم دیوانه ؎ دم آب ز تیغت بستند هم | دلم می سوزد از شیرینیِ جان
صائب ؎ همیشه صاحبِ طولِ امل غمین باشد | که چین بقدرِ بلندی در آستین باشد
بیدل ؎ دستگاهت هر قدر بیش است کلفت بیشتر | در خورِ طول است چینهائی که دارد آستین
وحید ؎ بالِ مرا شکستگی پر بسته است | پرواز ما چو رنگ ببالِ شکسته است
بیدل ؎ ما الفِ همت از مددِ چرخ زنیم | پرواز ما چو رنگ ببالِ شکسته است
گلشن راز ؎ عدم آئینه عالم عکس و انسان | چو چشمِ عکس در وی شخص پنهان

جهان انسان شد و انسان جهانے　　ازین پاکیزه تر نبود بیانے

انسان ہستی شخص و عدم چو آئینه به پیش　　عالم بمثال عکس بے خویش و بخویش
انسان بمثل چو چشم عکس است درو　　آن شخص عیان نمود پاک از کم و بیش

این مضمون توضیحے میخواهد لهذا بشرح رباعی پرداخته می آید۔

شرح

ہستی را که در اصطلاح صوفیه صافیه عبارت از حقیقت حق است تعالی شانه تشبیه می دهد بشخصے که خود را در آئینه مشاهده می کند۔ جهت جامع آنکه هر دو محتوی بر نوعے از کثرت اند۔ کثرت در ذات رائی باعتبار اعضاء و در ذات حق عزّ شانه بحسب شیونات ذاتیه چنانچه می فرماید كُنْتُ كَنْزاً مَخْفِيّاً۔ و هر دو خواهان ظهور اند آن تناسب اعضا می بیند و این کمال اسمائی و صفاتی جلوه می دهد چنانچه می فرماید فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ۔

و عدم را که در اصطلاح این طائفه علیه عبارت از علم حق است جل برهانه تشبیه می دهد به آئینه۔ بعلاقهٔ آنکه هر دو منشاء انکشاف اند۔

و عالم را بعکس آن شخص۔ و وجه تشبیه آنکه حقائق عالم که نزد صوفیه صور علمیه است در مرتبهٔ علم متجلی می گردد چنانچه عکوس در مرآت منطبع مے شود و نزد ارباب بینش هویدا است که چنانچه در آئینه عکس جمیع اعضا می افتد عکس چشم نیز می افتد۔ و در عکس چشم عکس آن شخص بتمامه نمودار می گردد۔ پس حقیقت انسان را که از جمله حقائق عالم مخصوص بجامعیت و مظهریت اتم است تشبیه می دهد بعکس چشم که آن هم ممتاز است از عکوس سائر اعضا که آئینه داری آن شخص می کند و او را باو باز می نماید بخلاف عکوس دیگر و هٰذَا مَعْنٰی كَلَامِ الشَّيْخِ الْاَكْبَرِ قُدِّسَ سِرُّهٗ وَكَانَ اٰدَمُ هِيَ الْمِرْاٰةُ الْمَجْلُوَّةُ۔

واشتراک اسم مشبہ ومشبہ بہ یعنی انسان وانسان العین لطفے خاص دارد وتخلص شاعر کہ انسان است این لطف را دوبالا کرد۔

پس معنی رباعی چنین باشد کہ ہستی یعنی ذات حق کہ جامع جمیع شیونات است در مرتبۂ علم کہ بمنزلۂ آئینہ است جلوہ نمود و عالم بمثال عکوس وظلال آن شخص متمثل شد۔

ومعنی بے خویش وبخویش آنست کہ عالم را مانند عکس دو جہت پیدا شد۔ ازین رو کہ موجود علیحدہ می نماید و بوصف غیریت بنظر می آید بے خویش است یعنی ہیچ زیراکہ آن شخص در حقیقت خود بر خود مشہود می گردد و عکس را جز در وہم غلط نما وجودے نیست۔ وازین رو کہ عکس در حقیقت خود اوست کہ بر خود متجلی است بخویش یعنی موجود فی حد ذاتہ۔

اما حقیقت انسان از جملہ حقائق عالم مانند چشم عکس است یعنی عکس چشم کہ ذات حق در وے جلوہ فرمود با جمیع مراتبے کہ در عالم متجلی است۔

ومعنی پاک از کم وبیش آنست کہ ظہور حق تعالی در حقیقت انسان وظہور او در تمام عالم باہم متضاد ومتناقض نیست مگر بحسب اجمال در انسان وتفصیل در عالم۔ چنانچہ صورت آن شخص در آئینہ ودر چشم عکس تفاوتے ندارد الا باعتبار کبر در مرآت وصغر در چشم عکس۔ وبنظر ہمین انسان را عالم صغیر می نامند وعالم را انسان کبیر۔

این معنی برطبق اصطلاح مشہور است واگر بر مکشوف حضرت مجدد قدس سرہ حمل کنند نیز می تواند شد۔

نزد مجدد قدس سرہ حقائق عالم اعدام است وصفات عالم اعدام صفات الہیہ بشرطے آنکہ وجود حق جل شانہ ووجودات صفات در اعدام متجلی شوند بحیثیتے کہ اعدام بمنزلۂ مواد باشند۔ ووجودات بلکہ عکوس آنہا بمثابۂ صور۔ وہر یک حقیقت ازین مادہ وصورت ترکیب یافتہ واللہ اعلم۔"

شیخ غلام مصطفے انسان

درین مقام دو کلمه ترجمه صاحب رباعی بقلم می آید نام انسان شیخ غلام مصطفے است و اصلش از کنبو و مولد و منشأ او مراد آباد از توابع شاهجهان آباد۔ انسانِ کامل بود در احاطهٔ علوم عقلی و نقلی ممتاز اماثل تحصیل معقولات بیشتر از ملا قطب الدین شهید سهالوی نمود و نبذے در خدمت شیخ غلام نقشبند لکهنوی تلمذ کرده و سلسلهٔ سند حدیث به شیخ عبدالحق دهلوی رحمة الله تعالی رسانید۔ و رسم ارادت در طریقهٔ قادریه بجناب شیخ جان محمد شاهجهان آبادی بجا آورد۔

شیخ جان محمد

شیخ جان محمد از کملاء عصر بود در عزلت و استقامت یگانهٔ وقت می زیست۔ شاه کلیم الله چشتی دهلوی می فرمود کسیکه دریافت صحبت اسلاف تمنا داشته باشد۔ صحبت شیخ جان محمد دریابد۔

شیخ غلام مصطفے در فنون دیگر سوای علوم درسی نیز دستگاه عالی داشت مثل طب و نجوم و خوشنویسی و فنون حرب و علم نشانه بینی و علوم هندی بحیثیتے که اکثر براهمه حل غوامض از خدمتِ شیخ می کردند و شعر هندی نیز خوب می گفت۔ صنادید شعراء هندی در حضور او سرفرو می آوردند۔ و اصلاح کبت و دوهه می گرفتند۔

کتب جمیع فنون در لوح سینه محفوظ بود۔ و کراسی از کتب در ملک نداشت۔ و استعاره هم نمی کرد۔ وقت درس سوائی حل کتاب آن قدر فوائد زوائد بقدر حوصلهٔ متمع ذکر می کرد که هر گاه این کس رجوع بحواشی می نمود فوائد مسموعه را از فوائد مکتوبه زیاده می یافت و هر کس از ارباب فنون بخدمت شیخ می رسید بهر فنے که مناسبِ آن کس می دید صحبت می داشت۔

اکثر عمر بعنوان نوکر پیشگی گذرانید۔ در عهد عالمگیر پادشاه به علاقهٔ منصبداری از هند بدیار دکن خرامید۔ و مدتے درین دیار بسر برد آخرها ترک نوکر پیشگی کرده در بلدهٔ ایلچپور پایهٔ اقامت افشرد۔

می فرمود در ایام طالب علمی با جوانے تعلقِ خاطر پیدا شد۔ جوان در قصبهٔ از قصبات سکونت داشت۔ خود را بمسکن محبوب کشیدم و دست از تحصیل باز کشیدم قضا را جوان فوت شد و من سر بصحرا دادم وقتے مولانا قطب الدّین را گزرے بران قصبه اُفتاد و از مردم استفسار حال بنده نمود۔ صورت واقعه بعرض رسانیدند۔ فرمود کسی برود و اورا بیارد مردم گفتند او بآبادی زنهار نمی آید۔ حضرت ملا قلم گرفته بر شقه نوشت اَطْرِقْ كَرَا اَطْرِقْ كَرَا اِنَّ النَّعَامَةَ فِی الْقُرٰی

این کلام افسونِ عرب است که بآن جانور وحشی را صید کنند۔ استعمال این کلام درین مقام نظر بحال شیخ و حضرت ملا که اُستاد بود بسیار بموقع واقع شد۔

بمجرد دیدنِ شقه سَمْعًا وَّطَاعَةً بخدمت ملا شتافتم و سعادت ملازمت دریافتم

شیخ پیش از انتقال بسه سال لباس را تغیر داد و لبس قمیص اختیار کرد و شب اول در خواب دید که گوینده می گوید رَجُلٌ خَيْرٌ كَعَمَلٍ خَيْرًا

انتقالِ او در سنه اثنین واربعین ومائة والف (۱۱۴۲) واقع شد۔ مدفن بلیچپوره

اکنون گلگون قلم بر جادهٔ مدعای اصلی می خرامد۔

بقیه بحث توارد

گرفتیم که شاعرے جمیع دواوین زبانے را احاطه کرد دواوین زبان دیگر را چه علاج می تواند کرد۔ و جامع السنهٔ مختلفه بودن خود بسیار نادر است مثلاً علامهٔ چلپی متخلص بفارغ گوید

جرم از طرفِ غیر و ملامت همه بر من	گوئی سر انگشتِ ملامت زدگا نم

این مضمون بعینه در شعر ابن شرف قیروانی واقع شده که می گوید

غَيْرِیْ جَنٰی وَ اَنَا الْمُعَاقَبُ فِيْكُمْ	فَكَاَنَّنِیْ سَبَّابَةُ الْمُتَنَدِّمِ

ابن شرف این شعر خود را بر ابن رشیق خواند و پرسید که مثل این مضمون شنیدهٔ۔

۱؎ تاج العروس جلد ۶ صفحه ۳۱۴ مطبوعه مصر شرح ملا جامی صفحه ۱۰۴ مطبوعه کانپور سنه ۱۲۹۳ء

گفت بلی شنیده ام و بیت نابغهٔ ذبیانی بر خواند ؎

فَكَلَّفْتَنِي ذَنْبَ امْرِئٍ وَتَرَكْتَهُ ۔۔۔ كَذِي الْعُرِّ يُكْوَى غَيْرُهُ وَهُوَ رَاتِعُ

عُر بضم عین مهمله مرضے است که در شتر میشود و شتر صحیح را داغ کنند تا سرایت نکند۔

ابن رشیق بعد خواندن شعر با ابن شرف گفت که تو این مضمون را از بیجا گرفته و فاسد ساخته زیرا که معاقب غیر جانی باید۔ در بیت تو هر دو یکے است و در بیت نابغه جدا است۔

راقم الحروف گوید در شعر ابن شرف تقابل عضو با عضو است نه شخص با شخص مثلاً زبان ناگفتنی گفت و این کس انگشت گزید پس می بایست که زبان را تعذیب می کرد۔ و همچنین چشم نادیدنی دید یا گوش ناشنیدنی شنید۔ و شاعر را این اعتبار است کفایه می کند و ملا محمد سعید اشرف مازندرانی گوید ؎

نگاه گوشهٔ چشمی سوی ما می توان کردن ۔۔۔ نماز وقت بیماری بایما می توان کردن

و برهان الدین قیراطی در همزیهٔ خود گوید ؎

كَمْ سَلَامٍ بِالطَّرْفِ مِنْهَا عَلَيْنَا ۔۔۔ كَصَلَاةِ الْعَلِيلِ بِالْإِيمَاءِ

و شوکت بخاری گوید ؎

تا کیم مژگان چشم داغ باشد تیر او ۔۔۔ دیدهٔ زخم مرا ابرو بود شمشیر او

و ابن نباته مصری گوید ؎

خَلَقْنَا بِأَطْرَافِ الْقَنَا فِي ظُهُورِهِمْ ۔۔۔ عُيُونًا لَهَا وَقْعُ السُّيُوفِ حَوَاجِبُ

طرفه آنکه شاعرے پیش از ابن نباته این مضمون را یافته۔ چنانچه علامهٔ تفتازانی در خاتمهٔ فن ثالث از مطول بیان کرده۔

و سید حسین خالص گوید ؎

خونے ز دم تیغ تو ای شوخ چکیده است ۔۔۔ آن خال که بر گوشهٔ ابروے تو پیداست

ومؤلف کتاب پیش از اطلاع این بیت گفته ؎

لَبِسَتْ مِنَ الْمِسْكِ خِيلَانٌ بِوَجْنَتِهِ　　　　دَمٌ تَقَاطَرَ مِنْ صِمْصَامِ لَحْظَتِهِ

وعلماء گفته اند که اگر ثانی از اول در بلاغت افزون باشد محمود است و اگر دون باشد مذموم۔ و اگر مساوی باشد فضیلت اول راست و ثانی بعید از ذم است۔ بشرطیکه آثار سرقه هویدا نباشد۔

عارف جامی قدس سره در بهارستان تحت ترجمهٔ سلمان ساوجی میفرماید که۔

وے در سلاست عبارات و دقت اشارات بے نظیر افتاده۔ در جواب استادان قصائد دارد۔ بعضے از اصل خوبتر و بعضے فروتر و بعضے برابر۔ وی را معانی خاصه بسیار است و اکثرے از معانی استادان بتخصیص کمال اسمٰعیل در اشعار خود آورد چون ثانی در صورت خوبتر و اسلوب مرغوب تر واقع شده محل طعن نیست ؎

معنی نیک بود شاهد پاکیزه بدن　　　　که بهرچند در دو جامهٔ دگرگون پوشند

کسوت عاریه بود باز پسین خلعت او　　　　گرنه در خوبیش از پیشتر افزون پوشند

هنر است این که کهن خرقهٔ پشمین ز برش　　　　بدر آرند و در اطلس و اکسون پوشند

ومضمون این قطعه را محرر کلمات در بیتے آورده و بر منطوق قطعه شاهدے گذرانیده۔

بیت این است ؎

شاهد معنی که باشد جامهٔ لفظش کهن　　　　نکته دانے گر جدید تازه پوشاند خوش است

(۳۹) کلیم ابوطالب

همدانی المولد کاشانی الموطن۔ عارج طور معانی است و مقتبس نور سخندانی۔ بیضهٔ سخنش ید بیضا است و خامهٔ سحر شکنش همدست عصا۔ در جمیع اسالیب نظم قدرت عالی دارد و همه جا داد سخنوری می دهد و لهذا جمعے اورا خلاق المعانی ثانی گفته اند

دوبار بسیر ہند شتافت کرت اولی در عہد جہانگیری رسید و با شاہ نوازخان بن میرزا رستم صفوی صحبت کوک گردید۔ بعد چندے (اورا) یاد وطن دامنگیر شد و در سنہ ثمان وعشرین والف (۱۰۲۸) بعراق عجم صرف عنان نمود و "توفیق رفیق طالب" ۱۰۲۸ تاریخ مراجعت خود یافت لیکن بیش از دو سال در آنجا نہ استاد۔ و کرت ثانی شبدیز عزم جانب ہند جلوریز ساخت و با میر جملہ شہرستانی متخلص بروح الامین مصاحب و مربوط گشت و تمتعے برداشت۔ و در مدح او و شاہ نوازخان قصائد غرا پرداخت آخر دست بدامن دولت صاحبقران ثانی شاہجہان اَنَارَ اللّٰہُ بُرْهَانَهٗ زد و در ثنا گستران قوائم سریر خلافت رتبۂ سرحلقگی بہم رساند۔ و بخطاب ملک الشعرائی بلند آوازہ گشت۔ و سالہا در رکاب والا مشمول عواطف بود۔

صاحبقران وقتے کہ از سفر اول کشمیر لوای معاودت برافراخت و چتر سلطنت در قرب مستقر الخلافہ اکبرآباد سایۂ وصول انداخت ساعت درآمدن شہر و جلوس بر تخت مرصعے کہ حسب الامر بصرف یک کرور روپیہ زینت ترتیب یافت۔ و در عرض ہفت سال صورت اتمام پذیرفت۔ و شعراء پای تخت اشعار آبدار در تعریف این سریر بے نظیر پرداختہ اند۔ و مورخان روزگار برخے ازان اشعار در تاریخ نامہا ایراد ساختہ۔ باختیار انجم شناسان روز جمعہ سوم شوال سنہ اربع واربعین والف (۱۰۴۴) مقرر شد۔ و تا رسیدن ساعت در نزدیکی شہر توقف نمود۔ و غرۂ شوال این سال نیر اعظم در نزہتکدۂ حمل خرامید۔ و معانقۂ عید و نوروز نشۂ سرور جہانیان را دو بالا ساخت۔ پادشاہ بتاریخ مقرر داخل شہر شد۔ و بر تخت مرصع جلوس نمود۔ و تا نہ روز جشن عالی انعقاد یافت۔

ابوطالب کلیم در تہنیت اربع و توصیف تخت مرصع قصیدۂ نظم کردہ بپایۂ سریر اعلی معروض داشت مطلعش این است ؎

خجستہ مقدم نوروز غرۂ شوال فشاندہ اند چہ گلہاے عیش بر سر سال

قصیده درجهٔ قبول یافت۔ وکلیم بمیزان عنایت خسروی سنجیده شد۔ مبلغ پنج ہزار و پانصد روپیه ہم سنگ برآمد۔ و بآن زبدهٔ موزونان انعام شد۔

و درجشن نوروز سال دیگر یعنی خمس واربعین والف (۱۰۴۵) حاجی محمد جان قدسی درمقابلهٔ قصیده بزر سنجیده شد۔ وہمین قدر مبلغ ہموزن برآمد چنانچه در ترجمهٔ او گزارش یافت۔

و در سنه ست واربعین والف (۱۰۴۶) باقیا ثانیاً یعنی قصیدهٔ تهنیت نوروز بعرض صاحبقران رسانید و بزر برکشیده شد۔ ومبلغ پنج ہزار روپیه مساوی وزن حاصل کرد۔

و بوضوح پیوست که قدسی وکلیم بپایهٔ سریر شاہی چنانچه درمیزان اکرام ہم سنگ بودند درمیزان انعام ہم رتبهٔ مساوات داشتند۔ وچنانچه این ہر دو از باقیا در موزون معنوی راجح اند در موزون صوری نیز رجحان داشتند۔

و درجشن وزن شمسی سنه ثمان واربعین والف (۱۰۴۸) در دارالسلطنت لاہور کلیم را ہزار روپیه بصیغهٔ جائزهٔ شعر عنایت شد

کلیم درآخر ایام حیات خود نظم فتوحات صاحبقران تقریب ساخته رخصت کشمیر حاصل کرد۔ و درآن خطهٔ بهشت آئین رنگ اقامت ریخت وتبقرر سالیانه از سرکار پادشاہی آسوده حال می گزرانید۔

چون الویهٔ صاحبقران درسنه خمس وخمسین والف (۱۰۵۵) بصوب کشمیر ارتفاع یافت۔ وغرهٔ ربیع الاول این سال ظل ورود برخطهٔ کشمیر انداخت۔ ابوطالب کلیم قصیدهٔ درتهنیت مقدم بسمع پادشاه رسانید وبمرحمت خلعت و دوبیست اشرفی طلاے احمر بهره مند گردید۔

وہمچنین روزے که موکب سلطانی موافق چهارم شعبان ہمین سال از

گلگشت کشمیر عطف عنان نمود کلیم را در صلۀ قصیده دو بیست مہر انعام شد۔
فوت کلیم پانزدہم ذی الحجہ سنہ احدی وستین والف (۱۰۶۱) وقوع یافت
و در نزدیکی قبر محمد قلی سلیم مدفون گردید۔
گفت تاریخ وفات او غنی — طور معنی بود روشن از کلیم
۱۰۶۱ھ

این چند بیت از دیوان کلیم نقل می شود۔

دل دامن مجاورت چشم تر گرفت — با طفل اشک صحبت دیوانہ در گرفت
ز ان چشم ندیدم کہ نگاہے بمن افتد — بیمار عجب نیست اگر کم سخن افتد
نہ رحم کرد کہ خون دل خراب نخورد — غرور او ز سفال شکستہ آب نخورد
کے تمناے تو از خاطر ناشاد رود — داغ عشق تو نگینیست کہ بر باد رود
دماغ بر فلک و دل بزیر پائے بتان — زمن چہ مے طلبی۔ دل کجا۔ دماغ کجا
گر قفس تنگ است آ ز بیرحمی صیاد نیست — صید از ذوق گرفتاری بخود بالیدہ است
دیدۂ امید را کردی سفید از انتظار — دوستداران را نبود این چشم از دلدار نیست
ہر آنچہ رفت ز دستم برون ز دل ہم رفت — میان دست و دلم چون صدف جدائی نیست
از جہان بے بہرہ را نبود تمنا عمر خضر — روز کوتاہ از برای روزہ داران بہتر است
تو پادشاہ حسنی۔ مشمار بوسہ ہا — زیرا کہ عیب شاہان دانستن حساب است
ہر کہ خود بین و خود آرا۔ ز ہنر محروم است — ہمچو طاؤس کہ پر زینت و کم پرواز است
سر بزیر صدف نبود ز انکہ روزگار — یکجا بہیچ کس سر و سامان نمی دہد
کباب حسن توام قدر خط نکو دانم — ز سایہ ذوق نکرد آنکہ آفتاب نخورد
اغنیا بہرہ ز اندوختۂ خود نبرند — کہ ہمین تشنہ لبی قسمت دریا باشد
مژہ را داد ز کف چشم تو در آخر حسن — ترک مفلس چو شود تیغ ببازار برد
دوستان نازک مزاج و ما بسے نازک دماغ — چون کسے اوقات صرف پاس خاطر ہا کند

بتان زصحبت ہم می کنند کسبِ غرور   ترا بآینہ ہم آشنا نمی خواہم
دشنام و بوسہ ہرچہ عوض می دہی بدہ   حاشا کہ با تو بہرِ دل گفتگو کنم
چون رشتۂ گلدستہ بگردِ ہمہ خوبان   گردیدم و یک یار وفادار ندیدم
آخر بسانِ فاختہ ام شد گلو کبود   رمنت زخلق بسکہ بگردن گرفتہ ام
از اداے خارجِ ہرکس خجالت می کشم   با کمال بے دماغی من وکیلِ عالمم
نہال سرکش و گل بے وفا و لالہ دورو   درین چمن بچہ اُمید آشیان بندم
مکشاے زبان بہ زخودے راچو بہ بینی   زنہار کہ شمعِ شبِ مہتاب نباشی

(۴۰) معصوم میر معصوم

پسر میر حیدر معمائی کاشی و برادر میر سنجر است - صاحب ذہن ثاقب - و ہم طرح ابوطالب کلیم و میرزا صائب بود -

میرزا صائب غزلے می فرماید و یکرنگی ہر سہ معنی طراز باہم بیان می نماید ے

خوش آن گروہ کہ مستِ بیانِ یکدگرند   زجوشِ فکرمی ارغوانِ یکدگرند
نمی زنند بسنگِ شکست گوہرِ ہم   پے رواجِ متاعِ دکانِ یکدگرند
زنند بر سرِ ہم گل زمصرعِ رنگین   زفکرِ تازہ گلِ بوستانِ یکدگرند
سخن تراش چو کردند تیغِ الماس اند   زند چو طبع بکندی فسانِ یکدگرند
بغیر صائب[1] و معصومِ[2] نکتہ سنج و کلیم[3]   دگر کہ ز اہلِ سخن مہربانِ یکدگرند

میر معصوم مدتے با حسن خان حاکم ہرات بسر بردہ در عہد شاہجہانی قصد ہند کردہ در نواحی بنگالہ اُفتاد - اعظم خان ناظم بنگالہ میر را باعزاز و احترام پیش آمد - ولوازم قدرشناسی تبقدیم رساند - اعظم خان جدّ ارادت خان واضح است - احوال او مجملاً در ترجمۂ واضح سمت وضوح می پذیرد -

میر معصوم مدتے رفاقتِ اعظم خان برگزید- واز موائد احسان او کامیاب گردید- سکۂ سخن باین خوش عیاری رواج می دہد ؎

مرا کشایش خاطر نہ از گلستان است | کلیدِ قفلِ دلم برّۂ بیابان است

ای کہ ہمراہِ موافق زجہان مے طلبی | آن قدر باش کہ عنقا ز سفر باز آید

خرابِ ہمتِ خویشم کہ صبح چون گردون | گر آفتاب بدستم فتاد شام نماند

نازم قاصد چون برآمد قالب من شد تہی | مرغ روحِ من جوابِ نامۂ دلدار بود

بعد تحریر سرو آزاد معلوم شد کہ میر معصوم در سنہ اثنین وخمسین والف (۱۰۵۲) درہند وفات یافت- وقطعۂ تاریخ فوتش در دیوانِ میرزا محمد علی ماہر بنظر درآمد- مادۂ تاریخ این است مصرع معصوم نزد حیدر وسجر قدم نہاد-
۱۰۵۲ھ

(۴۱) شیدا

مؤلد ومنشأ او فتحپور از توابع اکبر آباد است- صاحب ذہن رسا وفکر آسمان پیما بود وشعر را بسرعت تمام میگفت- وبچشم زدن جواہر فراوان می سفت طبعش در مسلک سخن طرازی اگرچہ راست می رفت اما از جادۂ حسن خلق انحراف داشت-

قصیدۂ اعتراضاتے کہ در مقابلۂ قصیدہ حاجی محمد جان قدسی بنظم آوردہ شہرت تمام دارد- وطالبائے آملی و میر الہی ودیگر مردم را ہجو کرد- چون شیوۂ ہجا شعار خود ساختہ بود- خود نیز ہدف ناوک حریفان می شد- مناظرۂ شیخ فیروز با شیدا مشہور است-

صاحب تاریخ صبح صادق روایت می کند "عدد اشعارش بصد ہزار رسید" در اوائل حال چندے رفیق خانخانان بود وایامے ملتزم آستانۂ شہر یار بن جہانگیر بادشاہ- بعد ازان در سلک ملازمان صاحبقران ثانی شاہجہان-

اَنَا رَ اللّٰہ بُرْہَانَہٗ منخرط شد۔ و در زمرۂ احدیانِ سرکار والا داخل گردید۔ و چون مطلع او کہ ؎

چیست دانی بادۂ گلگون مصفا جوہرے　　حسن را پروردگارے عشق را پیغمبرے

بسمع پادشاہ رسید در غضب آمد بجہت آنکہ اُم الخبائث را در لباسے کہ نباید وصف کرد۔ و حکم صادر شد کہ از ممالک محروسہ اخراج نمایند۔ شیدا قطعہ عذری املا نمود۔ و قول عارف جامی قدس سرہ استشہاد آورد کہ ؎

از صراحی دو بار قلقل مے　　پیش جامی بہ از چہار قل است

پادشاہ از سرِ عتاب درگذشت ؎

الحق در عہد اکبر پادشاہ و جہانگیر پادشاہ وہنے در بنیاد اسلام راہ یافتہ صاحبقران ثانی از سرِ نو مؤسسِ قوانین شریعت شد و سلطان اورنگ زیب عالمگیر متمم۔ و این ہر دو پادشاہ غفران پناہ حق عظیمے بر اسلامیان ہند ثابت کردہ اند۔

شیدا آخر حال در خطۂ کشمیر گوشہ گیر شد بمواجبے از سرکار صاحبقرانی موظف گشت۔

از منظومات اوست مثنوی مسمی بہ دولت بیدار در برابر مخزن اسرار مطلعش این است ؎

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم　　آمدہ سرچشمۂ فیض عمیم

درین چمن چو گل و لالہ شبنم اندود است　　کہ خندۂ گل این باغ گریہ آلود است

بیک دل کے توان اندیشۂ دنیا و دین کردن　　کہ نتوان ہر دو دست خویش در یک آستین کردن

گفتن دعا بہ لف تو تحصیل حاصل است　　با خضر کس نگفت کہ عمرت دراز باد

فسونگر داند آن خاکے کہ از وی بوی مار آید　　شناسم بوی زلفت را اگر در مشک تر پیچی

ہوا بست و بسرے گنجد کہ ورز بیرِ دم تیغت — چو شمع از جیبِ خود ہر دم سرِ دیگر برون آرد
شہیدِ حسرتِ آغوشت امی نازک بدن گشتم — بجائے موے سر در ماتمم بند قبا بکشا

(۴۲) ادہم میرزا ابراہیم بن میر رضی

از اجلۂ سادات ارتیمان من توابع ہمدان است پدرش میر رضی نیز صاحب سخن بود۔ دیوان مختصرے ازو بنظر در آمد۔ طور قدما دارد۔ ساقی نامۂ او شیرین اُفتادہ ازان است ؎

دماغم زمے خانہ بوئے شنید — حذر کن کہ دیوانہ ہوئے شنید
بگیرید زنجیرم اے دوستان — کہ پیلم کند یادِ ہندوستان

دور ازان در اشک بیتابم بمژگان آشناست — دست با سر سر بزانو۔ پا بدامان آشناست

ادہم بیانے خوش دارد و زبانے دلکش۔ میرزا صائب سخن او را تضمین می کند و می گوید ؎

این جوابِ آن غزل صائب کہ ادہم گفتہ است — گر منش دامن نگیرم خون من خود مردہ بہ

ادہم از جانب مادر صفوی نژاد است۔ در ریعان شباب قصدِ گلگشتِ ہندوستان کرد۔ و در عہد شاہجہانی درین دیار رسیدہ۔ بذریعہ حکیم داؤد مخاطب بہ تقرب خان کہ از امراء عمدۂ شاہجہانی بود باریاب محفل خلافت گردید۔ و نوئینان عظام نظر بہ نجابت خاندان طرف مراعات او نگاہ می داشتند۔ لیکن از بسکہ برندی و بیباکی مجبول بود۔ وسوائے نیز در سر داشت۔ و علانیہ مرتکب مناہی می شد۔ و با اعیان شوخیہا می کرد۔ از مرتبہ افتاد۔ و چون با تقرب خان ہم بے ادائیہا از حد گزرانید۔ خان مذکور او را بحبس فرستاد۔ تا در سنہ ستین و الف (۱۰۶۰) در دار الخلافہ شاہجہان آباد زندان ہستی را پدرود نمود۔

بهار سخنش چنین جوش ے زند ے

رسائی بین کہ چون برخیزد از جا قدِ رعنایش   فتد گیسوے او چون سایۂ شمشاد بر پایش

(۴۳) الٰہی - میر الٰہی

از سادات اسد آباد من توابع ہمدان است - کلامش لطافتے و عذوبتے دارد - و مذاقِ اہلِ لذتے خاص می بخشد -

در صفاہان بسیار بودہ - و با حکیم شفائی و آقا رضی صحبت داشتہ - آخر بہ نزہتکدۂ ہند شتافت و در سلک ملازمان شاہجہانی انتظام یافت - بسیار خوش خُلق و درویش مزاج بود - و نزد اکابر معزز و محترم می زیست -

فوتش در سنہ اربع و ستین و الف (۱۰۶۴) واقع شد غنی کشمیری این مصرع تاریخ یافت - مصرع بُرد الٰہی زجہان گوی سخن

سیف کلکش جوہرہا باین خوبی عرض می کند ے

زمانہ بسکہ مرا خاکسار مردم کرد   ز آب دیدۂ من می توان تیمم کرد

رباعی

از دوریت ای تازہ گلِ باغ مراد   چون غنچہ چیدہ خندہ ام رفتہ زیاد

گریان چو پیالۂ پُرم در کفِ مست   نالان چو سبوی خالیم در رہِ باد

(۴۴) یحییٰ - میر یحییٰ کاشی

شاعرے است احیاء معانی کارش - و جان در کالبد سخن دمیدن شعارش از ولایت خود در عصر صاحبقران ثانی شاہجہان رہگراے ہند شد و در ذیل ثنا طرازان شاہی منسلک گردید -

مُلا عبد الحمید مؤلف شاہجہان نامہ گوید :-

"غرۂ ذی القعدہ سنہ تسع وخمسین والف (۱۰۵۹) میر یحیی شاعر را صد مہر انعام شد انتہی"

وچون قلعہ ارک دار الخلافہ **شاہجہان آباد** باسائر عمارات بصرف مبلغ شصت لک روپیہ در سنہ ثمان وخمسین والف (۱۰۵۸) انجام گرفت۔ وصاحبقران وقت داخل شدن درین عمارات جشن عالی ترتیب داد۔ **میر یحیی** تاریخ بر آورد کہ ع

شد شاہجہان آباد از شاہجہان آباد
۱۰۵۸

دران جشن تاریخ از نظر شاہی گزشت و ہزار روپیہ صلہ مرحمت شد[1]

انتقال او در شاہجہان آباد یازدہم محرم سنہ اربع وستین والف (۱۰۶۴) اتفاق افتاد۔

نخل سخن باین نازکی می بندد ؎

بہ بوریا نہ نہی پا کہ از فقیران است — قدم منہ بہ نیستان کہ جای شیران است

ز روی آدمیت پند من ناصح نمی داند — کہ من با آن پری خو کردہ ام آدم نمی خواہم

مدہ ز دست گریبان گوشہ گیری را — کہ مومیائی پای شکستہ دامان است

ہرچہ یابم تا نیفشانم نمی گیرم قرار — در کف زال فلک سیم چون پرویزنم

نرمی بسیار خواہد بادرشتان ساختن — مغز خوشہا خورد تا در استخوان جا کردہ است

ہمچون غلاف گرد موافق یکی شوند — با تیغ شان زہم نتوان ساختن جدا

حبابم نیست بود چندان کہ یکشب با گلی باشم — شود چون روز روشن عمر چون شبنم نمی خواہم

ہر آن نی کا ز رود رناخن دل کرد بود آخر — برای فرش ایوان قناعت بوریا کردم

نیم از ناوک صیاد آگہ۔ اینقدر دانم — کہ جای دام اگر خواہی بجا کم میتوان کردن

دو لب دو ناخن مرد است تا بہم نرسند — گرہ ز خاطر خود وا نمی توان کردن

---

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۶۶۹ مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۸۹۱ء

(۴۵) دانش میر رضی بن میر ابوتراب رضوی مشهدی

شاعرِ عالی جناب است و معنی تازه یاب۔ زلال فکرش در کمال صفا و شیرینی و نهال بیانش در نهایت نازکی و دلنشینی۔

در عهد شاهجهان پادشاه با والد خود عازم هند گردید و در اشتیاقِ هند گفت ؎

راهِ دورِ هند پابستِ وطن دارد مرا — چون حنا شب در میانِ فتن بهندستان خوش است

بعد وصول هندوستان باریاب محفل شاهجهانی گشت۔ و در شعبان سنه خمس و ستین و الف (۱۰۶۵) قصیده در مدح پادشاه بعرض رسانید۔ و دو هزار روپیه صله عنایت شد۔ بیتے ازان قصیده این است ؎

بخوان بلند که تفسیر آیهٔ کرم است — خطے که از کفِ دستِ مبارکش پیداست

و چندے خود را در ملازمان شاهزادهٔ دارا شکوه در آورده به الطاف خاص نوازش یافت۔ شاهزاده را این بیت او که ؎

تاک را سرسبز کن ای ابر نیسان در بهار — قطره تا می میتواند شد چرا گوهر شود[۱]

بسیار خوش آمد و لک روپیه بهاے شعر مرحمت نمود۔

و ایامے در بنگاله با شاهزاده محمد شجاع بن شاهجهان نیز بسر برد۔ ازانجا رخت سفر به حیدرآباد دکن کشید۔ و نزد عبد الله قطب شاه والی آنجا اعتبار تمام بهم رسانید۔

میر ابوتراب والد میر رضی هم طبع نظم داشت و فطرت تخلص می کرد۔ و در حیدرآباد سنه ستین و الف (۱۰۶۰) بر بستر تراب خوابید۔ قبر او در دائرهٔ

---

[۱] مرآۃ الخیال صفحه ۲۵۸ مطبوعه کلکته۔

میر محمد مومن استرآبادی دیده شد۔ بر لوح مزار او کنده اند که این رباعی را دم آخر بنظم آورد[1]۔ رباعی

فطرت بنوروز گار نیرنگی کرد ننواخت بمهر خارج آهنگی کرد
آن سینه که عالمی درو می گنجید اکنون ز تردد نفس تنگی کرد

و رباعی دیگر از میر رضی که در فراق والد خود گفته هم بر لوح مزار میر ابوتراب تحت رباعی مذکور نقش است رباعی

دانش مکن اعتماد بر عمر دراز کاید بزمان کم بسر عمر دراز
گیرم که چو عیسی بفلک بر شده آید بچه کار بے پدر عمر دراز

آخر الامر سلطان عبد الله قطب شاه میر رضی را نائب الزیارة خود مقرر نموده در سنه اثنین وسبعین والف (۱۰۷۲) رخصت مشهد مقدس ساخت که در روضهٔ رضویه از جانب سلطان مراسم زیارت بتقدیم رساند و در ازاء این خدمت دوازده تومان تبریزی سالیانه از سرکار سلطان باو می رسید۔ نقل فرمان تقرر سالیانه در منشآت حاجی عبد العلی طالقانی که منشی سلطان عبد الله بود۔ بنظر رسید۔

انتقال میر رضی در سنه ست وسبعین والف (۱۰۷۶) واقع شد۔ منتخب دیوانش بملاحظه در آمد و این اشعار منتخب گردید۔

نمک شناس اسیران گر از قفس رستند به نخل خانهٔ صیاد آشیان بستند
روی ماه نو بروی بادهٔ گلگون بہ بین آب عمر افزا بنوش و حسن روز افزون ببین

[1] همین رباعی با دنی تغییر در مآثر الامرا جلد دوم صفحه ۵۸۸ مطبوعه کلکته در ترجمه علامهٔ فیضی مذکور است و وفات او در سنه یک هزار و چهار اتفاق افتاده میر ابوتراب در سنه یک هزار و شصت رو داده پس از اینجا باید فهمید که حقیقت حال این رباعی چیست۔

در بزم کم سپہر کہ جائے دگرم نیست — از حلقہ برون چون قدح می سفرم نیست
بتارِ ساز درین بزم نسبتے داریم — خوش اند اہلِ نشاط از ضعیف نالیہا
بر حذر از آفتِ ہم صحبتِ دیرینہ باش — کاش از اول نبودے شیشہ با سنگ آشنا
صفحۂ دشت بامداد رفیقان طی کن — چون قلم بے دو سہ یارے بسفر نتوان رفت
گشادہ روئیِ خوبان در آخرِ حسن است — درین چمن ہمہ جا موسم خزان باز است
متابِ رخ نفسے تا بجائے خود باشیم — چو عکسِ آئینہ ما زندہ از نگاہ تو ایم
شبِ عید است و می بنیم قدح در دست رنگینش — شبستانِ حنا امشب چراغ روشنے دارد

(۴۶) مسیح حکیم رکنا کاشی

مسیح و مسیحا و مسیحی تخلص می کند۔ شاعری ست عیسیٰ نفس۔ در تشخیص مزاج معنی زود رس۔ خادمِ طبیعتِ سخن۔ روح آفرین قوالب کہن۔

میرزا صائب نام اورا بتعظیم میگیرد و می گوید ؎

این آن غزلِ حضرتِ رکناست کہ فرمود — پائے ملخے پیش سلیمان چہ نماید

در فن طبابت نیز یدِ طولیٰ داشت۔ و آثارِ تخلص خود بظہور می رسانید۔

سالہا از مصاحبان خاص شاہ عباس ماضی بود۔ شاہ مکرر منزلِ اورا بپرتوِ قدوم برافروخت۔ آخر مزاج شاہی منحرف شد۔ حکیم کم التفاتی شاہ مشاہدہ کردہ از ولایت بر آمد و درین باب گوید ؎

گر فلک یک صبحدم با من گران باشد سرش — شام بیرون می روم چون آفتاب از کشورش

و خود را بدار الامن ہند کشید۔ و در آستانۂ اکبر بادشاہ بآسودگی می گزرانید[۱]۔

و در عہد جہانگیری نیز قرین کامرانی و باریاب محفلِ سلطانی بود تا آنکہ بتقریبے جانب

---

[۱] مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۲۸۳ مطبوعہ کلکتہ۔ ترجمہ رحمت خان۔

الہ آباد رفت۔ وچندے دران مصر رحل اقامت افگند۔

آخر بار سفر بصوب حیدرآباد دکن بربست۔ میر محمد مومن استرآبادی وکیل السلطنت محمد قلی قطب شاہ بدیدن حکیم تشریف آورد حکیم برسم تواضع شیشۂ گلاب را غلط کردہ شیشۂ شراب برمیر افشاند۔ میر آزردہ گشت وحکیم غرقِ عرقِ انفعال شدہ راہ بیجاپور گرفت۔ ودرانجا نیز زمانہ موافقت نکرد۔ ناگزیر بہ اردوی جہانگیری معاودت نمود۔ وبا مہابت خان ملازم گشت۔

چون صاحبقران ثانی شاہجہان براورنگ فرمانروائی برآمد حکیم قطعۂ تاریخی املا کردہ بعرض رسانید وبانعام دوازدہ ہزار روپیہ کامیاب گردید ازان قطعہ است

پادشاہِ زمانہ شاہجہان	خرم وشاد وکامران باشد
بہرِسالِ جلوس اوگفتم	درجہان بادتاجہان باشد

۱۰۳۷

ودر سنہ احدی واربعین والف (۱۰۴۱) بنا برکبرِسن التماس رخصتِ مشہد مقدس نمود۔ وقتِ رخصت بعنایت خلعت وپنج ہزار روپیہ کام دل اندوخت ودرین رفتن توفیق زیارتِ حرمین شریفین یافت وبایران دیار برگشت۔ آوجی نطنزی گوید

میانِ ہمنفسان خواستم مسیحا را	ہزار شکر کہ دیدم حکیم رکنا را
سفینۂ سخن از ورطہ برکنار آمد	گزر بساحلِ ایران فتاد دریا را
کہن شراب جوان نشۂ طبیعت او	نویدِ عمرِ طبیعی دہد احیا را
زمے مبادتہی دستِ ساقئے کہ رساند	بپای بوس صراحی پیالۂ ما را

بعد ادراک زیارت روضۂ رضویہ بجاذبۂ حب الوطن متوجہ کاشان گردید۔ وایامے توقف کردہ بہ ارادۂ درگاہِ شاہ صفی رو باصفاہان آورد وازشاہ چندان التفات نیافتہ بہ شیراز آمد۔ پس ازچندے باز رخت سفر بہ کاشان کشید۔

میرزا امینائی قزوینی مؤلف شاہجہان نامہ می طرازد کہ:-

"حکیم رکنا بعراق مراجعت نمودہ بدعائے دولت ابد پیوند مشغول گشت - و چون در"
"سلک مدحت سرایانِ این دودمانِ علیہ انتظام داشت - و وارد - در اکثر سنوات"
"و از روی مرحمت بہ انعامے یاد و شاد می فرمایند-"

وفاتش در سنہ ست وستین و الف (۱۰۶۶) واقع شد این مصرع تاریخ یافتہ اند[1]

رفت بسوی فلک باز مسیح دُوُم
۱۰۶۶ھ

کلیاتش قریب بصد ہزار بیت است - چون سخن چنین مرتب می سازد ؎

اگر خواہی کہ سنجی زور فقر و سلطنت باہم ۔۔۔ بجنبیہای فغفوری بزن کشکول چوبین را
سبزہ پایمال است در زیر درختِ میوہ دار ۔۔۔ در پناہِ اہلِ دولت ہست خواری بیشتر
در ہجر یکی و روز صبورم کہ از فراق ۔۔۔ چون شاخ نو بریدہ ندارم خبر ہنوز

رباعی

ہرگز نشدم بسوزنی بار کسے ۔۔۔ وین دیدہ ندوخت چشم بر تار کسے
صد شکر کہ در جہان نبستم ہرگز ۔۔۔ تحت الحنکی بقصد دستار کسے

(۴۷) حاذق حکیم حاذق بن حکیم ہمام گیلانی

واقفِ فن است و نبض شناس سخن - میرزا صائب بتضمین مصراع اوے پرواز دومی فرماید ؎

جواب آن غزلِ حاذق است این صائب ۔۔۔ بہار دیدم و گل دیدم و خزان دیدم

مولد حاذق فتحپور سیکری است[1] و در عہد جہانگیری بمنصبے شایستہ سرفرازی داشت - وچون حکیم ہمام باتفاق میر سید صدر جہان پہانوی در زبان اکبری

[1] مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۵۸۷ -

بسفارت عبداللہ خان والی توران نامزد شده بود۔ صاحبقران ثانی شاہجہان در سال اول جلوس خود حکیم حاذق را بہمان اعتبار نزد امام قلی خان والی توران رخصت فرمود۔ حکیم حاذق بعد ادای سفارت مراجعت نمود و از درگاہِ خلافت بمنصب سہ ہزاری و خدمت عرض مکرر بعرضِ امتیاز در آمد۔

و پایان عمر در مستقر الخلافہ اکبر آباد گوشۂ انزوا گرفت و بسالیانہ پانزده ہزار روپیہ از سرکار پادشاہی مؤظف گردید۔ و تا سنہ اربع و خمسین و الف (۱۰۵۴) سالیانہ او باضافہای متعدد پنجہل ہزار رسید۔

حکیم در شوال سنہ سبع و ستین و الف (۱۰۶۷) در اکبر آباد شربت فنا چشید۔

ادہم خامہ را باین روش جولان می دہد ؎

زگردشِ فلک اسرار مہر و مہ شد فاش | بیک کلاہ دو سر مشکل است پوشیدن
ما قدر جوانی چہ شناسیم کہ اوّل | تصویر کشان قامتِ ما پیر کشیدند
بقولِ من نرسیدہ است فعلِ من ہرگز | خوشا کسے کہ دراز است از زبان دستش

درینجا مجملے احوال سید صدر جہاں[1] کہ در ترجمۂ حاذق ضمناً مذکور شد بزبان خامۂ تقریبے جو جوالہ می شود

سید صدر جہاں

مولد و منشأ سید پہانی است بکسر بائے فارسی و یائے تحتانی در آخر قصبہ ایست از توابع لکھنؤ۔ سید فاضل جید بود۔ و طبعے ظریف و نکتہ سنج داشت۔

ابتداءِ حال بوساطت شیخ عبد النبی صدر بملازمت اکبر بادشاہ رسید و منصبِ افتاءِ ممالک محروسہ بر و قرار گرفت۔

و در سنہ اربع و تسعین و تسعمائہ (۹۹۴) پادشاہ او را باتفاق حکیم ہمام نزد عبداللہ خان والی توران بایلچی گری فرستاد بعد تقدیم سفارت معاودت نموده

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۳۴۸۔

درخطۂ کابل پادشاہ رادریافت۔

وپس ازچندے بعطاے منصب صدارت کل برصدر عزت نشست ورفتہ رفتہ بپایۂ امارت ومنصب دوہزاری متصاعد گشت

جہانگیر پادشاہ درایام شاہزادگی چہل حدیث درخدمت سید بخواند۔ شاہزادہ اورا بسیار دوست می داشت۔ روزی سید از قرضداری خود شکایت کرد۔ شاہزادہ با سید وعدہ فرمود کہ اگر نوبت سلطنت بمن می رسد۔ قرض شمارا ادا می کنم۔ یا ہر منصبے کہ خواہید میدہم۔ بعد جلوس سید را اختیار کرد۔ او منصب چہار ہزاری درخواست پادشاہ بمنصب مذکور نوازش فرمود۔ وصدارت را نیز بحال داشت۔ وقنوج را در اقطاع او تنخواہ کرد۔

سید محسن الزمان نافع الخلق بود۔ در صدارت عہد جہانگیری چندان مدد معاش بمستحقان مقرر نمود کہ **میرزا جعفر آصف خان** بعرض پادشاہ رسانید کہ آنچہ عرش آشیانی **اکبر پادشاہ** درعرض پنجاہ سال بخشید۔ سید درعرض پنج سال بمردم حوالہ کرد۔ صدو بیست (۱۲۰) سال عمر داشت۔ اصلاً درعقل و حواس او فتورے راہ نیافت[۱] انتقال او در سنہ سبع وعشرین والف (۱۰۲۷) واقع شد مشہور است کہ ہرگاہ سید بسفارت **توران** رفت پادشاہ وامراء آنجا سید را درفنون بسیارے امتحان کردند مثل خوشنویسی وتیراندازی وشطرنج وغیرہ سید درہرباب کامل عیار برآمد ومردم آن دیار را درحیرت انداخت

اما ملا قاطعی رسالہ درباب ایلچی گری حکیم ہمام و سید صدر جہان ترتیب دادہ دران رسالہ جمیع ہنرہا نسبت بہ حکیم ہمام نوشتہ اللہ اعلم مجلس کہ آن رانسبت بسید نقل کردہ۔ وسید برعلماء آنجا غالب آمدہ۔

---

[۱] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۳۴۸ تا ۳۵۱ مطبوعہ کلکتہ۔

(۴۸) فرج - مُلّا فرج اللہ شوستری

تازہ دماغ نشئہ زود رسی - و انجمن افروز سخن عربی و فارسی است - سید علی معصوم مکّی در سلافۃ العصر کہ تذکرۃ الشعراء عرب جمع کردہ احوال ملا را بطمطراق می نویسد[۱] و میرزا صائب مکرر او را در مقاطع یاد می کند - از انجملہ است ؎

ہمین ز خاک فرج کامران نشد صائب | کہ فیض ہم بظہور می از این جناب رسید

از وطن مالوف بسیر ممالک دکن خرامید - و در خدمت سلطان عبد اللہ قطب شاہ والی حیدر آباد منزلت و ثروت تمام بہم رسانید

پری زادان سخن را چنین تسخیر می کند ؎

مغان کہ دانۂ انگور آب می سازند | ستارہ می شکنند آفتاب می سازند

در ہوای بادۂ گلرنگ بینا بیم ما | سالہا شد کز ہوا داران این آبیم ما

از رہ بیابانگ ہرزہ درایان نمے روم | کے می دہد فریب صدائے جرس مرا

گر زیر سپہر کم عجب نیست کہ دریا | در زیر حباب آوفزون تر ز حبابست

ہمیشہ می خورم از خود شکست پنداری | کہ نیمۂ ز دلم شیشہ نیمۂ سنگ است

و از اشعار عربی اوست ؎

لَا غَرْوَ اِنْ لَمْ تُنْصِفِ الْاَیَّامُ لِیْ | اَلدَّهْرُ اِبْنُ عَطَا وَاِنِّی الرَّآءُ

وَ بِذَا اَجْرٰی طَبْعُ الزَّمَانِ وَاَهْلِهٖ | دَفْنُ الْکَلَامِ وَاَهْلُهٗ اَحْیَآءُ

اشارہ است بہ **واصل** ابن عطا معتزلی کہ الثغ بود یعنی حرف راء را نطق نمی توانست کرد - و نوعی سخن ادا می نمود کہ حرف راء در کلام او نمی آمد و عیب لثغہ بر سامعان منکشف نمی شد تا بحدے کہ ضرب المثل شد - و شعراء در اشعار خود استعمال کردند[۲]

---

[۱] سلافۃ العصر نسخۂ قلمی ورق ۳۸۸ فہرست کتب خانہ آصفیہ فن تراجم نمبر ۵۰ - [۲] ابن خلکان نمبر ۷۹۱ حرف الواو مطبوعہ یورپ و کامل مبرد صفحہ ۵۴۷ مطبوعہ یورپ -

ابو محمد خازن گوید در مدح صاحب ابن عباد وزیر ے

نَعَمْ تَجَنَّبَ لَا یَوْمَ الْعَطَآءِ کَمَا　　تَجَنَّبَ ابْنُ عَطَآءٍ لُثْغَۃَ الرَّآءِ

و دیگرے گوید ے

وَجَعَلْتَ وَصْلِی الرَّآءَ لَمْ تَنْطِقْ بِہٖ　　وَقَطَعْتَنِی حَتّٰی کَاَنَّکَ وَاصِلُ

(۴۹) احسن ـ ظفر خان

میرزا احسن اللہ نام[1] احسن تخلص بن خواجہ ابوالحسن تربتی ـ خواجہ در عہد اکبر بادشاہ وارد ہند شد و بوزارت شاہزادۂ دانیال و دیوانی دکن اختصاص یافت ـ و چون جہانگیر بادشاہ سریر آرا شد خواجہ را از دکن طلبیدہ اول بخدمت میر بخشیگری نواخت و آخر بتفویض وزارت اعلیٰ و منصب پنج ہزاری ممتاز ساخت و در سنہ ثلث و ثلثین و الف (۱۰۳۳) حکومت دار الملک کابل ضمیمۂ وزارت مقرر گشت و ظفر خان از جانب پدر بہ حکومت کابل مامور گردید ـ

وچون نوبت دارائی ہندوستان بہ صاحبقران ثانی شاہجہان رسید خواجہ را بمنصب شش ہزاری شش ہزار سوار سرفراز فرمود ـ

و در سنہ اثنتین و اربعین و الف (۱۰۴۲) صوبۂ کشمیر مرحمت شد ـ و نظر بر آں سفالی و دولت خواہی خواجہ را از رکاب جدا نمودہ ظفر خان را بہ نیابت پدر رخصت کشمیر فرمود ـ

وچون خواجہ نوزدہم رمضان سنہ اثنتین و اربعین و الف (۱۰۴۲) در سن ہفتاد سالگی ودیعت حیات سپرد ـ صوبۂ کشمیر اصالۃً بہ ظفر خان تفویض یافت و منصب سہ ہزاری و علم و نقارہ مرحمت گردید ـ

---

[1] مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۲۳۷ ـ

ظفر خان مدتے بہ حکومت کشمیر پرداخت۔ وملک تبت را مفتوح ساخت[۱]۔ و پایانِ عمر در دار السلطنت لاہور فروکش کرد و در سنہ ثلث وسبعین والف (۱۰۷۳) محمل بہ صحرائے فنا کشید

ظفر خان صاحب جوہر و جوہر شناس بود۔ و سرے بصحبت و تربیت ارباب کمال داشت۔ افتخارش ہمین بس کہ مثل میرزا صائب مادح آستانِ اوست۔

ظفر خان چند جا در مقاطع غزل میرزا را یاد می کند از انجملہ است ؎

طرز یاران پیشِ احسن بعد ازین مقبول نیست　　تازہ گوئیہای او از فیض طبع صائب است

ہشت عدد قصیدۂ میرزا در مدح ظفر خان بنظر در آمدہ میرزا تعریف سخندانی او بسیار می کند و پاس نمکخوارگی بجا می آرد۔

دیوان مختصرے از ظفر خان مطالعہ اُفتاد۔ از انجاست ؎

دلم بکوی تو اُمیدوار می آید　　نگاہ دار کہ روزے بکار مے آید

در گوشۂ میخانہ ہمین گفت و شنید است　　یاران برسانید دماغے شب عید است

در بتانِ ہند چون او دلبرِ خودکام نیست　　رام رامم گرچہ می گوید ولیکن رام نیست

شادم بدل شکستگیِ خود کہ پیشِ من　　قدرِ دلِ شکستہ چو زلفِ شکستہ است

گوشۂ چشمی اگر ساقی بما دارد بجاست　　عمرہا در گوشۂ میخانہ خدمت کردہ ام

(۵۰) آشنا۔ عنایت خان

میرزا محمد طاہر نام آشنا تخلص بن ظفر خان مذکور۔ در عہد شاہ جہانی منصب ہزار و پانصدی داشت۔ واحوال سی ساله شاہجہان را ملخص بقید قلم آورد[۲]۔

---

[۱] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۷۵۸۔ [۲] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۷۶۲۔

بعد جلوس خلد مکان در کشمیر زاویۂ عزلت گزید و در سنہ احدی و ثمانین و الف (۱۰۸۱) رخت بہ نہانخانۂ عدم کشید۔

دیوانش مشتمل بر قصائد و غزلیات و مثنویات و دیگر قسم شعر بنظر در آمد۔ مثنویہائے قصیر متعدد دارد و از انجملہ است ساقی نامہ۔ این بیت از آن است ؎

حکیمانہ ساقی بہ مجلس نشست | چرا نبض مینا نگیرد بہ دست

این چند بیت از غزلیات او فراگرفتہ شد ؎

الفت میانۂ دو ستمگر نمی شود | دندانِ مار قبضۂ خنجر نمے شود

بسکہ در راہِ فنا با خاک یکسان شد تنم | بینوا ہمچون غبار افشاند از پیراہنم

از حوادث گوہرِ مردانگی کمتر نشد | تیغ اگر در آب یا آتش رفت بے جوہر نشد

ہر دم نوید لطف دگر مے دہد مرا | دل مے برد ز دست و جگر می دہد مرا

گر بو نشم چو نافہ کشد آسمان بجاست | مو شد سفید و تیرگی دل ہمان بجاست

کشتئ بیت آور وقت گشتِ مہتاب است | مدعائے میخواران سیرِ عالم آب است

کدام چیز عزیزان ز بیگد یگر گیرند | بغیر این کہ ز احوال ہم خبر گیرند

بیا در روی تو تنہا کنم نظارۂ ماہ | ز رِ سفید بود از برائے روز سیاہ

خلقِ خوشت مرا بہ ثنا خوانی آورد | گل عندلیب را بسخندانی آورد

دولت بوقت تیرگیِ بخت نکبت است | جاروب وقتِ شام پریشانی آورد

تیرہ طبعان بسینہ صاف بد اند | ذوقِ آئینہ نیست بد رو را

ما بزندانِ غمت خو بانشستن کردہ ایم | گاہ گاہے نالۂ برخیزد از زنجیر ما

لقمۂ چرب خوشامد نکند رام مرا | دلِ من از سگِ کوی تو وفادار تر است

مرد را تن آسانی با عشق فنا گردد | زود بگسلد از ہم رشتۂ کہ بیتاب است

از بسکہ دستِ من ز تعلق بریدہ است | رنگِ گرفتہ را بہ حنا باز می دہد

سامانِ دل ز قطعِ تعلق شود زیاد — گل بیشتر دهد چو کنی شاخ را قلم
عقل ناچار کشد زحمتِ آلایشِ نفس — دایه پرهیز کند طفل چو بیمار شود
طرزِ آئینهٔ خوش نه کرد دلم — عیب پوشی به از نمد پوشی است
ز دور ساختنِ ابرام سفله گردد بیش — که زود رُستنِ مو از پی تراش بود
هر کجا بودم از آن شه صفت با خود داشت — هر گزم می نتوانست که بیخود سازد
تا درون پر بود از تفرقه دل وا نشود — چون پر آشوب بود شهر دکان نگشایند
چشم بسانِ آئنه در عیبِ خلق نیست — پیوسته همچو عکس خودم در کمینِ خویش
نیست نازک طینتان را طاقتِ سیمای خویش — دیدهٔ نرگس ندارد تابِ سیمای چراغ
چند چون رشتهٔ تسبیح شوی سرگردان — نتوان کرد سرِ رشته ز تقدیر برون

(۵۱) صائب۔ میرزا محمد علی تبریزی اصفهانی

امام غزل طرازان و علامهٔ سخن پردازان است۔ از ان صبحے که آفتاب سخن در عالم شهود پرتو افشانده معنی آفرینی باین اقتدار سپهر دوار بهم نرسانده۔ چنانچه خود گوے دعوی در میدان می اندازد و می طرازد ؎

ز صد هزار سخنور که در جهان آید — یکے چو صائب شوریده حال برخیزد

حامل لواے فصاحت۔ منشأ اعلاء کلمهٔ بلاغت۔ نور نجابت از ناصیهٔ کلامش پیدا و لمعهٔ شرافت از سیماے بیانش هویدا۔ فوج فوج مضامین برجسته منقاد جنابش خیل خیل معانی بیگانه بندهٔ حاضر جوابش۔ ذوق سلیم در حدیقهٔ اشعارش بنو برکردن مسرور ذهن صحیح در خزینهٔ افکارش بدولت تازه اندوختن مغرور۔ فکر نیرنگش موجد عبارات رنگین جعل بسیطش مخترع تراکیب دلنشین۔ زلال تقریرش در کمال روانی۔ لآلی تعبیرش در نهایت غلطانی پاے دقتِ خیال باوجِ کمال رسانیده۔ معهذا اصلا اثر تکلف گرد کلامش نگردیده۔

و این کیفیت در کلام فصحاء دیگر کمتر توان یافت۔

قصیده و مثنوی ہم دارد اما مشاطۂ فکرش بہ تزیین عروس غزل بیشتر پرداختہ۔ و این غزل رعنا را بطرز تازہ و انداز خاص جلوہ افروز ساختہ۔ چنانچہ خود می فرماید ؎

غزل گوئی بہ صائب ختم شد از نکتہ پردازان ۔۔۔ رباعی گر مسلّم شد ز موزونان سحابی را

ونیز می فرماید ؎

غزل نبود باین رتبہ ہیچگہ صائب ۔۔۔ نوائے عشق در ایام من کمال گرفت

و از جملہ شرائف اوصاف میرزا است کہ باوصف این جلالت شان از شعراء معاصرین و متقدمین ہر کرا در اشعار خود یاد کردہ بخوبی یاد کردہ و تیغ زبان را باز خم ہیچکس آشنا نساختہ و خود می فرماید ؎

بہ مور وقت سخن دست طرح دہ صائب ۔۔۔ گرت ہواست سلیمان این جہان باشی

پدرش از کدخدایان معتبر تبارزۂ عباس آباد اصفہان است میرزا در دارالسلطنت اصفہان نشو و نما یافت۔ و بہ کمتر فرصت درشش جہت عالم کوس سخندانی زد۔ و در عین شباب آخر عہد جہانگیری متوجّہ ہندوستان گردید۔ چون وارد دارالملک کابل گشت۔ ظفر خان کہ بہ نیابت پدر خود خواجہ ابوالحسن تربتی ناظم کابل بود میرزا را بہ کمند حُسن خلق صید کرد[1]۔ و لوازم قدر شناسی نوعے کہ باید بہ تقدیم رسانید۔ چنانچہ شمۂ ازین ابیات میرزا مستفاد می شود ؎

کلاہ گوشہ بخورشید و ماہ می شکنم ۔۔۔ باین غرور کہ مدحت گر ظفر خانم

ز نوبہار سخایش چو قطرہ ریز شوم ۔۔۔ قسم خورد بسر کلک ابر نیسانم

بلند بخت نہالا بہار تربیتا ۔۔۔ کہ از نسیم ہوا داریت گلستانم

حقوق تربیتت را کہ در ترقی باد ۔۔۔ زبان کجاست کہ در حضرتت فرو خوانم

[1] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۷۶۱۔

سامانِ دل ز قطعِ تعلق شود زیاد — گل بیشتر دهد چو کنی شاخ را قلم

عقل ناچار کشد زحمتِ آلایشِ نفس — دایه پرہیز کند طفل چو بیمار شود

طرزِ آئینہ خوشش نہ کرد دلم — عیب پوشی بہ از نمد پوشی است

زود رساختن ابرام سفلہ گردد بیش — کہ زود درستنِ مو از پے تراش بود

ہرکجا بود مرا نشہ صفت با خود داشت — ہرگزم می نتوانست کہ بیخود سازد

تا درون پر بود از تفرقہ دل وا نشود — چون پر آشوب بود شہر دکان نکشایند

چشم بسانِ آئینہ در عیب خلق نیست — پیوستہ ہیچو عکس خودم در کمینِ خویش

نیست نازک طینتان را طاقتِ سیمای خویش — دیدۂ نرگس ندارد تاب سیمای چراغ

چند چون رشتۂ تسبیح شوی سرگردان — نتوان کرد سر رشتہ ز تقدیر برون

(۵۱) صائب۔ میرزا محمد علی تبریزی اصفہانی

امام غزل طرازان وعلامۂ سخن پردازان است۔ ازان صبحے کہ آفتاب سخن در عالم شہود پرتو افشاندہ معنی آفرینی باین اقتدار سپہر دوار بہم نرساندہ۔ چنانچہ خود گوے دعوی در میدان می اندازد و می طرازد ؎

ز صد ہزار سخنور کہ در جہان آید — یکے چو صائب شوریدہ حال برخیزد

حامل لواے فصاحت۔ منشأ اعلاء کلمۂ بلاغت۔ نور نجابت از ناصیۂ کلامش پیدا و لمعۂ شرافت از سیماے بیانش ہویدا۔ فوج فوج مضامین برجستہ منقاد جنابش خیل خیل معانی بیگانہ بندۂ حاضر جوابش۔ ذوق سلیم در حدیقۂ اشعارش بنو بر کردن مسرور و ذہن صحیح در خزینۂ افکارش بدولت تازہ اندوختن مغرور۔ فکر نیر نگش موجد عبارات رنگین جعل بسیطش مخترع تراکیب دلنشین۔ زلال تقریرش در کمال روانی۔ لآلی تعبیرش در نہایت غلطانی پاے دقتِ خیال باوجِ کمال رسانیدہ۔ معہذا اصلا اثر تکلف گرد کلامش نگردیدہ

و این کیفیت در کلام فصحاء دیگر کمتر توان یافت۔

قصیده و مثنوی ہم دارد اما مشاطۂ فکرش بہ تزیین عروس غزل بیشتر پرداختہ۔ و این غزل رعنا را بطرز تازہ و انداز خاص جلوہ افروز ساختہ۔ چنانچہ خود می فرماید ؎

غزل گوئی بہ صائب ختم شد از نکتہ پردازان	رباعی گر مسلم شد ز موزونان سحابی را

و نیز می فرماید ؎

غزل نبود باین رتبہ ہیچگہ صائب	نوای عشق در ایام من کمال گرفت

و از جملہ شرائف اوصاف میرزاست کہ با وصف این جلالت شان از شعراء معاصرین و متقدمین ہر کرا در اشعار خود یاد کردہ بخوبی یاد کردہ و تیغ زبان را با زخم ہیچکس آشنا نساختہ و خود می فرماید ؎

بہ مور وقت سخن دست طرح دہ صائب	گرت ہواست سلیمان این جہان باشی

پدرش از کدخدایان معتبر تبارزۂ عباس آباد اصفہان است۔ میرزا در دار السلطنت اصفہان نشو و نما یافت۔ و بہ کثر فرصت در شش جہت عالم کوس سخندانی زد۔ و در عین شباب آخر عہد جہانگیری متوجہ ہندوستان گردید۔ چون وارد دار الملک کابل گشت۔ ظفر خان کہ بہ نیابت پدر خود خواجہ ابو الحسن تربتی ناظم کابل بود میرزا را بہ کمند حسن خلق صید کرد[۱]۔ و لوازم قدر شناسی نوعے کہ باید بہ تقدیم رسانید۔ چنانچہ شمۂ ازین ابیات میرزا استفادہ می شود ؎

کلاہ گوشہ بخورشید و ماہ می شکنم	باین غرور کہ مدحت گر ظفر خانم
ز نوبہار سخایش چو قطرہ ریز شوم	قسم خورد بسر کلک ابر نیسانم
بلند بخت نہالا بہار تربیتا	کہ از نسیم ہوا داریت گلستانم
حقوق تربیت را کہ در ترقی باد	زبان کجاست کہ در حضرتت فرو خوانم

---

[۱] ماثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۷۶۱۔

توپای تخت سخن را بدست من دادی — تو تاج مدح نهادی بفرق دیوانم
زروی کرم توجوشید خون معنی من — کشید جذب تو این لعل از رگ کانم
توجان زدخل بجا مصرع مرادادی — تو در فصاحتے دادی خطاب سحبانم
ز دقت تو معنی شدم چنان باریک — که میتوان بدل مور کرد پنهانم
چو زلف سنبل ابیات من پریشان بود — نداشت طرۂ شیرازہ روے دیوانم
تو غنچہ ساختی اوراق باد بردۂ من — وگرنہ خارنمے ماند از گلستانم
تو مشت مشت گهر چون صدف بمن دادی — چو گل تو زر بسپر ریختی بدامانم

چون حکومت کابل در اوائل جلوس صاحبقران ثانی شاهجهان به لشکرخان تفویض یافت - وظفر خان به ادراک عتبۂ خلافت شتافت میرزا نیز به رفاقت ظفر خان به سیر هند خرامید

چون رایات صاحبقران در سنہ تسع وثلثین والف (۱۰۳۹) جانب دکن باهتزاز درامد - میرزا با ظفر خان در رکاب موکب سلطانی سرے بدیار دکن کشید از انجا کہ شهر برهان پور گرد بسیار دارد میرزا در حق این شهر مے فرماید ؎

توتیا ساز د غبار اگرہ و لاهور را — چشم من تا خاک مال گرد برهان پور خورد

و چون سید لشکر محمد عارف از مشاهیر اولیا درین شهر آسودہ اند توجیه گرد از خاطر فقیر چنین برخاست ؎

فتاد بسکہ گذر لشکر محمد را — غبار خیز بود کوچهاے برهان پور

و در ایام اقامت برهان پور پدر میرزا خود را از ایران به دیار هندوستان رسانید تا او را بوطن مالوف برد - چون خبر قدوم پدر بمیرزا رسید - قصیدۂ در مدح خواجه ابوالحسن انشا کرد و رخصت وطن التماس نمود و در آنجا می گوید ؎

شش سال بیش رفت کہ از اصفهان بهند — افتادہ است توسن عزم مرا گذار

هفتاد ساله والد پیر است بنده را   کز تربیت بود بمنش حق بیشمار
آورده است جذبۀ گستاخ شوق من   از اصفهان به اگره و لاهور اشکبار
زان پیشتر کز اگره بمعمورۀ دکن   آید عنان گسسته تر از سیل بیقرار
این راه دور را ز سر شوق طے کند   با قامت خمیده و با پیکر نزار
دارم امید رخصتی از آستان تو   ای آستانت کعبۀ امید روزگار
مقصود چون ز آمدنش بردن من است   لب را بحرف رخصت من کن گهر نثار
با جبهۀ کشاده تر از آفتاب صبح   دست دعا بدرقۀ راه من برآر

اتفاقاً موکب صاحبقران عنقریب در سنه احدی و اربعین والف (۱۰۴۱) از دکن به اکبرآباد عطف عنان نمود- هژدهم محرم سنه اثنین و اربعین والف (۱۰۴۲) ظفر خان را حکومت کشمیر به نیابت خواجه ابوالحسن مفوض گردید- میرزا محمل سفر با ظفر خان بربست و پس از گلگشت کشمیر جنت نظیر عازم ایران دیار گشت و تا آخر ایام حیات نزد سلاطین صفویه مکرم و مبجل زیست- و در مدائح ایشان قصائد غرا پرداخت-

وفاتش در سنه ثمانین والف (۱۰۸۰) اتفاق افتاد و در اصفهان مدفون گردید و غزل میرزا که مطلعش این است ؎

در هیچ پرده نیست نباشد نوای تو   عالم پر است از تو و خالیست جای تو

بر طبق وصیت بر سنگ مزار او که یک قطعۀ سنگ مرمر است کنده شد

راقم الحروف گوید ؎

عندلیب نغمه پرداز فصاحت صائبا   رفت ازین عالم بسوی روضۀ دارالسلام
خامۀ آزاد انشا کرد سال رحلتش   بلبل گلزار جنت صائب عالی کلام
۱۰۸۰ھ

دیوان میرزا قریب هشتاد هزار بیت بخط ولایت بنظر رسیده و میرزا سعی وتتبع

غزل متفرق بخط خاص بر حواشی آن نسخهٔ قلمی فرمودهٔ اشعارش عالمگیر است و مستغنی از تحریر۔ چند بیت بنا بر التزام پیرایهٔ این مقام می شود ؎

زبانِ لاف رسوا می کند ناقص کمالان را ‌ ‌ ‌ که رو بر خاک مالد پرفشانی بسته بالان را

نه از رویِ بصیرت سایهٔ بالِ هما افتد ‌ ‌ ‌ سیه مست است دولت تا کجا خیزد کجا افتد

از تماشایِ پریشانِ جهان دلگیر باش ‌ ‌ ‌ والهِ یک نقش چون آئینهٔ تصویر باش

هیچ همدردی نمی یابم سزائے خویشتن ‌ ‌ ‌ می نهم چون بید مجنون سر بپایِ خویشتن

رنگین تر از حناست بهار و خزانِ ما ‌ ‌ ‌ بر دستِ خویش بوسه زند باغبانِ ما

جلوهٔ برق است در میخانه هشیاری مرا ‌ ‌ ‌ از پیے تغییر بالین است بیداری مرا

می خورد با دیگران مستانه بر ما بگذرد ‌ ‌ ‌ در فرنگ این ظلم و این بیداد حاشا بگذرد

ای که فکرِ چارهٔ بیماریِ دل مے کنی ‌ ‌ ‌ نسبتِ خود را بچشم یار باطل می کنی

عشق سازد ز هوس پاک دلِ آدم را ‌ ‌ ‌ دزد چون شحنه شود امن کند عالم را

سخت می خواهم که در آغوش تنگ آرم ترا ‌ ‌ ‌ هر قدر افشردهٔ دل را بیفشارم ترا

از جوانی داغها در سینهٔ ما مانده است ‌ ‌ ‌ نقشِ پایِ چند زین طاؤس بر جا مانده است

ز پیری حرصِ دنیا نفس طامع را دوبالا شد ‌ ‌ ‌ گدا را کاسهٔ دریوزه از کوزی مثنی شد

پا از گلیمِ خویش نباید دراز کرد ‌ ‌ ‌ تیغِ ستم به بین چه بزلف ایاز کرد

که حالِ دردمندان پیشِ چشمِ یار می گوید ‌ ‌ ‌ که حرفِ مرگ بر بالین این بیمار می گوید

اهلِ کمال را لبِ اظهار خاموشی است ‌ ‌ ‌ رمنّت پذیر ماه تمام از هلال نیست

ای خوبیِ امید باین دستگاهِ حُسن ‌ ‌ ‌ این یک دو بوسه گر نه شماری چه می شود

رمزی ست ز پاسِ ادبِ عشق که مرغان ‌ ‌ ‌ شب نوبتِ پرواز به پروانه گزارند

نقشِ پایِ رفتگان هموار سازد راه را ‌ ‌ ‌ مرگ را داغِ عزیزان بر من آسان کرده است

مکن اعانتِ ظالم ز ساده لوحیها ‌ ‌ ‌ که تیغ سنگ فسان را سیاه می سازد

درطلب مابے زبانان اُمّتِ پروانه ایم — سوختن از عرض مطلب نزد ما آسان تر است

عقل کامل می شود از گرم و سردِ روزگار — آب و آتش می کند صاحب برش شمشیر را

زصدق و کذب سخن سنج را گزیری نیست — چو صبح تیغ جهانگیر ما دو دم دارد

باخبر باش که دل از خم زلفت نبرد — دُرِّ گوشِ تو یتیمی است که در عالم نیست

مصرعِ رنگین بمطلع می رساند خویش را — هر که کسبِ آدمیت کرد آدم مے شود

ماحجاب آلودگان را جُرأتِ پرواز نیست — گرد سر گردیدنِ ما گردِ دل گردیدن است

صفای سینه مرا در حرم کند قندیل — چه شد برون ز فرنگ آمد است شیشهٔ ما

نیرنگ چرخ [illegible] گلِ رعنا درین چمن — خونِ دل از پیالهٔ زر می دهد مرا

صائب ز ملائک مطلب رتبهٔ انسان — آئینهٔ بے پشت چه دیدار نماید

(۵۲) غنی - مُلّا محمد طاهر اشئوی کشمیری

اشئی قبیله ایست از قبائل معتبر کشمیر - از بدو شعور در حلقهٔ درس مُلّا محسن فانی کشمیری تلمذ نمود - چون طبع بلند داشت در کمتر روزگار حیثیتے شایسته بهم رسانید - آخر بغواصی بحر سخن اُفتاد و جواهرے که بنقد جان توان خرید بیرون آورد - میرزا صائب کلام او را تضمین می کند و می فرماید ؎

این جواب آن غزل صائب که می گوید غنی — یاد ایامی که دیگ شوق ما سرپوش داشت

غنی بغناء طبیعی مجبول بود و باوصف بے دستگاهی بحضور خاطر بسر می برد - ازینجاست که غنی تخلص میکند

مُدّةُ العُمر در شهر خود گزرانید - و در سنه تسع و سبعین و الف (۱۰۷۹) دامن از عالم سفلی برچید

دیوانش سائر و دائر است - چند بیت بنا بر ضابطه ثبت اُفتاد ؎

عاشقان را جنبشِ مژگانِ چشمِ یار کشت　　عالمے را اضطرابِ نبضِ این بیمار کشت

تونگر را نه زیبد لب بخواهش آشنا کردن　　چون نبود دست خالی بدنما باشد دعا کردن

سیلی نخوری تا ز کفِ اہلِ زمانه　　چون مہرۂ شطرنج مرو خانه بخانه

تا توانی عاشقِ معشوقِ ہر جائی مشو　　می کند خورشید سرگردان گلِ خورشید را

سایه گر سایۂ کوه است سبک می باشد　　کسبِ تمکین نکند سفله ز اربابِ وقار

با تو نزدیکیم ولے دورم ز فیضِ عام تو　　موم در زیرِ نگین خالی ست از نقشِ نگین

از گذشته شدن چہرۂ عاشق نشود زرد　　این داغ به پیشانیِ سیماب نہادند

در دمِ صبح غنی پیرِ فلک مے گوید　　که قضا نان دہد آن وقت که دندان گیرد

نیست چون مہرۂ نردم ہوسِ قصرِ بلند　　خانه ام ساخته از ریختنِ رنگ بود

خاطرِ او از غبارِ لشکرِ خط جمع نیست　　ہر دم آن زلفِ پریشان شانه بینی می کند

رفتیم سوی یار و ندیدیم روی یار　　مانند رہروے که رود سوے آفتاب

گر تیغ بر سرم رود از جائے روم　　لیکن چو کوه ناله ز زخمِ زبان کنم

غنی چو سایۂ مرغِ پریده در رهِ شوق　　اگر بخاک بیفتم نیفتم از پرواز

چشمِ کرم مدار ز شاہان که جز نمد　　آئینه خلعتے ز سکندر نیافت است

از نزاکت او فتد مضمونِ من　　گر بمضمونِ کسے پہلو زند

چراغِ مجلسم نبود مرا تابِ جدل با کس　　اگر در پیشِ من دم میزنی خاموش می گردم

ز مضمون بردنِ یاران نمی باشد غمے مارا　　چنان بستیم معنی را که نتواند کسے بردن

سعی بہر راحتِ ہمسایہا کردن خوش است　　بشنود گوش از برای خوابِ چشم افسانه را

راقم الحروف راہم مضمونے مناسبِ مضمونِ غنی بہم رسیده که ؎

محنتِ ہمسایہا بر خود گرفتن خوش نماست　　از برای چشم بینی زیر بارِ عینک است

مخفی نماند که چنانچه گوش از استماعِ افسانه افادۂ خوابِ چشم می کند حظ خود ہم

که سمع قول مرغوب باشد مستوفی می گیرد۔ بخلاف بینی که عینک را حسبةً لله بر می دارد۔ و برای نفع همسایه دیده و دانسته خود را در شکنجه می کشد۔

(۵۳) ناظم هروی

عمدهٔ ناظمان جواهر معانی۔ و زبدهٔ گهر نبدان عرائس سخندانی است. در خدمت عباس قلی خان ولد حسن خان شاملو اعتبار عظیم داشت و همت بفیض رسانی مردم می گماشت

برهان استعدادش مثنوی "یوسف زلیخا"[۱] ست که یوسف سخن را از چاه و زندان وارهاند و بمصر بلند پایگی برده بر تخت نشاند. اتمام این کتاب در سنه اثنین و سبعین والف (۱۰۷۲) شده است سنبل شعرش کاکلے می افشاند ے

خواہم که زخشتِ بدعملِ زہد پے کنم — تسبیح تا زیانهٔ گلگون مے کنم

زسیرِ باغ و زندان بر نیاید کام سودایم — نه شاخ سنبلے بر سر نه زنجیری است در پایم

کنی تا چند خواب ای مستِ غفلت نالهٔ سر کن — سحر مینای دل بگشا دماغ دیدهٔ تر کن

پیالهٔ می ازین شیوه آبرو دارد — بدستگیری افتادگان ز پا منشین

قطرهٔ آبی کف خونی شد و بر خاک ریخت — آدم خاکی چه ظرف از عالمِ ایجاد بست

بیقراری عضو عضوم را بکامِ دل رساند — زخم تیغت بر تنم چون ماه نو سیاره شد

بسکه از بے اعتباریهای خود شرمنده ام — آنچنان سوی تو می آیم که گویا مے روم

(۵۴) واعظ میرزا محمد رفیع قزوینی

نوادهٔ ملا فتح الله واعظ قزوینی است۔ پایهٔ تعریفش از آن رفیع تر که بسلم قلم

---

[۱] این مثنوی از بسکه نادر الوجود است و در کتب خانهٔ آصفیه حیدر آباد دکن موجود۔

توان رسید۔ و نثر فۂ توصیفش از ان بلند تر کہ ببال اوراق توان پرید لآلی منظوماتش درکمال خوش جلائی۔ و جواہر منثوراتش در نہایت بیش بہائی۔

حجّت کمالش کتاب **ابواب الجنان** است کہ قماش سخن را در نہایت نازکی بافتہ۔ و باتفاق جمہور کتابے باین خوش بیانی در باب مواعظ ترتیب نیافتہ۔ اما عمرش باتمام این کتاب وفا نکرد۔ فرزندش **میرزا محمد شفیع** کہ تلمیذ والد خود است مجلد ثانی بہ انجام رسانید۔ این مجلد در بیان فضائل اعمال است لیکن بہ آن رنگینی و خوش انشائی نیست

مطالعۂ دیوان واعظ طبع را در اہتزاز آورد۔ این چند غزال از ختن او بخرامش مے آید ؎

از زبانِ کلکِ نقاشان شنیدم بارہا	بے زبانِ نرم کے صورت پذیرد کارہا
این قدر طولِ امل رہ میدہی در دل چرا	مصحفِ خود را باین خط می کنی باطل چرا
آزادہ بھراہی کس بند نگردد	خاصیّتِ سرو است کہ پیوند نگردد
بریدن از جہان سرمایۂ از زندگی باشد	کہ افزون قیمتِ شمشیر از بُرّندگی باشد
حرفے اگر بعاشق بیتاب مے زند	شرمش طپانچہ بر گلِ سیراب مے زند
سر برون آورد عکس از روزنِ آئینہ گفت	فیضِ صحبت می تواند سنگ را آدم کند
نیک خواہان در جہان مکروہ طبعِ مردم اند	جز ترش روئی نہ بیند شربت از بیمارہا
روزگار آخر ستمگر را استمکش مے کند	شیشہ می سازد مکافاتِ شکستن سنگ را
اگر خورشید رُخسارِ تو در پیشِ نظر باشد	چو ماہِ نو ز پیری می روم سوی جوانیہا
دست بر داشتنِ وقت دُعا ایمائیست	کہ شفاعتگرِ ما پیشِ خدا دستِ تہی است
ز ابنای جنس خود بحذر باش زانکہ آب	با آن سرشتِ پاک بآئینہ دشمن است
فروتنی بخدا زود تر کند نزدیک	کہ زود قطع شود راہ چون سر از یر است

فیض پروانگی محفلِ ما چون نکند | کہ چراغش زصفائی قدم یاران است
غم گوارا تر بود آزادگان را از سرور | آب تلخی بیدرا باشد بہ از آب نبات
سخنوری نتوان بے سخن شنو کردن | سخن بگوش بود بیش از زبان محتاج
شود از عزل۔ طبع ظالم معزول ظالم تر | کمان رازہ گرفتن بیشتر پر زور می سازد
آزاد نیستند بدولت رسیدگان | گردید پاے بند نگین تا سوار شد
گر تہی دستی نہ و آعظ مایۂ دیوانگی است | چیست باعث کز درختان بید مجنون میشود
گشت داغم دلنشین تر در ہواے نو بہار | زانکہ بہتر مہر گردد صفحہ چون نم مے شود
باشد از بے خانمانان برگِ عیشِ اغنیا | زندگانی شہر از پہلوی صحرا مے کند
یاد گیر از بید مجنون شیوۂ اُفتادگی | گر گذارند اڑہ بر فرقِ تو سر بالا مکن
ظالم چو اُفتد از کار اُستادِ ظالمان است | سر حلقۂ کمانہاست چون شد کبادہ
صد حیف کہ ما پیرِ جہان دیدہ نبودیم | روزیکہ رسیدیم بہ ایّام جوانی
ظاہر آرائی نباشد شیوۂ روشن دِلان | میرد آتش از برائی جامۂ خاکستری
نیست جز خجلت از احباب تہی دستان را | بیدرا جز عرقِ بید نباشد ثمرے

(۵۵) رفیع میرزا حسن

شاعرِ رفیع المقدار و منشی کامل عیار بود۔ اصلش از قزوین است۔ مدتہا باقامت مشہد مقدس سعادت حاصل کرد لہذا بہ مشہدی شہرت گرفت

بعد از آن کہ منازل علوم رسمی طی کرد و دستمایہ فنون بہم رساند۔ نزد نذر محمد خان والی بلخ رفت۔ و بمنصب انشا امتیاز یافت۔

آخر عازم ہند شد و چہاردہم رجب سنہ اربع و خمسین و الف (۱۰۵۴) بآستان بوس صاحبقران ثانی شاہ جہان دولت تازہ اندوخت و در ملازمت اول بخلعت

و انعام سه هزار روپیه کامیاب گشت- و در سلک بندگان درگاه در آمد- و در جشن وزن شمسی بیست و چهارم ربیع الاول سنه ست و ستین و الف (۱۰۶۶) مثنوی تهنیت جشن بعرض رسانید- و مبلغ هزار روپیه بر سبیل جائزه مرحمت شد-

و در عهد عالمگیری بخدمت دیوانی و بیوتاتی کشمیر مامور گردید- انجام کار بعد از کبر سن از نوکری استعفا نمود و از سرکار پادشاهی وظیفه تقرر یافت- و در دار الخلافه شاهجهان آباد وظیفه حیاتش منقطع گردید-

عندلیب قلم زمزمهٔ او می سراید ؎

آنها که خواب راحت بر خود حرام کردند　　چون شمع کار خود را یک شب تمام کردند

سهل باشد لذت خاری که در پیراهن است　　داغم از ماهی که او را خارها جزو تن است

دل منه بر الفت دشمن که تا گرم است آب　　گرچه می جوشد با آتش لیک با او دشمن است

خار را آتش توان زد تا نگیرد دامنے　　من نمیدانم علاج خار دامنگیر چیست

نیم بسمل شده فرعی بکف آرم که مرا　　در خور حالت خود نامه بر در کار است

بدام زلف تو عالم تمام در بند است　　کسی که باز بود دیدهٔ تماشائی است

قفای آینه را به ز روی آینه دان　　که رو برو نشود با کسے که خود بین است

(۵۶) ناصح میرزا عرب تبریزی

نکته طراز ممتاز است و مصداق ترانهٔ عندلیب شیراز که مصرع

"هر آنچه ناصح مشفق بگویدت بپذیر"

یعنی کلام او شنیدنی است- و جرعهٔ جام او چشیدنی-

میرزا صائب مکرر شعر او را تضمین می کند و در مقطعی می فرماید ؎

زین جواب آن غزل صائب که ناصح گفته است　　تا لب ساغر بخون من گواهی می دهد

فی الجملہ تحصیل کردہ در عباس آباد متوطن بود۔ وبشیوۂ تجارت اشتغال داشت۔
اشعار بسیار از ناصح بنظر رسیدہ۔ سواد کلامش سرمہ درچشم ورق می کشدے

به سرمه رام نگردد بد چشم جادویش — که از دو میل سیاهی رمید آهویش
در زندگی برگ کشیده است کار ما — خواب گران ماشده سنگ مزار ما
درحقیقت دلِ بیرحم ندارد مغزے — پستہ را کہ نباشد لبِ خندان پوچ است

رباعی

نادان غلطش ز رستی رائے خود است — بے قدریش از پستی کالای خود است
بر مرکب چوبین چو شود طفل سوار — خوش راهی و بدراهیش از پای خود است

(۵۷) سالک محمد ابراہیم قزوینی

سالکِ مسالک خوش بیانی۔ ومخترع عجائب وغرائب معانی است مدتے در صفاہان اقامت داشت۔ وباصاحب کمالان آنجا سرگرم صحبت بود۔
آخر عازم ہندوستان گردید وبواسطۂ ربط قدسی وکلیم سرمایۂ جمعیتے اندوخت وبوطن مانوس مراجعت کرد۔ خویشان او آنچہ داشت ہمہ را واکشیدند۔
ناگزیر کرت ثانی خود را بہ ہندوستان رسانید ومدتے اقامت گزید وباز بجاذبۂ وطن بہ قزوین برگشت۔ وہمانجا در گزشت۔
عنبرِ کلامش چنین بو می دہدے

مهروکین شوخیِ چشمانِ ترا آئین است — این دو بادام یکے تلخ و گر شیرین است
چه ذوق چاشنیِ درد عافیت جو را — که شیر هم شکر آب است طفل بدخو را
عرقِ سعی محال است بجائے نرسد — ابر را آبلۂ دست گهر می گردد
فرصت به پشیمانیِ قاتل ندادہ ایم — گلگون دوانده بردهم شمشیر خون ما

استخوانِ من و مجنون بہ تفاوت بردار — اے ہما چاشنیِ دردِ فراموش مکن
بے برگیِ من فسکرِ سرانجام ندارد — چون شمع تمام است بیک ترک کلاہم

(۵۸) سالک یزدی

رہ نوردِ قلمرو خوش مقالی است و تیز روِ جادۂ باریک خیالی۔
آغاز حال در شیراز بود۔ شانہ رنگ می کرد۔ آخر بکسوت درویشان برآمدہ سرے بہ صفاہان کشید۔ و چندے رحل افگند۔
از انجا بولایت دکن اُفتاد و در خدمت قطب شاہ والی حیدرآباد می گزرانید چون طائفۂ مغلیہ را از انجا برآوردند بدار الخلافہ شاہجہان آباد آمد۔ مُلّا شفیعائی یزدی بپاس ہموطنی رعایتِ بسیار نمود۔ و در سنہ ست وستین و الف (۱۰۶۶) بہ ملازمت صاحبقرانِ ثانی شاہجہان رسانید۔ و در سلک مدحت گزاران منتظم ساخت۔
مُلّا شفیعائی یزدی مخاطب بہ دانشمند خان در عہد شاہجہانی بمنصب سہ ہزاری فائز بود۔ و در زمان عالمگیری بمنصب پنج ہزاری و والا مرتبۂ میر بخشیگری متصاعد گشت و در سنہ احدی و ثمانین و الف (۱۰۸۱) درگزشت۔[1]
سہیل طبعش عقیق سخن را چنین رنگ می دہد ؎

درہوائے عشق پروردم دلِ دیوانہ را — چون سپند از بہر آتش سبز کردم دانہ را
آشنائی کہنہ چون گردید بے لذّت بود — کوزۂ نو کیدو رونے سرد سازد آب را
نواہی نالۂ نے می رسد بغارتِ ہوش — تو برق تازیِ این نے سوار در یاب
در خور خیچ بود خلل زہیدانِ قضا — نرود تا نفسے کے نفسے می آید

[1] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۳۰۔

زبانِ ہرزہ درایان توان بزر می بست   کہ پنبہ سرمۂ خاموشی جرس باشد

(۵۹) صیدی میر صیدی طہرانی

صید بند وحشیانِ خیال است ودام نہ فراوان غزال۔ فرع شجرۂ سیادت است وصاحب انواع حیثیت۔

از صفاہان بہ ہند خرامید وپنجم ربیع الاوّل سنہ خمس وستین والف (۱۰۶۵) بہ ملازمت صاحبقران ثانی شاہجہان مباہی گشت وقصیدۂ کہ بمدح شاہی پرداختہ بود بعرض رسانید۔ ہزار روپیہ صلۂ قصیدہ مرحمت شد مطلعش این است ؎

زہے جہانِ خدارا سپہر عدل وکرم   بز بر سایۂ قدرِ تو نیّرِ اعظم

سرخوش گوید:۔ روزے جہان آرا بیگم بنت شاہ جہان بسیر باغ صاحب آباد می رفت۔ میر صیدی از بام سرِ راہ ببانگ بلند مطلع خود برخواند[۱] ؎

برقع برخ افگندہ برد ناز بباغش   تا نکہتِ گل بیختہ آید بہ دماغش

بیگم شنیدہ مسرور گردید۔ وپنجہزار روپیہ صلہ عنایت فرمود۔

دیوان صیدی بمطالعہ درآمد۔ قصاید در مدح صاحبقران شاہجہان دارد و مثنوی در تعریف کشمیر موزون ساختہ در صعوبت راہ کشمیر گوید ؎

زبیمِ جان درو صد جا زیادہ   شود از باد بوی گل پیادہ

توان بہمتِ مردان دو صد سپاہ شکست   بزور خود نتوان گوشۂ کلاہ شکست

درعشق ہر کہ ہست مہیاّ جنگ ماست   بر روی ما کسیکہ نہ استاد رنگ ماست

ما کہ باشیم کہ در بزم تو داخل باشیم   دولتِ ماست کہ حسرت کشِ محفل باشیم

ہر کہ خواہد نظرِ بد بہ جمالِ تو کند   آن قدر عمر نیابد کہ خیالِ تو کند

---

[۱] نتائج الافکار صفحہ ۴۰۲ مطبوعہ مدراس سنہ ۱۸۴۳ء۔

تنها نگشته بی تو زبانم بکام بند | چون رنگِ گل شد است شرابم بجام بند
مارا به برگ سبز کجا یاد می کند | آن گل که منع بوی خود از باد می کند
صیاد ما بنای ستم تازه کرده است | مرغی که پر شکسته شد آزاد می کند
غم زبی مهری او نیست که یکچند نهال | سایهٔ مرحمتِ خویش پریشان دارد
کمتر از برگی نباید بود در تسخیر دل | می کند از خود نهالی را که پیوندش کنند
میانِ آشتی و جنگ هم مقام خوش است | تغافلِ نگه آمیز صد ادا دارد
خود را بچشمِ آینه دیدی و سوختیم | با آنکه اضطراب مرا عذر خواه شد
صورتِ دیوارهم در عالمِ خود زنده است | هر کسے را جامهٔ هستی برنگے داده اند
مرد بے برگ و نوا را سبک از جائے مگیر | کوزه بی بسته چو بینی بدو دستش بردار
چو غنچهٔ که بگلشن شگفته باشد فرد | ز گلرخان بتو دارد نظر بهارِ امروز
نقص عشق است که از خار بنالد بلبل | نسبتِ هرچه به گلزار رسد گل باشد
چشمت هنوز از صفِ مژگان بقتل عام | سان در زمینِ آینه بیند سپاه را
هرچه می گویم از آن نامِ تو مطلب باشد | که مرا تندیِ خوے تو معمائی کرد

(۶۰) ماہر میرزا محمد علی اکبرآبادی

شاعر یست ممتاز در نظم و نثر سحر طراز۔ نقد عمر تا دم آخر در خریداری متاع گرانمایهٔ سخن صرف کرد۔ و با کلیم و قدسی و صاحب طبعانے که بعد ازین دکان تازه گوئی چیده اند صحبت داشت۔

بدایت حال ملازم شاهزاده دارا شکوه بود و مرید خان خطاب داشت و چندے در رفاقت دانشمند خان شفیعا شاه جهانی بسر برد۔

آخر کار همه را دست زده بر پوست تخت درویشی نشست۔ و قلمرو قناعت و

آزادی تسخیر نمود۔

سرخوش در تذکرۂ خود گوید کہ:—

"روزے فقیر گفت۔ نواب دانشمند خان میر بخشی و ہمت خان تن بخشی ہر دو بر حال شما "مہربان اند چرا منصب شایستہ نمی گیرید۔ خندہ کرد و گفت بہ ترک دنیا مشہور شدہ ام۔ ودم "از فقیری می زنم۔ اگر المحال باز رغبت بہ دنیا نمایم بآن زن ہندو می ماند کہ با شوہر مردہ برائے "سوختن رفتہ باشد۔ آتش سوزان دیدہ خواہد کہ بگریزد۔ کناسان بچوبہا سرش را شکستہ "بسوزانند۔ فقر باستقلال داشت و تا زندہ بود بہ جمعیت و فراغت بود۔

راقم الحروف آزاد گوید کہ فقیر را با نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید خلف الصدق نواب آصف جاہ طاب ثراہٗ ربط عجیبی اتفاق افتادہ بود و موافقتے کہ بالاتر از ان متصور نباشد دست بہم داد۔ چون نواب نظام الدولہ بعد رحلتِ پدر بر مسندِ ایالتِ دکن نشست بعض یاران دلالت کردند کہ حالا ہر رتبہ کہ خواہید میسر است اختیار باید کرد و وقت را غنیمت باید شمرد۔ گفتم آزاد شدہ ام۔ بندۂ مخلوق نمی توانم شد۔ دنیا بنہر طالوت می ماند غرفۂ ازان حلال است زیادہ حرام۔ و این شعر فرد خواندہ شد؎

درین دیار کہ شاہی بہر گدا بخشند	غنیمت است کہ ما را ہمین بما بخشند

وفات ماہر در سنہ تسع و ثمانین و الف (۱۰۸۹) واقع شد۔ صاحب دیوان ضخیم و مثنوی ہائے متعدد است۔ و مثنوی مختصر در مدح جہان آرا بیگم دختر صاحبقران ثانی شاہ جہان گفتہ بتوسط عنایت خان آشنا تخلص نزد بیگم فرستاد ست؎

بذاتِ اوصافِ کردگار است	کہ خود پنہان و فیضش آشکار است

بیگم را خوشش آمد۔ و پانصد روپیہ صلہ فرستاد۔

لہ نتائج الافکار صفحہ ۳۹۲ مطبوعہ مدراس سنہ ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۶ء۔

اما در کلیات نعمت خان عالی مثنوی شانزده بیت در تاریخ عمارت زیب النسا بیگم دختر خلد مکان بنظر رسیده - در آن مثنوی بیت مذکور هم هست - توارد افتاده باشد ماهر در مثنوی گوید در نعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ـ

گرچه آورد پیش ازین عیسیٰ ... مردہ را دوبارہ در دُنیا
از رہِ معجز آن جہانِ کرم ... عیسیٰ آرد دوبارہ در عالم

چشم چگونه دیدنِ رویت ہوس کند ... نظارہ بر چراغِ تو کارِ نفس کند

حاسدِ اہل سخن داغ ز حسن سخن است ... انتقامِ پدر از خصم پسر می گیرد

(۱۱۱) فیاض - مُلا عبدالرزاق

لاہجی الاصل قمی الوطن - مصنف کتاب "گوہر مراد" تلمذ بخدمت حکیم صدرای شیرازی نمودہ و در عقلیات و نقلیات دستگاہ عالی بہم رساندہ وجلو اندیشہ را بسمت سخن طرازی نیز عطف می ساخت ـ

دیوانش محتوی بر قصائد و مقطعات و غزلیات و ساقی نامہ و دیگر نوع شعر بنظر رسید - قصائد طولانی فراوان در مدح ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم و اُستاد خود حکیم صدرای شیرازی - و استاذ الاستاذ میر باقر داماد استرآبادی - و در مدح شاہ صفی صفوی و اُمراء عصر دارد و در حق ہند گوید ـ

حبّذا ہند کعبۂ حاجات ... خاصہ یارانِ عافیت جو را
ہر کہ شد مستطیعِ فضل و ہنر ... رفتنِ ہند واجب است او را

سوی زلفش می کشد آشفتہ سامانی مرا ... می کند تکلیف ہندستان پریشانی مرا

سرِ او داغ کہ از کوی یارِ برخیزد ... نشستہ ایم کہ از ما غبار برخیزد

اثر ندیدہ دل از حرف مہربانیِ تو ... چہ شمع تابکی این گرمیِ زبانیِ تو

زشیرین بود خسرو خوشدل فرہاد زان خوشتر — کہ دارد دلبران خوش باشد و بیداد زان خوشتر

سنگ بالین کن و آنگہ مزۂ خواب بہ بین — تا بدانی کہ چہ در زیر سر مردان است

ہزار حج کند ار باغبان باین نرسد — کہ وقف مشہد بلبل کند گلستان را

قسمت ما زین چمن بارِ تعلق بود و بس — سرو را نازم کہ آزاد آمد و آزاد رفت

دریاب این اشارہ کہ شاہانِ نامجو — نامِ بلند خود بہ نگینی سپردہ اند

ہرکس کہ زخم کاریِ ما را نظارہ کرد — تا حشر دست و بازوی او را دعا کند

بیک زخم دگر جانِ مرا در اضطراب افگند — نمی دانم چسان معذور دارم قاتلِ خود را

(۶۲) تجلّی - مُلّا علی رضا اردکّانی

از کدا حد ازادگان اردکان من اعمال فارس است - بعد ازان کہ قدم در مرحلۂ سنّ شعور گزاشت بہ ارادۂ تحصیل علم بہ اصفہان رفت - و نزد آقا حسین خوانساری کہ از مشاہیر نحاریر است تلمذ نمود و تحصیل را بپایۂ تکمیل رسانید - آنگاہ عازم کشور ہند گردید - علی مردان خان ولد گنج علی خاں کہ در سال یازدہم جلوس شاہ جہانی از قندھار بہند آمد و بمنصب ہفت ہزاری و خطاب امیر الامرائی سرمایۂ مباہات اندوخت - مقدمِ او را گرامی داشت و بہ تعلیم فرزند خود ابراہیم خان مقرر نمود - و رعایتِ فراوان بعمل آورد - و ہمچنین سائر اُمراء ایران با او مہربانی و گرمجوشی بتقدیم می رسانیدند -

بعد چندے ہوای وطن اصلی در حرکت آمد - و ازین دیار بہ صفاہان معاودت نمود - شاہ عباس ثانی مشمول رافت ساخت - و در شہور سنہ اثنتین و سبعین والف (۱۰۷۲) قریہ از مضافات اردکان در سیورغال او عنایت فرمود -

و در سنہ ثلث و ثمانین والف (۱۰۸۳) شاہ سلیمان صفوی او را بہ درگاہ

طلب کرد۔ وبحضور مجلس خود اختصاص بخشید۔ از ان وقت در صفاہان مقیم بود۔ وبر جادۂ ذکر علم وتالیف فنون مستقیم۔ تا آنکہ منزلِ خاموشان شتافت۔

شاعرِ خوش خیال معنی یاب وبطالع شہرت کامیاب است۔ دیوان غزل وقصائد دارد۔ ومثنوی معراج الخیال او مشہور است منتخب دیوانش بنظر درآمد و این چند بیت به تحریر رسید ؎

خیالش چون شود خمیازہ فرمای بر و دوشم | لبالب می شود چون ہالہ از مہتاب آغوشم
در رہِ محمل نشینانِ وفا واپس مباش | تا توانی بوی گل گردید خار و خس مباش
خواہم چو بہلہ با تو دمی ہمرہی کنم | دستے بران میان زدہ قالب تہی کنم
بیا کہ بنگر بہ چشم نظارہ زندانی است | نگہ بدیدہ چو زنّار در سلیمانی است
ہر چہ آید در نظر آئینہ دارِ ناز اوست | کفر و ایمان چون دو چشم از یک ادا در گردش است
نفسِ بد را گر رسد فیضے نصیب دیگر است | آنچہ با زنبور می ماند ہمین نیش است وبس

(۶۴۳) اشرف مُلّا محمد سعید

پسر مُلّا محمد صالح مازندرانی است وصبیہ زادہ مُلّا محمد تقی مجلسی فاضلِ صاحب جودت بود۔ وشاعرِ والاقدرت۔ طبع چالاکش معانی تازہ بہم می رساند۔ و عجائب گلہا در جیب ودامن سامعہ می افشاند۔

در آغاز جلوس خلد مکان بہ ہند رسید۔ وبہ ملازمت سلطانی استسعاد یافت۔ وبہ تعلیم زیب النساء بیگم دختر پادشاہ مفخر گردید۔ مدتے باین عنوان بسر برد۔ آخر حبّ الوطن مستولی گشت۔ وقصیدہ در مدح زیب النسا بیگم مشتمل بر درخواست رخصت بنظم آورد۔ در انجا می گوید ؎

یکبارہ از وطن نتوان بر گرفت دِل | در غربتم اگرچہ فزون است اعتبار

پیشِ تو قرب و بعد تفاوت نمی کند — گو خدمتِ حضور نباشد مرا شعار
نسبت چو باطنی است چه دہلی چه اصفهان — دل پیشِ تست تن چه به کابل چه قندهار

و در سنه ثلث و ثمانین و الف (۱۰۸۳) به اصفهان معاودت نمود۔ و کرت دیگر قائدِ روزگار زمام اورا جانب هند کشید و در عظیم آباد پتنه با شهزادهٔ عظیم الشّان بن شاه عالم بن خلد مکان که در آخر عهد جد خود نظم آن صوبه می پرداخت۔ بسر می برد۔ شهزاده خیلی طرف مراعات او نگاه مے داشت۔ و بنابر کبر سنِ در مجلسِ خود حکم نشستن کرده بود۔

ملّا در پایان عمر ارادهٔ بیت اللّٰه کرد و خواست که از راهِ بنگاله در جهاز نشسته عازم مقصود شود۔ امّا در شهر مونگیر از توابع پتنه منزل اول اجل در رسید۔ و او را بعالم دیگر رسانید۔ قبرِ ملّا در آنجا مشهور است۔

میرزا محمد علی دانا

اولاد او در بنگاله می باشند۔ میرزا محمد علی دانا تخلص پسر ملّا محمد سعید مردے فاضل و شاعر بود۔ و در مرشد آباد فوت کرد۔ چند ورق اشعار بخط خودش بنظر در آمد۔ از انجا فرا گرفته شد ؎

تا سینهٔ ما نیست رسا ناوکِ نازت — کوته نظری حیف ز مژگانِ درازت
دل ز من رم کرده در ابروے جانان مانده است — یاد من کے می کند در طاق نسیان مانده است
زان دل از کشمکشِ هند پریشان مانده است — که ز هر روپیه ده ماشه بما خوا باند است
تهمت چو بدر شود با دلم چه خواهد کرد — هلالِ یک شبهٔ ابروت کتانم سوخت

دیوان ملّا محمد سعید اشرف بمطالعه در آمد۔ انواع شعر قصیده و غزل و مثنوی و قطعه و غیرها دارد۔ و همه جا حرف بقدرت می زند

وقتے زیب النساء بیگم پرستارے را برائے ملّا فرستاد که در خدمت خود نگاه دارد۔ ملّا نا محظوظ شد و قطعه طویلے در مذمت پرستار نظم کرده به زیب النسا بیگم

ارسال داشت - اولش این است ؎

قدردانشور شناسا نور چشم عالما   ای که هرگز قدرت هم چشمیت حورا نداشت

درین قطعه آیهٔ کریمه قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی را جائے آورده که نمی توان بر زبانِ قلم گزراند - خدا داند در جزای این بی ادبی بچه عقوبت گرفتار خواهد گشت - ازینجا ست که حق تعالٰے می فرماید اَلشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ -

این چند بیت از غزلیات او ایراد می شود ؎

اشکے که راز عشق بگوید فشاندنی است   طفلے که خوش محاوره افتد نماندنی است

سبحه گردانی به هنگام پریشانی کند   عاقل از بیمایگی دولاب گردانی کند

از غم افلاس اوقاتم به بیهوشی گزشت   چون چراغ مفلسان عمرم بخاموشی گزشت

در ایران نیست جز هند آرزو بے روزگاران را   تمام روز باشد حسرت شب روزه داران را

حیات از صحبت افسردگان نابود می گردد   که چون فصل زمستان شد نفسها دود می گردد

مهر خود را از تو ای بے مهر کے خواهم برید   تا جوانی عاشقم چون پیر گردیدی مرید

بدنیا چون در آید آدمی بدبخت می گردد   هوا چون در میانِ مشک آید سخت می گردد

نشانِ پلّهٔ میزان نگر که از تمکین   بلند ساخته پا در برابرِ خود را

کشی اگر رهِ باریک آدمیت سر   مده ز کف چو رسن باز لنگرِ خود را

ساقیا ساغر بگردش آر تمکین وا گذار   کشتیِ دریا کشان را لنگرے در کار نیست

گر نگین نیست نگین دانِ طلا را عشق است   حسن لیموی آن آبله رو هم بد نیست

گشت مستغنی ز وصل اشرف بیادِ عارضش   همچون آن حافظ که مصحف را تمام از بر نوشت

کاهلان را جز لگد کوبِ حوادث چاره نیست   می کند مالیدگی سستیِ اعضا را علاج

غافلان را چرک دنیا نیست زینت در لباس   جامهٔ تصویر از روغن مصفا تر شود

در جوانی روشِ حالت پیری دارم ‏ چون گلِ زرد بهارم بخزان می ماند

همچو درویشے که شیرینی برِ منعم برد ‏ عاشقان پیشِ تو اول جان سپاری میکنند

جاهلان اهل جهان را تیر روی ترکش آند ‏ فرد چون گردید باطل جلد دفتر می شود

رفته رفته آبرو را میبرد طرف ساز غضب ‏ آب را چندانکه جوشانند کمترے شود

جمالِ نازنینِ نو خطم ماند مرقع را ‏ که خطش در کمالِ خوبی و تصویر هم دارد

نقره چون انگشتری گردید می پیچد بلعل ‏ می شود در وقتِ پیری حرص دنیا بیشتر

مرد را خلقِ نکو کم ز نجابت نبود ‏ موم خوشبو چو شود هست چو عنبر ممتاز

کار خود کن راست چون فوّاره بے امداد غیر ‏ خود نهالِ خویش خود آبِ روانِ خویشتن باش

طفل صاحب حسن را در خانه بودن بهتر است ‏ اشکِ رنگینم نمایان گر نباشد گو مباش

چو برگِ لاله نشیند گر دهم عشّاق ‏ بحصه کردنِ داغِ تو در میانهٔ خویش

چو نور چشمِ ضعیف از نظارهٔ عینک ‏ شود ز ساغرِ مَی خاطرِ پریشان جمع

درد سر بیمار را بسیار دادن خوب نیست ‏ از نگاهِ ناتوانِ او بچشمک ساختم

همچو چشمی در دناکے کز فروغ آید بهم ‏ کلبه ام تاریک گردد از چراغِ دیگران

کام شیرین نکنم از قیِ زنبور عسل ‏ سر بزرگی نتوان کرد ز شانِ دگرے

بوقتِ عرضِ مطلب قفل خاموشی بلب دارم ‏ چو آن شخصے که در خمیازه گیرد بر دهان دستے

(۶۴) راقم میرزا اسعد الدین محمد مشهدی

راقم نقوش غریبه و ناظم جواهر عجیبه است - میرزا صائب سخن او را تضمین می کند و می گوید

این جواب آن غزل صائب که راقم گفته است ‏ تیغ دائم آب در جو دارد و خون می خورد

پدرش خواجه غیاثا به هندوستان تجارت می کرد - و میرزا اسعد الدین محمد

درخدمتِ اسلام خان مشہدی شاہ جہانی معزز و محترم بسر می بُرد۔

آخر بدار السلطنت صفاہان عود کرد۔ اول وزیر ہرات شد۔ بعد ازان وزیر مجموع ممالک خراسان۔

شوکت بخاری مادحِ اوست و مدتے با او بسر بُرد

دیوان راقم پیش ازین بنظر رسیدہ بود۔ در وقت تحریر بدست نیامد۔ عرائس افکارش بر منصۂ ورق جلوہ می نماید ؎

ہمیشہ بست و کشادِ من از ہنر باشد   کلید و قفلِ صدف ہر دو از گہر باشد

گرہ ز ناخنِ تدبیر کی کشادہ شود   کہ از کلید غلط بستگی زیادہ شود

بس بود در سفرِ کعبۂ مقصد ما را   نوشتۂ رہ قدمے چند کہ برداشتہ ایم

(۶۵) شوکت بخاری (محمد اسحٰق)

معنی یابِ دقت آفرین۔ وگلدستہ بندِ خیالات رنگین است۔ از عنفوانِ شعور زلفِ سخن را شانہ کشید۔ وچہرۂ عرائس معانی را غازۂ تازہ مالید۔

دراصل صراف پسرے است از بخارا۔ ہمانجا نشو و نما یافت۔ و بنقادی نظر خداداد طلای جیّد در بازار نکتہ سنجے رائج ساخت

وقتے اُوزبکے او را رنجانید[۱]۔ دکّان را برہم زدہ ترکِ وطن گفت و رختِ ہجر بہ مشہد مقدس کشید و ناصیۂ سعادت بآستان سائی روضۂ رضویہ منوّر ساخت

وصحبت او با میرزا اسعد الدّین وزیر ممالک خراسان بر آمد و سالہا با او بسر بُرد۔ وقصائد غرا در مدحِ او پرداخت۔ در یکے از قصائد می گوید ؎

ستارۂ فلکِ اقتدار سعد الدّین   کہ سعد اکبر از و کرد استفادۂ نور

---

[۱] نتائج الافکار صفحہ ۲۴۲ مطبوعہ مدراس ۱۲۵۳ھ۔

بیاضِ شعر و سوادِ خطِ ترا نازم | که به زشامِ هرات است و صبحِ نیشاپور

روزے مرزا اسعدالدین کسی را در طلب شوکت فرستاد۔ شوکت دران وقت بیدماغ بود۔ جواب داد۔ میرزا آزرده شد۔ و با حضّار گفت یاران به بینید۔ من با شوکتا چه بد کردم۔ این حرف به شوکت رسید۔ متاثر شد و این بیت فرو خواند؎

مِنتِ اکسیر ما را زنده زیرِ خاک کرد | از طلا گشتن پشیمانیم ما را مس کنید

همان ساعت همه را پشتِ پا زد و نمد درویشی در بر کرد۔ و سرے بصوب اصفهان کشید۔ و بقیه عمر در دارالامانِ انزوا بسر آورد۔

چاشنی درد و مذاقِ شکستگی بمرتبهٔ اتم داشت۔ میر عبدالباقی صفاهانی نقل کرد که من در اصفهان بودم که شوکت بخاری تشریف باصفهان آورد۔ اکثر بخدمت او می رسیدم۔ گاہے اتفاق ملاقات نیفتاد که او را بے گریه دیده باشم۔ و اعزه که با او عمرها یار بودند می گفتند که تا او را دیده ایم چنین دیده ایم۔

شوکت اکثر مضامین اِدّعائی می بندد۔ و معانی وقوعی کم دارد چنانکه بر ناقدانِ عیارِ سخن مبرهن است۔

گلگشتِ دیوانش اتفاق افتاد[1] و این چند بیت در سلکِ تحریر درآمد؎

در از بیگانگی شوخی بروی آشنا بندد	که از وحشت بشامِ دیدهٔ آهو حنا بندد
در شامِ غمِ خویش مرا صبحِ امید است	گر نقشِ نگین تیره بود نام سفید است
از برای سرخروئی سعی بیش از پیش کن	چون گلِ رعنا خزان را زیرِ دستِ خویش کن
نفس از بدن رہے سوی آن آشنا نه یافت	بو کرد خاک را سگ و راہے بخانه یافت
خونِ من صد بار می ریزی و می بندی حنا	نیست دلگیری دمے از کشتن و بستن ترا
تبا شد آسمان را آفتے از لامکان سیران	خطر از رنگ می بیرون ز دنها نیست مینا را

[1] دیوان شوکت بخاری قلمی نایاب در کتب خانه آصفیه حیدرآباد دکن موجود۔ ش۔

یکمشت استخوان شدم از بس گرفته است | چون کعبتین داغ تو از شش جهت مرا
وقت آن شد که سبکروحیم از دست برد | چون حنای سر ناخن شده ام پا به رکاب
دیده و دادید بود مایهٔ سرگردانی | گردش عیدهٔ مرا سنگ فلاخن کرده است
ماتم و شور جهان دست بهم داده اند | خندهٔ مینای مے گریهٔ مستانه است
هیچ مرگے نبود سخت تر از خود بینی | پیش صاحب نظران آینه خشت لحد است
می توان دادن از ان کنج دهن کام مرا | آرزویم گرچه بسیار است از کم بیش نیست
غنیمت است جوانی که موسفید شدن | بقدر فرصت یک شیر گرم کردن نیست
عشق معشوق چو شد حسن کند تسخیرش | شیشهٔ سرو پری زاد ز قمری دارد
هستی جاوید باشد ماتم خود داشتن | خضر پیراهن ببرگ خویش آبی می کند
خودآرا شوخ زاهد مشربی افگنده از پایم | که دستش سبحه از تخم گل رنگ حنا دارد
بود کوچک ولے سرمایهٔ عزت بزرگان را | اگر دریا کند گرد آوری خود را گهر باشد
قیمت گوهرم افزون زنگه می گردد | گردش چشم خریدار کند غلطانم
سخن را قطع کن تا قطع راه دل توانی کرد | که من از قرص مهر خامشی زاد سفر دارم
طمع در مذهب آزاد مردان کفر می باشد | چرا گیرم ز ناصح پند آخر همتے دارم
بمردن هم نیفتد از بلندی رتبهٔ نامم | برنگ مردهٔ فیروزه تابوت از نگین دارم

رباعی

در دهر کسی که ارجمندی دارد | عیبش مکن ار چه خودپسندی دارد
از بس گردی فتاده ایجاد زمین | هر کس بمقام خود بلندی دارد

(۶۶) قاسم - قاسم دیوانه مشهدی

در عنفوان سن تمیز به اصفهان رفت و به تحصیل علم اشتغال ورزید و در علم

شباب رو بہ ہندوستان آورد- ومدتے درین دیار بسر برد و در دار الخلافت
شاہجہان آباد رخت بوادی خاموشان کشید

دیوانش بملاحظہ در آمد- و این چند بیت پیرایۂ تحریر پوشید

می طپید دل در برم از شوخیِ سیارۂ
چشم داغم می پرد می آید آتش پارۂ

لب خموش وشکوه در دل چارۂ ما کردنی است
مانند در منزل کلید وقفل در وا کردنی است

می شود ہر چند نیکو یار بدخو می شود
ناز چون برخویش بالد چینِ ابرو می شود

رقمے از خط مشکین تو تحریر نشد
دو جہان زیر و زبر شد زبر و زیر نشد

خامۂ بوقلمون در کفِ اندیشہ گداخت
رنگ آخر شد و نیرنگ تو تصویر نشد

قاتل دو کار در حقِ ما کرد روزِ قتل
دستم گرفت و خونِ مرا پایمال کرد

رسد لافِ تجرد قاصدِ صحرا نوردے را
کہ مانندِ نگاہ از خانۂ خود فرد برخیزد

چون نسخۂ دقیق بہ نزدیک کم خرد
از دیدن تو آئینہ را خواب می برد

فسردہ دل ہمہ شب داغہای من شمرد
چو مفلسے کہ زرِ دیگران حساب کند

باین طراوت اگر بگذری بکوچۂ نقاش
برائی ماہی تصویر فکر دام نماند

کار مژگانِ تو از گوشۂ ابرو آید
بر کمانِ تو چرا منتِ ترکش باشد

بے مشقت نبود قطع تعلق قاسم
رشتہ ہر چند ضعیف است گسستن دارد

اگر از حق پرستانی بتاب از خلق رویِ دل
کہ شکل آدمی بت را خدای آدمی سازد

بسکہ بے روی تو دشوار نظر باز کنم
مژہ موئے ست کہ از داغ جدا می گردد

طفل بے پروا آمیزش نمی داند کہ چیست
می کند کم خانۂ آئینہ تماشائش ہنوز

خدا داند کہ سر از دیدہ یا از دل برون آرد
ز مژگان شوخ ترخاری کہ من در پای خود دارم

درین چمن ثمرِ نخلہاے بیوندم
فتادہ است بہ شاخِ دگر رسیدنِ من

باش ہموار کہ آسیب درشتی نہ کشی
صافیِ آئینہ بیکار کند سوہان را

رتبهٔ حرفِ سخنور ز سخن سنج بپرس | خبر از قیمتِ گوہر نبود دریا را
رازِ دل نتوان بزور از مرد بینا واکشید | آب کے بیرون تراود از فشارِ آئینہ را

(۶۷) طغرا۔ ملّا طغرای مشہدی

طغرای منشورِ استعداد است و فروغِ پیشانی قابلیت خداداد۔ طرح نثر بطور نو انداختہ و لآلی عبارات را بجلای تازہ نظر فریب جوہریان ساختہ از ولایت خود بسواد اعظم ہند خرامید۔ و یکچند در ظلِ عنایت شاہزادہ مراد بخش بن شاہ جہان پادشاہ بمراد دل کامیاب گردید۔

و در رکاب شاہزادہ بسیر ممالک دکن پرداخت۔ آخر در کشمیر جنّت نظیر گوشۂ انزوا گرفت و ہمانجا بمقر اصلی شتافت۔ و در نزدیک قبر ابو طالب کلیم مدفون گردید۔ طغرای کلامش بہ این خوش نقشے صورت می بندد؎

دلا چو شمع رگِ گردنے ملائم کن | ز بہر دادنِ سرپائے خویش قائم کن
کج نیابد کام دل بے اتفاقِ راستان | تا بلقرپانت شود با تیر سے ساز د کمان
کلاہ فقر ز ترکِ گل و گیاہ مکن | بغیر ترک ہوا صرف این کلاہ مکن
اگر چو آینہ سر تا قدم شوی ہمہ چشم | بسوی دوست نگر سوی خود نگاہ مکن
گدای عشق گرت جانشینِ خویش کند | نشستہ باش و تواضع بہ پادشاہ مکن
عروسان را بسوی حجلہ نتوان برد بے سازے | بہ آوازِ دف و نے دخترِ رز را بمینا کن
باید چو برق خندہ زنان از جہان گزشت | نتوان چو ابر بر سرِ دنیا گریستن
موی سیہ کا فتد ز سر ہرگز نمی گردد سفید | از عیش غربت کی کند پیری تصرف در جوان
سایہ می افتاد از طغرا در ایام شباب | پیر چون شد می خورد از سایہ طغرا بر زمین
مینا بپای ساغر چون سر نہد بہ سجدہ | چیزے دگر نخواہد غیر از دعائے یاران

درسه فصلِ عمر باید سر بجیبِ غم کشید   تا توانی همچو گل یک فصل خندان زیستن
شاید به بیند آنچه بما کرد آسمان   از دودِ آه سرمهٔ چشمِ ستاره کن

(۶۸) مخلص (میرزا محمد کاشانی)

از عالی تلاشانِ خطهٔ کاشان است۔ قیاس صحیحش منتج مضامین تازه و کلام ملیحش مفید حلاوتِ بے اندازه۔

دیوان غزلش بنظر رسید۔ سیر تمامش از تنگی فرصت اتفاق نیفتاد چند بیت عجالة الوقت فراگرفته شد ؎

کرده بیجا دلم از طرّهٔ جانا نه جدا   دستِ مشاطه الٰهی شود از شانه جدا
نظر بنامهٔ این خاکسار نیست ترا   دماغ خواندنِ خطِّ غبار نیست ترا
چه لازم در مقامِ بحث با دشمن میان بستن   نمی باشد سلاحی بهتر از تیغ زبان بستن
چگونه خواجه باسمِ سخا عَلَم گردد   که چون سوال کنی حاتم اصم گردد
ما چون قلم سخن بزبانِ دگر کنیم   چون کارِ ما بحرف رسد گریه سر کنیم
این خواریئے که بر سرِ کویِ تو می کشیم   هرگز نشد که نقل بجای دِگر کنیم
قدرت بیجا نشد مشهور در عالم به رعنائی   تخلص بیشتر شهرت کند از نام موزون را
ز عصیان لب گزیدن در جوانیها نمک وار   ازین نعمت چه لذت می بری چون ریخت دندانها
چون گرفتی بیت شاعر در عطا سستی مکن   تا کسے مضطر نباشد کے فروشد خانه را
بدستِ غیر دادی ساعدِ چون نقرهٔ خامت   بقربانِ سرت گردم مکن این خام دستیها
هست تا محشر بپای بیگناهے یک قدم   امن بودن می کند نزدیک راهِ دور را
حدِّ هر آلہ بدستور نیست در قانونِ عقل   چوب از مضراب می باید خرِ طنبور را
نمود نامِ نکویِ تو عالمے تسخیر   اگرچه غیر نگین نیست یک سوار ترا

می شود دور ز نقاش چو شد نقش تمام | هر قدر کار تو صورت نپذیرد خوب است
بیگانه وار می گذری از سواد چشم | ای نور دیده حبّ وطن در دل تو نیست
حالتم با دانۂ تسبیح در ذکرش یکی است | هر که نامش بر زبان آرد برد از جا مرا

(۶۹) موسوی[ل] - موسوی خان میرزا معز الدین محمد

از اجلۂ سادات قم - و چراغ دودمان امام ہفتم است - و صبیہ زادہ میر محمد زمان مشهدی کہ سرآمد علمای مشهد مقدس بود

موسوی خان از عنفوان شعور دامن سعی اکتساب علوم برزد - و اوائل کتب در وطن خود تحصیل کرد - و در ریعان شباب با پدر خود میرزا فخرا برہم زده - بدار السلطنت صفاہان شتافت و ده سال در حلقۂ درس آقا حسین خوانساری تلمذ نمود - و جادۂ عقلیات و نقلیات نور دیده خود را باقصی حدود کمال رسانید -

و در سنہ اثنتین و ثمانین و الف (۱۰۸۲) تشریف بہ ہندوستان آورد و خلد مکان بواسطۂ جوہر ذاتی و نسبتی مورد الطاف ساخت - و تزویج صبیۂ شاه نواز خان صفوی و سلف ساختن با خود فرق عزتش برافراخت - اول بدیوانی صوبۂ عظیم آباد - پٹنہ مامور گردید - اما صحبتش با بزرگ امید خان ناظم پٹنہ پسر امیر الامرا شائستہ خان برنیامد - چہ بزرگ امید خان از جلالت خاندان خود دماغ بر فلک داشت - و میر از رشتۂ سلفیت پادشاه و علاوه فضل و کمال سر بہ تبعیت ناظم فرو دنمی آورد - آخر ناچاقی صحبت ایشان بسمع پادشاه رسید - میر حضور طلب شد -

---

ل مآثر الامرا جلد ۳ صفحہ ۶۲۳ - مطبوعہ کلکتہ ۱۸۹۱ء -

ودر سنه تسع وتسعین والف (١٠٩٩) بخطاب موسیٰ خان ودیوان تن سرافرازی یافت - وبعد یک سال بدیوانی مجموع ممالک دکن کامیابی اندوخت سال تولدمیر سنه خمسین والف (١٠٥٠) است وسال انتقال که در ولایت دکن اتفاق افتاد - سنه احدی ومائه والف (١١٠١)

اول فطرت تخلص می کرد - آخر موسوی قرار داد - وخطاب خانی همبرین تخلص گرفت -

دیوانش متداول است - این چند رشحه از ان سحاب می چکد ؎

جز یاد تو فکرِ دلِ ناشاد ندارد — این شیشهٔ می غیر پری زاد ندارد

نباشد آشنائی درجهان غیر از میِ نابم — اگر در خانهٔ خود نیستم در عالمِ آبم

تو توبه ایم کهنه شرابی بجام کن — ساقی عیار ناقصِ ما را تمام کن

بدل افگند آتش باز زلفِ عنبرین موئی — چراغی نذر این بتخانه آورد است هندوئی

چه خوش باشد که بکشایم بروئیش چشم گریانی — کشتم در رشتهٔ نظارهٔ مروارید غلطانی

نظر بر گریهٔ مستانه ام گردوش می کردی — شرابِ جلوهٔ در ساغرِ آغوش می کردی

تیره روزم بیشیِ اقبالِ معمارِ من است — چون نگین روی زمین سرکوب دیوار من است

شراب باگلِ مهتاب نشئه بیش دهد — لبش ز خندهٔ دندان نما دهد مرا

با هیچ مسلمان نظرِ رحم ندارد — شمشیر نگاهِ تو مگر کار فرنگ است

اینکه از بی سخنی کشت مرا چیزی نیست — زنده ام کرد بیک حرف قیامت این است

در قتلِ ما نکرد کمی انتظارِ تو — کوتاهیئی که بود ز عمرِ دراز بود

نمی باشد نگینِ قیمتی را نقش در طالع — هنر هر کس که دارد درجهان گمنام میگردد

ندارد با بزرگان چهره گشتن صرفهٔ فطرت — که کهسار از جوابِ هیچ کس ملزم نمی گردد

مژدهٔ زخم نوی گر به شهیدان ندهند — نچه امید سر از خواب عدم بر دارند

دران صحرا کہ بودم آگہ از ذوقِ گرفتاری — غزالان را سراغِ خانۂ صیاد می دادم
ہمتِ ما صفحۂ تقویم را یکسر نوشت — گر سیہ روز یم وقتِ عالمی از ما خوش است
در فکرِ آن دہانم و در یادِ آن کمر — چون من بروزگار دگر ہیچکارہ نیست

(۷۰) راسخ - میر محمد زمان سہرندی

سہرند شہریست مشہور در وسط راہ دہلی و لاہور - نام قدیمش سہرند است چون سلاطین غزنویہ از غزنی تا سہرند متصرف بودند - سرہند زبان زد خلائق شد و چون صاحبقران ثانی شاہجہان کابل را تا قراباغ غزنی در تصرف داشت - حکم شد کہ سرہند را بنام قدیم کہ سہرند است - می نوشتہ باشند -

راسخ سید والا نژاد بود و راسخ القدم جادۂ استعداد - معانی تازہ می یابد و خوبانِ خیال را در لباس رنگین جلوہ می دہد[۱] -

از عمدۂ ملازمان و مصاحبان شاہزادۂ محمد اعظم بن خلد مکان بود و بمنصب بمقصدی سرافرازی داشت -

وفاتش در سہرند سنہ سبع و مآتہ و الف (۱۱۰۷) واقع شد "راسخ بمرد" ۱۱۰۷ھ تاریخ است -

طوطیِ ناطقہ آہنگ کلامش سر می کند ؎

گر نبود سے تاج بسم اللہ باءِ بوتراب — کجکلاہیہا نکردے بر سرِ اُمّ الکتاب
یاد از شامِ غمِ بزمِ خموشان کردیم — منتشے از سرمہ گرفتیم و پریشان کردیم
جامۂ صبر بہ بالائے جنون تنگ آمد — آنچہ از دست برآمد بہ گریبان کردیم

[۱] یک مثنوی راسخ سہرندی بہ حیدرآباد دکن در مطبع اختر دکن بقالب طبع در آمدہ است -

(۷۱) علی (شیخ ناصر علی سهرندی)

شیر نیستان سخنوری است و مرد میدان معنی گستری - ذو الفقار کلکش به تسخیر قلمرو بیان پرداخته - و تصرف طبعش آفتاب سخن را از افق غربی راجع ساخته - سرخوش گوید

در ملک سخن بود جهانگیر علی — در مشرب دل ولی علی - پیر علی
باشعر علی نمی رسد شعر کسے — زانسان که خط کس بخط میر علی

گل وارستگی بر سر زده و جام استغنا در دست - چاشنی گیر مشرب بلند بود - و متمسک سلسلهٔ علیهٔ نقشبند - استفاده از جناب شیخ محمد معصوم خلف الصدق مجدد قدس الله اسرارهما نموده - و در مثنوی زبان به مدح حضرت شیخ کشوده که

چراغ هفت کشور خواجه معصوم — منور از فروغش هند تا روم
ردا از ماهتاب شرع بر دوش — چو صبح از پاکی باطن قصب پوش

مولد ناصر علی و موطن و منشا سهرند است - ابتداء حال با میرزا فقیر الله مخاطب به سیف خان بدخشی چون جوهر بشمشیر ملازم بود - چون سیف خان را حکومت الٰه آباد از پیشگاه خلافت مفوض گشت - در رفاقت او بگلگشت الٰه آباد خرامید - و چندے بسیر مجمع البحرین دماغ را تازه کرد -

سیف خان پسر تربیت خان بخشی سیوم صاحبقران ثانی شاهجهان و داماد اسلام خان خوستی - سفیدونی متخلص به والا ست - در عهد خلد مکان سنہ تسع و سبعین و الف (۱۰۷۹) به صوبه داری کشمیر ریاض آمالش نضارت یافت - بعد چندے بعلت گوشه انزوا گرفت و در سنه ست و ثمانین و الف (۱۰۸۶) بعنایت بحالی منصب و خطاب و خلعت خاصه و شمشیر از تنگنای عزلت بر آمد - و پس از ان بنظم صوبه الٰه آباد ویرانی خاطرش آبادی پذیرفت - و

بیست و پنجم رمضان سنہ خمس و تسعین و الف (۱۰۹۵) پیمانۂ حیاتش لبریز گردید۔
سیف آباد یک منزل از **سهرند** آباد کردۂ **سیف خان** است کہ **خلد مکان** اورا بطریق آل طمغا عنایت نمود۔ **سیف خان** جوہر قابل و قابل دوست بود۔ "**راگ درپن**[1]" در فن موسیقی و رقص هندی بعبارت پارسی تالیف اوست۔

بعد از گذشتن **سیف خان**۔ **ناصر علی** در سنہ ہزار و صدم (۱۱۰۰) از **سهرند** بہ **بیجاپور** رفت۔ و با **ذوالفقار خان بن اسد خان** وزیر اعظم **خلد مکان** موافقت دست بہم داد۔ بلے **علی** بود **ذوالفقار**ے بدست آورد و در مدح او غزلے پرداخت کہ مطلعش این است ؎

ای نشانِ حیدری زجبینِ تو آشکار　　نامم نوو در نبرد کنند کارِ ذوالفقار

ذوالفقار خان یک زنجیر فیل و مبلغے خطیر صلہ داد[2]۔ **ناصر علی** ہمان ساعت ہمہ را بہر مردم پاشید۔ و تہی دست بمنزل خود برگشت۔

و چون **ذوالفقار خان** در سنہ ثلث و مأتہ و الف (۱۱۰۳) بہ تسخیر ملک **کرناتک** اقصای ملک **دکن** متوجہ گردید۔ با او بہ **کرناتک** رفت و ایامے معدود دران نواحی بسر برُد۔ و با **شاہ حمید** اعتقاد تمام بہم رسانید در مدح او می پرداز د ؎

اینک اینک ساقیِ شیرین رسید　　نوبتِ جامِ حمید الدین رسید
حلقۂ درگاہ بیچون جامِ او　　از زمین تا آسمان در دامِ او
جامِ او خورشید ربّانی بود　　انجمن افروز سُبحانی بود
گر جمالِ او براند از د نقاب　　روزنِ ہر خانہ گردد آفتاب

---

[1] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۴۸۴۔
[2] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۱۰۴ مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۸۹۱ء۔

در جلالش بر کشد تیغ از نیام　　غیر او باقی نماند والسلام

شاه حمید مجذوب

و این شاه حمید مجذوبے بود در چینجی - بعد فوت او علی دوست خان از رؤساء نوایت ارکات بر مرقد او قبهٔ عالیشان بنا کرد۔

و از ممدوحانِ ناصر علی شاه عادل پسر خواجه شاه مخاطب به شریف خان است۔ شریف خان از سرافراز کردهای خلد مکان بود و چندے بمنصب صدارت کل امتیاز داشت۔ گویند شاه عادل ترک دنیا کرده بود۔ و دامن دولت فقر بدست آورده۔ ناصر علی در مدح او قصیدهٔ دارد که مطلعش این است ؎

منم آن طفل نظر کردهٔ استاد قدیم　　که بود نقطهٔ سهو القلم فکر حکیم

و با غضنفر خان ربط کلی داشت۔ و این غضنفر خان از رفقا ذوالفقار خان بود و بحکومت کنجی می پرداخت۔ کنجی شهریست مشهور بر مسافت دوازده کروه از ارکات و یکے از معابد سبعهٔ هنود است۔ در مدح غضنفر خان گوید ؎

هیچو پیلِ بے جگر بگریزد از میدانِ ما　　بشنود گر کوه آوازِ غضنفر خانِ ما

آخر الامر از دکن به هندوستان عطف عنان نمود۔ و در شاهجهان آباد بے نیازمندانه می گزرانید۔ و همین جا بیستم رمضان سنه ثمان و مائة و الف (۱۱۰۸) بجنة المأوی خرامید۔ عمرش قریب شصت سال و قبرش در حوالی مرقد سلطان المشائخ نظام الدین دہلوی قدس سره۔

سید جعفر روحی رنبیر پوری نقل می کرد که روزے با جمعے از یاران بزیارت خاک شیخ ناصر علی رفتیم و باهم صحبت داشتیم۔ یارے رو بقبر شیخ ناصر علی آورده گفت۔ بارے آن قول شما چه شد که ؎

خاک گردیدیم و می رقصد هنوز افغانِ ما　　خم شکست اما نمی ریزد مئ جوشانِ ما

گفتم بر زبانِ شما این افغانِ ناصر علی است که برقص در آمده۔ یاران تحسین کردند۔

صریر کلکش در گنبد خضرا پیچیده - این چند بیت بنا بر قانون کتاب بتحریر رسیده

یکشهر چشم خوش نگهان فرش راه اوست | آنجا که سرمه گرد کند جلوه گاه اوست
بس بود یک جنبش ابروے تیغ قاتلم | می توان از سایهٔ شمشیر کردن بسملم
گوارا نیست عشقت طبع ناپرهیزگاران را | چه لذت از نشاط عید باشد روزه خواران را
دوش یک لحظه بخواب آئینهٔ یار شدم | طپش دل چه ستم کرد که بیدار شدم
خوی نازک بدل من چه ستمها که نکرد | شیشه بر شیشه زدن کار چه خارا که نکرد
قد آرا خلعتے در عالم امکان نمی باشد | دل تنگی نیاز آورده ام این جامه عریان را
خود نمائی ست گذشتن ز لباسی که تراست | در ته پیرهن از خویش چو تصویر برآ
درین دریا نکردم لب بحرفی آشنا هرگز | چو ماهی شد زبانم آب از شرم شکایتها
ما و تو ای پریوش در کیش هم تمامیم | گر از تو بهتری نیست از ما بتر نباشد
آشیان گم کردهٔ چون من گرفتارش مباد | سخت بے رحم است می ترسم که آزادم کند
انتقام داد خواهان قیامت شد تمام | می فشاند چشم قاتل سرمه بر سوزم هنوز
ز معنیهای بغض بیرشتوان ساختن دل را | بود گر صد پری در شیشه باشد همچنان خالی
چشم بر بند اگر مے طلبی رزق حلال | مرغ بسمل خورشش باز نظر دوخته است
بود دنیا و دین پشت و رخ آئینهٔ هستی | بزرگ آید و جو در خویشتن در چشم شاهان را
نشاط این جهان هر چند کمتر سیر حاصل تر | بطفلان عید در روز جمعه آهے بود و افسوسے
خشم اهل کرم از لطف بخیلان بهتر | تشنه را آتش یاقوت به از آب بقاست
کلاه سلطنت خسروان شکست نداشت | نمی زد تد اگر پشت پا فقیر آتش
سرمه آه از درای کاروان وحشت است | ناقهٔ ما بسته از چشم غزالان زنگها

(۷۲) وحید میرزا محمد طاهر قزوینی

یگانهٔ عصر بود - در فنون علوم و نظم و نثر گرو از همعصران می برد -

الحق درایجاد مضامین تازه و ابداع مدعا مثل بے نظیر افتاده و آن قدر دوشیزگان معانی که از صلب طبیعتش زاده - دیگر حرف آفرینان را کم دست بهم داده - میر صیدی طهرانی گوید ؎

صیدی امروز نور چشم کمال ‏ ‏ ‏ ‏ میرزا طاہر وحید من است

و نیز می گوید ؎

صیدی امروز سخن سنج وحید است وحید ‏ ‏ ‏ ‏ فرصتش باد که سرخیل ہنر کو نشان است

ابتداء حال بتحریر دفترے از دفاتر توجیہ نویسی شاه عباس ثانی صفوی که در سنه اثنین و خمسین و الف (۱۰۵۲) به تخت فرمانروائی برآمد - مامور بود - و بنابر فرط سلیقه اعتماد الدّوله سارو تقی که وزیر اعظم شاه بود به پیشدستی خود نواخت - و چون اعتماد الدّوله بقتل رسید و منصب وزارت بر سید علاء الدّین مشہور به خلیفه سلطان قرار یافت - میرزا طاہر را عہدهٔ پیشدستی بحال ماند - و رفته رفته به مجلس نویسی شاه که عبارت از وقائع نگاری کل باشد سربلند گردید -

و در عہد شاه سلیمان که در سنه سبع و سبعین و الف (۱۰۷۷) بر مسند دارائی نشست نیز چندگاه دران کار مستقل بود و یکبال تقرب اختصاص داشت تا آخر الامر بوالا پایهٔ وزارت متصاعد گشت -

و در آغاز عہد سلطان حسین میرزا که در سنه خمس و مأته و الف (۱۱۰۵) جلوس نمود مورد عتاب گردید - تا آنکه از کدورت ہستی وارست و رخت سفر ازین عبرتکده بعالم دیگر بربست -

دو مثنوی دارد - یکے مقابل مخزن اسرار - مطلعش این است ؎

بسم الله الرحمن الرحیم ‏ ‏ ‏ ‏ ہست نہالے ز ریاض قدیم

و دیگر ناز و نیاز - مطلعش این است ؎

خدایا سینهٔ بی سوز دارم   دلی همچون چراغ روز دارم

و درین مثنوی گوید در مدح شاه عباس ثانی

چنان آباد شد از وی زمانه   که چون شان عسل پر شد ز خانه

دیوان غزل قریب سی هزار بیت از و بنظر در آمده تا کجا کسی بنظر تأمل ملاحظه کند - بمطالعهٔ سرسری چند بیت برچیده شد ه

نور معشوق ازل در دلم از یار افتاد   عکس خورشید ز آئینه بدیوار افتاد

مرا ز صحبت جاهل چه باک می باشد   که در دهان نجس حرف پاک می باشد

چو می بینم بدی از خصم خود در بهی کوشم   ز آب سرد دائم چون سفال گرم می جوشم

می کشد هرکس بدامن پا بجائی می رسد   جمع سازد مرغ در پرواز پای خویش را

ناقصان را جور می باشد گوارا تر ز لطف   آتش سوزان به از آب است خشت خام را

زر دو قیمت ساعت آخر خود بخود رسوا شود   یافتم از ناله در زلفش دل دزدیده را

سیم و زر دنیا پرستان را منافق می کند   پشت و رو باشد یکی آئینهٔ بی سیم را

دل اگر میگویم از طفلی نمی دانی که چیست   آنچه روز اول از ما بردهٔ آن را بده

چارهٔ نبود شکست توبه را جز انفعال   از گداز خویش باشد مومیائی شیشه را

آگه کسی از ناخوشی زادهٔ خود نیست   از تلخی گفتار خبر نیست زبان را

بر میوهٔ رسیده زدن سنگ ابلهی است   زنهار از سوال مرنجان کریم را

دائم برهنه همچو قلم راه می رود   باشد اگرچه کفش طلا تیره بخت را

چون کاغذ مشقی ز جمال تو نگاهم   هرچند که شوید عرق شرم تو خواناست

در اثر پیش است سالک گر بظاهر در قفاست   نقش پای اسپ هموار است پیش از جادست

مرا به ریختن خون خود مضایقه نیست   کسی اگر بتو گوید چرا چه خواهی گفت

چون نمیرم یار می گوید عاشق می کشد   من نه تنها عاشقم بر دوست خود هم عاشق است

بود خاصیتِ آبِ بقا خوی ملایم را — که از دندان زبان را زندگانی بیشتر باشد

بشاهان می رسد از زیر دستان فیضِ پنهانی — بنای خانه را از خشت زیرین محکمی باشد

اگر خواهی ز عمرِ خود حلاوت تن بسختی ده — ثمر را وقت شیرینی چو آید استخوان گیرد

چو دولت یافتی خوی بدت فرمان روا گردد — که در وقت سواری دستِ چپ صاحب عنان باشد

بزر پاشی بود مشهور خورشیدِ جهان امّا — زر پاشیده را پیوسته در دامانِ خود دارد

تواند نفس ظالم از گداز خویش عادل شد — که چون شمشیر سوزن گشت کارش دوختن باشد

عیب خود نسبت بعاجز می دهد فرمان روا — بار چون افتد مکاری چوب بر استر زند

گر کند اقبال ما را کامیابِ انتقام — از تغافل همتم خون در دلِ فرصت کند

در وصل دلم وا نشود بسکه ضعیفم — از رشتهٔ باریک گره دیر کشاید

توان کردن بنرمی کارهای سخت گیران را — که از قفل آنچه می آید ز مُهرِ موم می آید

بدرویشان چو آمیزی پسند حق توانی شد — که چون با ریسمان آویخت ابریشم نمازی شد

با اعتبار جنگ ندارد تلاش فقر — زربفت باش و پارهٔ دلقِ فقیر باش

غلط مکن چو سرت گشت گرمِ فکرِ بلند — که بازگشت نباشد فتاده را از بام

نیایم در شمار امّا بسانِ رشتهٔ گوهر — در شتان را بنرمی آشنا یکدگر سازم

شاعران جان از برای شعر فهمان می کنند — دختر هر کس وجیه افتاد مفت شوهر است

دریں شعر طرفه مضمونے واقع شده ـ امثال این مضمون هر چند بلند و نازک باشد بستن خود در زبان حرف گیران افتادن چرا ـ

مثل عمق بخاری که خود را یکه تشبیه می دهد می گوید

بخونِ من شده مژگانِ او حریص چنان — که شیعیان حسین علی بخونِ یزید

و شیخ سعدی شیرازی که خود را در چه محل فرود می آرد

بزیر بارِ تو سعدی چو خر بگل درماند — دلت نسوخت که بیچاره زیر بار من است

و عرفی شیرازی که دهان خود را بچه می آلاید

شاہدِ عصمت۔ تلاش صحبت من کے کند　　خونِ حیضِ دخترِ رز جوشد از لبهاے من

و مُلّا ملک قمی که خود را بچه حواله می کند

تا چند بوالفضول زند لاف دوستی　　دادِ ادب دهید و ملک را کلنک[1] زنید

و نعمت خان عالی که از چه مقام حرف می زند

بیا که شیشۂ می در سجود جام شد است　　ببین که خانۂ ما مسجد الحرام شد است

(۷۳) عالی میرزا محمد شیرازی

حاوی فنونِ وافر بود و جامع علوم متکاثر۔ اسلاف او در شیراز بشیوۂ طبابت مشهور بوده اند۔

پدرش حکیم فتح الدین عم حکیم محسن خان است که در هندوستان با شاه عالم در وقت شاهزادگی مصاحبتے بهم رسانید۔ و پسرش حکیم حاذق خان در سال آخر عالمگیری بخطاب حکیم الملک امتیاز یافت و در عهد محمد شاه به منصب پنجهزاری و خطاب حکیم الملوک و کمال تقرب محسود اقران گشت حکیم فتح الدین نیز به هند آمده

گویند میرزا محمد در هند متولد شد۔ و در صغر سن همراه پدر بشیراز رفت و کسب کمال نموده برگشت۔ و در خدمت مُلّا شفیعای یزدی مخاطب به دانشمند خان نیز تلمذ نمود۔

و در سلک نوکران خلد مکان امتیاز یافت و چون شهر حیدر آباد فتح شد تاریخ فتح از نظر شاهی گزرانید۔ و بمرحمت خلعت سرافراز گردید۔ تاریخ این است

---

[1] چوبدست قلندران (فرهنگ رشیدی صفحه ۱۲۹)۔

از نصرتِ پادشاہِ غازی گردید دلِ جہانیان شاد
آمد بقلم حساب تاریخ شد فتح بجنگ حیدر آباد
۱۰۹۷ھ

و در سنہ اربع و مآتہ والف (۱۱۰۴) بخطاب نعمت خان و داروغگی باورچیخانہ نعمت فراوان اندوخت و "شکر نعمتِ واجب واجب" تاریخ یافت

و در اواخر عہد خلد مکان بخطاب مقرب خان و داروغگی جواہر خانہ نگینِ دولت بدست آورد

و چون محمد اعظم شاہ بعد از انتقال خلد مکان بہ ارادۂ مقابلت شاہ عالم از دکن نہضت ہند نمود۔ میرزا محمد عالی ملازم رکاب بود۔ و چون محمد اعظم شاہ در وقت قُربِ فتنئین بنگاہ را در گوالیار گزاشت۔ میرزا محمد برائے محافظت جواہر خانہ در گوالیار ماند

و بعد کُشتہ شدن محمد اعظم شاہ و ظفر یافتن شاہ عالم۔ میرزا محمد نعمتِ ملازمت شاہ عالم دریافت و بخطاب دانشمند خان سرمایۂ مباہات اندوخت و بتحریر شاہ نامہ مامور گردید۔ لیکن اجل فرصت نداد کہ آن نسخہ را باتمام رساند وقلم قضا پیشدستی نمودہ در سنہ احدی وعشرین ومآتہ والف (۱۱۲۱) نسخۂ حیاتش باتمام رسانید[1]

میرزا محمد در نظم و نثر قدرت عالی دارد خصوص در وادی نثر طلسم حیرت مے بندد

دیوان[2] محتوی بر قصائد و غزلیات و مثنوی مسمے بہ "سخن عالی" و منشآت او بنظر در آمدہ

---

[1] در دائرہ میر مومن واقع حیدر آباد دکن مدفون شد۔ (گلزار آصفیہ صفحہ ۴۱۲ مطبوعہ بمبئی ۱۳۱۶ھ)
[2] کلیات نعمت خان عالی بسیار نایاب خوشخط بکتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن موجود است۔

در دیباچہ دیوان خود می نگارد کہ:-

"دربدایت حال بہ مناسبت شغل طبابت کہ سمت موروثی بود حکیم تخلص می"
"نمودم - آخر تصحیف بحکم اختیار تخلص حکیم را مانع شد و بفرمودۂ اُستادے"
"نواب دانشمند خان عالی تخلص کردم"

این چند بیت از دیوانش ملتقط گردید ؎

نخواہد کرد ترکِ بت پرستیہا دلِ زارم — کہ چون سنگِ سلیمانی ست مادر زاد زُنّارم

موج آبی چو رسد دانہ ثمر ساز شود — ناخن اینجا شکند تا گرہے باز شود

می کند باز این دلِ شوریدہ آزارِ خودش — من چرا منعش کنم او داند و کارِ خودش

نگذارد بحرف گریہ مرا — کاغذِ آب دیدہ را ماتم

رشتۂ حیاتم را ہمچو رشتۂ تسبیح — صد گرہ بکار افتاد تا بیار پیوستم

نقش پائی او بہر گامے کند جان در تنم — خاکِ راہِ دوست گشتن آبِ حیوانِ من است

یار را در بر گرفتن کے فراموشم شود — کے رود از یاد کس چیزیکہ از بر می کنند

گفتی اگر قرار بگیری رسی بکام — باری ازین قرار بہ بینم چہ می شود

دین و دلے کہ داشتم از دست من کشید — در من نماند جز نفس آن ہم کشیدنی ست

دریا دلی کن وزہ کدو پوچتر مباش — خواہد ہمیشہ مرتبۂ آشنا بلند

سبز باغی کہ بود بیتو کم از ماتم نیست — می کند سایۂ ہر نخل سیہ پوشش مرا

کشتِ امیدِ مرا نشو و نما معکوس شد — رو بپائین می کشد قد ہمچو باران دانہ ام

بہ بزمِ وصل او کاش اینقدر ہم می شدم محرم — کہ چون آئینہ حرفی از پسِ دیوار می گفتم

کوکبِ سوختہ میکرد گر اندک مددے — ہمچو آتش بہ دلِ سنگ تو جا می کردم

بجایِ نامہ شمعِ روشنی دادیم قاصد را — کہ طومار یست شرحِ سوز و پیغامِ زبانی ہم

از عصای خویش طفلی را جنیبت می کشم — از رکابش دور وقتِ نیسواری نیستم

کاملان راهمه سرگشتگی از دستِ خوداست | حاجتِ گردشِ پرکار نشد مانی را
خود ناتوان ولے هنرآموز مردم اند | پیران قد خمیده کمانِ کباده اند
حرفِ بجا زکس نشنیدم ز اهل هند | غیر از کسے که گفت بمطرب بجا بجا

(۷۴) خالص سیّد حسین

مخاطب به امتیاز خان صفاهانی خلف میرزا باقر وزیر قورچی - حاجی الحرمین الشریفین بود -

بعد ورود هندوستان در دکن - خلد مکان را ملازمت کرده در سلک ملازمان سلطانی منتظم گردید - و بدیوانی صوبهٔ عظیم آباد پتنه وخطاب امتیاز خان امتیاز یافت - وثروت عظیمے بهم رسانید -

در عهد شاه عالم عازم دیار ایران شد - و در بلده بهکر رسیده با علامهٔ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی برخورد و صحبتها داشت
امتیاز خان اموال لکوک از نقود وجواهر واقمشه با خود می برد - خدایار خان[1] مرزبان سندهه چشم طمع بر اموال او دوخت - علامهٔ مرحوم برین معنی اطلاع یافته هرچند مبالغه کرد که بیشتر نباید رفت - و از همین جا عطف عنان باید نمود - گوش نکرد وسر بکف بجولانگاه قاتل روان شد - چون بسیوستان رسید میر محمد اشرف خویش علامهٔ مرحوم نائب خدمات سیوستان استقبال کرده در حویلی خود فرود آورد - خدایار خان میر محمد اشرف را بتقریبے در خدا آباد طلبید - وکسان خود را فرستاد تا شبے کار امتیاز خان تمام کردند - و این حادثه در سنه اثنین وعشرین ومائة والف (۱۱۲۲) واقع شد - علامهٔ مرحوم "آه آه امتیاز خان" ۱۱۲۲ھ

---

[1] مآثر الامراء جلد ۱ صفحه ۸۲۵ تذکرهٔ خدایار خان -

تاریخ یافته اند۔

دیوانش مطالعہ اُفتاد۔ صاف گوست تلاشہا ہم دارد واین چند بیت بزبان قلم ودیعت می شود ؎

ما وطن دائم بخاکِ کربلا می خواستیم	رشتۂ تسبیح زد گوئے کہ ما مے خواستیم
بسائل آنچہ برآید ترا ز دست بدہ	نگاہدار زبان را و ہر چہ ہست بدہ
رسید فصل بہار و زمانہ گلچین است	سپند آتش می شود چہ وقت تمکین است
تیرہ روزی مانع عرض کمالات دل است	روز چون شب می شود آئینہ فرد باطل است
نیست تقصیر کسے گر ما بہ بند اُفتادہ ایم	از جنونِ دوری خود در کمند اُفتادہ ایم
حق القدم گرفت گہرہا سے نیم رو	پای کسے کہ آبلہ زد در سراغ ما
تو تا از دیدہ رفتی ما نمی بینیم خود را ہم	جُدائی از تو چون آئینہ تنہا می کند ما را
تا نخواند مشو سبز بھر انجمنے	کہ نباشد بہ چمن قدر گلِ خود رو را
بگوییش قاصدی معرفت بیدردان زنادانی	ہمہ مکتوب می دادند من دادم دلِ خود را
دلبرِ من سکہ دارد پشت چشمِ ناز کے	دیدہ گر برہم گذارد باز مے بیند مرا
ای کاش ہمچو رشتۂ تسبیح تار عمر	در کربلا گسستہ شود گر گسستنی است
یا رخستنی کہ لازم ارباب دولت است	دُشنام می دہند بسائل غنیمت است
نیست بے لطفی جوابِ نامہ گر ننوشت دوست	از زبانِ خامہ ما را یاد نتوانست کرد
دیوانہ براہے رود و طفل براہے	یاران مگر این شہر شما سنگ ندارد
ہمتِ ہر کس بقدرِ وسعتِ احوالِ اوست	آب چندین چشمہ از یک چشمۂ پل می رود
لُطفِ حق را کرد بر ما ظلمتِ عصیان غضب	آب دریا را شب تاریک آتش مے کند
نمی خواہم بغیر از من کسے از وی نشان یابد	چو برگردد الہی قاصدِ من بے خبر باشد
ساقی بیا کہ فصل خزان زود مے رسد	ای می تو ہم برس کہ سفر مے کند بہار

جناغی را کہ با اغیار من دلخواہ می بندی | اگر منظور دل بُردن بود من ہم دلی دارم
کار نظارہ بعینک چو فتد چشم بپوش | سر پیریت کہ دیگر شیشہ بخود بند مکن

(۷۵) باذل[۱] رفیع خان مشہدی

نسبش بخواجہ شمس الدین صاحب دیوان می پیوندد۔ و عمش میرزا محمد طاہر وزیر خان۔ در عہد صاحبقران ثانی شاہ جہان از مشہد مقدس۔ بہ ہند رسیدہ نوکری شاہزادہ اورنگ زیب عالمگیر برگزید۔ بعد جلوس عالمگیری بصوبہ داری برہان پور و اکبر آباد و مالوا بنوبت سر بلند گردید۔ و در حکومت مالوا سنہ ثلث و ثمانین والف (۱۰۸۳) حیات مستعار را وداع نمود۔

و عم دیگرش میرزا جعفر سرو قد در مشہد مقدس مدرسۂ عالی دارد۔ نور الدین محمد خان و فخر الدین محمد خان و کفایت خان پسران میرزا جعفر سرو قد بہ ہند آمدند و بخطابات و خدمات پادشاہی ممتاز بودند۔

اولین دیوان برہان پور شد و در اورنگ آباد سنہ ست و عشرین و مآتہ والف (۱۱۲۶) بساط ہستی در نوردید۔ از اشعار اوست ؎

شد صرفۂ ما تا تو شکستی دل ما را | ہر پارۂ این آینہ عکسے ز تو دارد

دومین خانساماں شاہزادہ محمد معز الدین بن شاہ عالم بود۔ آخر داروغۂ بیوتات کشمیر شد و ہمانجا در سنہ تسع و ثلثین و مآتہ والف (۱۱۳۹) درگزشت۔

میرزا محمود پدر رفیع خان باذل نیز بہ ہند آمد محمود پورہ واقع اورنگ آباد و محمود پورہ واقع برہان پور بنام اوست۔ و قبرش در محمود پورۂ برہان پور است۔

---

[۱] ماثر الامرا جلد سوم صفحہ ۹۴۰ مطبوعہ کلکتہ۔

مولد رفیع خان باذل دار الخلافہ شاہجہان آباد - از متصمان دامن دولت عالمگیری بود و بحکومت سرکار بانس بریلی سرفرازے داشت -

وفاتش در ثلث وعشرین ومائۃ والف (۱۱۲۳) اتفاق افتاد -

خیلے قوت بیانے دارد - و بہ اقتضائے تخلص خود فراوان جواہر زواہر بذل وایثار می نماید - حملۂ حیدری او قریب نود ہزار بیت مشہور عالم است -

نقشے از کلامش در نگین صفحہ می نشیند ؎

نگردد طور جای نقش پا معراج احمد را | ید بیضا بزرگ داری کند نور محمد را
کمر در کار امت تنگ بستن اینچنین باید | بہ بین در نام او گنجیدن میم مشدّد را
امشب چو شمع ریخت ز ہر تار موے ما | ہر گریہ کہ بود گرہ در گلوے ما
ما مست جام غضب و مینائے گردنیم | بر دوش سے کشند نکویان سبوی ما

(۷۶) اثر شفیعای شیرازی

سخن ساز افسون طراز است - پدرش از مردم پرشگفت بودہ کہ موضعیست از اعمال شیراز -

مولد و منشأ شفیعا شیراز است - در خورد سالی چشمش از آبلہ بے نور گردید اما چراغ بصیرتش روشنی کامل داشت - اکثر در شیراز بسر می برد - و باصفہان ہم رفتہ - با مستعدان آنجا صحبت داشت -

کسانیکہ او را دیدہ اند می گویند کہ بسیار کریہ منظر بود اما ہرگاہ در نطق مے آمد مجلسیان را شیفتۂ حسن کلام می ساخت

فوتش بعد عشرین ومائۃ والف (۱۱۲۰) واقع شد - این چند بیت از دیوانش بعجلت تمام التقاط یافت ؎

رشتهٔ طولِ امل تار و جهان طنبور است — چه قدر بر سر این کاسهٔ خالی شور است

ز آب گلستان آموخت شوقم جانفشانی را — بپائی نونهالان صرف کردم زندگانی را

خط کرد ظاهر آن دهنِ غنچه رنگ را — در کار بود حاشیه این متنِ تنگ را

ز خلوت خانهٔ خود گوشهٔ درویش محزون را — چنان باشد که گیرد پادشاهی ربع مسکون را

بدعمل را دائم از نقصانِ مردم راحت است — سنگ کم وزد دِ تر از زرا نگیبن دولت است

چون آن شعرے که انداز کج طبعان بتقطیعش — ز موزونی جدائی بود حاصل عضو عضوم را

دوستان را کسوتِ تجرید مے پوشد خدا — شاهی بخشد بخاصان خلعت پوشیده را

فسازد حق شناسان را مقید زیورِ دنیا — ز انگشتِ شهادت دست کوتاه است خاتم را

اثر آخر بزلفِ پرفنِ او نقدِ جان دادم — امانت از خود کردم زنادانی پریشان را

(۷۷) سرخوش - محمد افضل

از مردم سرکار عبد اللہ خان زخمی شاہجہانی بود - می فروش مصطبهٔ معانی است و قدح گردانِ انجمن سخن دانی - عمرها در کوچهٔ شاعری شتافت - و صحبت جمعے از صاحب طبعان عصرِ خود دریافت - چنانچه از "کلمات الشعرا[1]" که تالیف او ست سمت وضوح می یابد -

شاگرد محمد علی ماهر و موسوی خان فطرت است و از یارانِ شیخ ناصر علی و در مدح او می گوید ـ

باشعر علی کے رسد شعر کسے — زان سان که خطِ کس بخط میر علی

[1] نسخ متعدده از کلمات الشعراء در کتب خانه آصفیه حیدرآباد دکن موجود است و یکے از انها نسخهٔ کتب خانه سراج الدین علی خان آرزو ست که بسیار خوشخط است و اشاعت کننده این کتاب (محمد عبد اللہ خان) عزم بالجزم دارد که این نسخهٔ گرانمایه را بطبع رسانیده اشاعت دهد. ایزد کارساز توفیق رفیق گرداناد -

شخصے در مجلسے گفت کہ تعدیہ رسد بکلمۂ با مسموع نیست - فقیر شاہدے از کلام میرزا محمد قلی سلیم طہرانی گذارش نمود -

بالطف ساعدت بدبیضا نمی رسد　　پیش لبت سخن بہ مسیحا نمی رسد

او آخر عمر در دار الخلافہ شاہ جہان آباد پا در گوشۂ قناعت شکست و بہ تزوج و تاہل پرداخت -

ولادت او در سنہ خمسین و الف (۱۰۵۰) واقع شد - عمری دراز یافت و در عشرۂ ثالث بعد مائۃ و الف (۱۱۰۰) بخلوت کدۂ خموشان شتافت

جام[1] کلامش بگردش می آید

زمین و آسمان در میکشی فرمانبرت گردد　　سرت چون گردد از مستی جہان گرد سرت گردد

نظرے بر گل شبنم زدہ افتاد مرا　　آمد از زخم نمک سود جگر یاد مرا

کار چون با ناقص افتد دست بردار از کمال　　ہمزبان لال را ناچار باید گشت لال

نعرہ ہم بقدر بزرگی مقرر است　　از اسپ تازیانۂ انسان کلان تر است

ز دست و پا زدن بسمل تو دانستم　　کہ بعد کشتہ شدن ہم تلاشہا باقی است

در عدم ہم ز عشق شورے ہست　　گل گریبان دریدہ می آید

از خوشۂ انگور عیان شد کہ درین باغ　　شیرازۂ جمعیت دلہا رگ تاک است

ہموار زکس نہ بیند آزار　　نتوان کف دست خود گزیدن

(۷۸) طاہر - التفات خان نقد اصفاہانی

نام اصلی او میرزا محمد طاہر است از سلسلۂ میرزایان دفتر سلاطین صفویہ بود - مشارٌ الیہ و برادرش میرزا محمد علی در عہد خلد مکان از صفاہان

[1] دیوان سرخوش در کلکتہ بقالب طبع در آمدہ -

به دکن رسیدند۔ و با مخلص خان ربطی بهم رسانیده بتوجه او ملازمت پادشاه حاصل کردند۔ و بمنصبی کامیاب گشتند

نخستین بخطاب التفات خان و دومین بخطاب ملتفت خان مورد التفات گردید۔

التفات خان درعهد خلدمکان فوجدار بیر از مضافات اورنگ آباد بود۔ و در عهد شاه عالم فوجدار گودره از توابع گجرات احمد آباد شد و در زمان محمد فرخ سیر به فوجداری ماندو و مندسور از ملحقات صوبهٔ مالوا می پرداخت۔

چون امیر الامرا سید حسین علی خان بدکن رسید۔ خود را بخدمت امیر الامرا رسانید۔ و مشمول الطاف گردید۔

آخر صحبت برهم برخورد ناگزیر متوجه دار الخلافه شاهجهان آباد گشت و در نواحی کهرکون رسیده در سنه تسع و عشرین و مائه والف (۱۱۲۹) بردست قطاع الطریق رشتهٔ حیاتش انقطاع یافت۔

ذکی الطبع بود و نثر مستعدانه می نوشت۔ و بمثابهٔ قدرت داشت که سه کاتب در حضور او با اسباب کتابت می نشستند۔ هر سه را عبارت خود می فرمود۔ و فقرهٔ لاحق برائی هر کدام بی تأمل می گفت و ربط کلام از دست نمی داد۔ و باوصف آن خود هم دران حالت مشغول کتابت می بود۔

از التفات خان است ؎

مکن گویا بعرضِ مدعا یارب زبانم را — به بند از موی چینی تار قانونِ فغانم را
شهید بیکسم پوشیده ام بعد از فنای خود — برنگِ مردهٔ فیروزه نیلی در عزای خود
شهرتِ حسنِ تو شد از کشتهٔ دیدار تو — از نسیم بالِ بلبل بشگفد گلزار تو

(۷۹) غبار۔ میرزا ابو تراب

پسر التفات خان۔ خوش ذهن بود۔ و شعر خوب می گفت۔

جعفر عاشق تخلص در ہجو غبار قصیدۂ پرداخت۔ غبار باین رباعی جواب ادا کرده

گویند کہ ہجو کرد ما را جعفر   شیرین و لطیف ہمچو شیر و شکر
صد شکر کہ آنچہ عیب ما بود غبار   امروز برای دیگرے گشتہ ہنر

(۸۰) واضح میرزا مبارک اللہ مخاطب بہ ارادت خان

از دودمان امارت است۔ جدش میر محمد باقر از نجباء بلدۂ ساوه و دامادی او ہمیرزا جعفر آصف خان علاوه بود۔ در عہد جہانگیری بمنصب میر بخشیگری دم مباہات می زد۔ و در زمان جلوس شاه جہان بوالا پایۂ وزارت مترقی گشت و بفرصت قلیل بہ ایالت دکن و خطاب خان اعظم فوز عظیم اندوخت۔ و بتفریق بہ صوبہ داری گجرات و بنگالہ و کشمیر و الہ آباد مامور گردید۔ و ہیچ وقت بیکار نماند۔ آخر پادشاه اورا مجاز کرد کہ حکومت ہر صوبہ کہ خواہد برای خود اختیار کند۔ او فوجداری دار الخیور جونپور برگزید و در ایام حکومت آنجا موافق سنہ ثمان و خمسین و الف (۱۰۵۸) مرحلۂ آخرت پیمود و دختر او باشاه شجاع منسوب بود۔

و سلطان زین الدین بن شاه شجاع از بطن آن عفیفہ متولد شد۔ پسر خوردش میر اسحٰق ارادت خان در عصر خلد مکان بعد از فتح دارا شکوه بحکومت صوبۂ اوده مامور گشت و در ہمان سال ازین دار ملال درگذشت

پسر او میرزا مبارک اللہ واضح از درگاه خلد مکان بخطاب موروثی ارادت خان[1] مامور گردید۔ و در سنہ مائۃ و الف (۱۱۰۰) بفوجداری چاکنہ و در سنہ ثمان و مائۃ و الف (۱۱۰۸) بفوجداری نواحی اورنگ آباد و بعد از آن بقلعہ داری گلبرگہ منصوب گشت۔

---

[1] مآثر الامرا جلد صفحہ ۲۰۳ تا ۲۰۶ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۸۸ء تذکرۂ ارادت خان۔

و در عصرِ شاه عالم بمنصبِ چهار هزاری امتیاز یافت - و در عهدِ محمد فرخ سیر سنه ثمان و عشرین و مائة و الف (۱۱۲۸) ودیعتِ حیات سپرد -

دیوانِ واضح بنظر در آمد - چند غزل بخطِ واضح برهوامشِ این نسخه ثبت بود - قصائد و غزلیات و رباعیات و مثنوی متعدد دارد -

این چند گل ازان چمن چیده شد

عارف از و پر است ولی او تهی شود	آیینه رونما شود و روشنی شود
ز مقراضِ فنا نور است شمعِ زندگانی را	بود آبِ دمِ شمشیر صندل سرگرانی را
چه الفت است بزلفِ تو بیقراران را	بلی سیاه پسند است سوگواران را
موجم و وحشت کند محروم از ساحل مرا	در طپیدن رفت از کف دامنِ قاتل مرا
در عالمِ دل باختنِ خویش رواج است	عمریست که ویرانهٔ ما وقفِ خراج است
بجیبِ صبح ز خورشید گلفشانیها ست	بجامِ پیریِ ما بادهٔ جوانیها ست
براهِ او چه در بازیم نی دینے نه دنیائے	دلے داریم و اندوهے سری داریم و سودائے
واضح بهیچ راه دلم وانمی شود	این قفلِ زنگ بسته شکستن کلید اوست
بپرِ مرادِ دلِ خود بال زدن نقصان است	وقت آن خوش که مرا در قفس انداخته است
دست فرسودِ نگه طلعتِ خورشید نشد	حسنِ بیساخته از قبضِ نگهبان دارد
گرچه آزادم ولی جانم فدای دیگریست	گردِ سر گردانده صیادے مرا سر داده است
رشک فرمائے دلم نیست بجز عیشِ حباب	یافت یک پیرهنِ هستی و آن هم کفن است
بیخود شدنم آفتِ میناے ادب بود	ساقی کرم افزود که در نشه کمی کرد
رفتنیهاے جهان قابلِ دل بستن نیست	این قدر بس که دمی خاطرِ خود شاد کنند
گلهٔ صاف به از عفوِ غبار آلود است	هستم ده زرخ گرهی که بمرا را بخشند
بهار وقفِ صبا - گل بکامِ گلچین باد	که ما به کنجِ قفس طرحِ آشیان کردیم

بکاغذ اخگری بپیچیده ام یعنی دلِ خود را   مباد اگر یه برحالم کنی ای نامه بر رحمے

رباعی

در گنجفۂ دہر شہانِ عالم   در صنفِ رعیت اند نے بیش و نہ کم
حکمے دارند زان جہاندار شدند   چون حکم نماند گشت بازی برہم

(۸۱) بیدل میرزا عبدالقادر عظیم آبادی

عمدۂ سخن طرازان۔ وشہرۂ سحر پردازان است۔ در اقسام نظم پایۂ بلند و در اسالیب نثر رتبہ ارجمند دارد۔ طبع درّاکش چہ قدر معانی تازہ بہم رساندہ۔ وچہ ثمرہای نورس کہ از نہال قلم افشاندہ۔ خلاصۂ کلامش شراب میخانۂ ہوشیاران۔ وطلاے وستایۂ کامل عیاران است از آغاز شعور تا دم آخر چشم بر سیمای معنی دوختہ۔ وچراغ عجیبے بر مزار خود افروختہ۔

از نژاد قوم برلاس است۔ در بلدۂ عظیم آباد نتیجۂ از نہانخانۂ عدم بشہرستان وجود خرامید و در ہندوستان نشو و نما یافت

در مبدءِ حال نوکر شاہزادہ محمد اعظم بن خلد مکان بود۔ وبمنصبے امتیاز داشت یکے از مقربان تعریف میرزا بسمع شاہزادہ رسانید۔ شاہزادہ فرمود قصیدۂ در مدح ما انشا کند تا بمرتبۂ استعدادش دریافتہ باضافۂ منصب و تقرب سرافراز فرمائیم این خبر بمیرزا رسانیدند فی الفور دل از نوکری برداشت۔ ہرچند یاران مقید شدند کہ قصیدہ در مدح شاہزادہ توان گفت۔ سر انکار باز زد و نوکری را ترک دادہ در دارالخلافہ شاہ جہان آباد گوشۂ انزوا گرفت وبقیۂ زندگانی بعنوان فقر و توکل بسر آورد۔

حق تعالیٰ اورا اعتبار و اشتہار ارزانی فرمود۔ امرا و ارکان سلطنت ہمہ

آرزوی ملاقات داشتند و اعزاز و اکرام فوق الحد بجا می آوردند سیما نواب شکراللہ خان کہ خود با جمیع اہل بیت محو اعتقاد میرزا بود و میرزا نیز مخلص خاص این خاندان است۔

نواب شکراللہ خان از سادات خواف است و داماد عاقل خان رازی و از پیشگاه خلد مکان بحکومت سہرند و سہارنپور و میوات سرفرازی داشت آخر در میوات سنہ ثمان و مآتہ و الف (۱۱۰۸) از منصب حیات مستعفی گشت میر لطف اللہ شکراللہ خان پسر اوست کہ بخطاب پدر مخاطب گردید و خلف دیگرش میر عنایت اللہ شاکر خان۔ و دیگرے میر کرم اللہ عاقل خان۔

نواب نظام الملک آصف جاہ طاب ثراہ در شعر خود را شاگرد میرزا (بیدل) می گرفت۔ در منشآت میرزا چند رقعہ کہ بنام چین قلیچ خان است عبارت از نواب آصف جاہ باشد کہ خطاب قدیم اوست۔ ہرگاہ میرزا بدولت خانۂ نواب می رفت استقبال و مشایعت میکرد۔ و بر مسند خود می نشاند۔

و میرزا را با امیر الامرا سید حسین علی خان نیز ربط تام بود در ایامی کہ امیر الامرا بنظم ممالک دکن می پرداخت۔ میرزا این دو بیت از شاہجہان آباد بہ امیر الامرا نوشت ؎

ای نشۂ پیمانۂ قدرت بچہ کاری ہستی اثری یا پے تاراج خماری
می در قدحی گل بسری جام بدستی رنگ چمنی موج گلی جوش بہاری

لیکن بعد برہم زدن محمد فرخ سیر تاریخ طبع زاد میرزا کہ ع

"سادات بوی نمک حرامی کردند"
۱۱۳۱ھ

شہرت گرفت۔ میرزا متوہم شدہ از دہلی حرکت جانب لاہور کرد۔ عبدالصمد خان ناظم لاہور بتعظیم و تکریم تمام پیش آمد و خدمات شایستہ بتقدیم رسانید۔

و چون دولتِ سادات عنقریب برہم خورد- میرزا در ہمان ایام بہ شاہجہان آباد سعادت نمود- و سیوم ماہ صفر سنہ ثلث و ثلثین و مآتہ و الف (۱۱۳۳) رخت بعالم باقی کشید- و در صحن خانۂ خود مدفون گردید-

میرزا معنی آفرین بے نظیر است اما عبارت بطور خود دارد و بطور جمہور نیز فراوان جواہر سخن در رشتۂ نطق کشید- اگر کلیاتش را انتخاب زنند مجموعۂ لطیف مقبول حاصل می شود و خط نسخ بر نسخۂ سحر سامری می کشد- چنانچہ درین عدالت گاہ شہود عدل حاضر است-

و از بس قوت طبع گاہے با دیبای فکر تندی تازد و بطور مُلّا ظہوری ترشیزی دریک زمین مکرر طرح غزل می اندازد-

و میرزا را بحر کامل مرغوب اُفتادہ و درین بحر شناسائی کردہ میر عطاء اللہ صاحب رسالۂ عروض گوید بعضے متاخرین شعراء عجم بر کامل مثمن شعر گفتہ اند- خالی از عذوبتی نیست چنانچہ خواجہ کمال الدین سلمان ساوجی فرماید ؎

بصنوبر قدِ دلکشش اگرای صبا گذرے کنی | بہوای جانِ حزینِ من دلِ خستہ را خبرے کنی

و از مطالع میرزا بیدل است ؎

توکریم مطلق و من گدا- چہ کنی جزاین کہ نخوانیم | درِ دیگرم بنما کہ من بکجا روم چو برانیم

دیوان غزل میرزا بنظر در آمد- این چند گوہر از ان محیط برآوردہ شد ؎

مستِ عرفان را شراب دیگرے درکار نیست | جز طوافِ خویش دور ساغرے درکار نیست

ادب چہ چارہ کند شوق چون فضول اُفتد | بجای عذر دل آوردہ ام قبول اُفتد

دیدۂ انتظار را دامِ اُمید کردہ ام | ای قدمت بچشم من خانہ سفید کردہ ام

آخر ز فقر بر سرِ دُنیا زدیم پا | طلقی بجاۂ تکیہ زدد ما زدیم پا

کافرم گر مخمل و سنجاب می باید مرا | سایۂ بیدی کفیل خواب مے باید مرا

نی نقش چین نه حسن فرنگ آفریدن است | بهزادی تو دست ز دنیا کشیدن است
تنعم ز بندِ لباسِ تکلف آزاد است | برهنگی ببرم خلعتِ خدا داد است
الفتِ تن باعثِ فکر پریشانِ دل است | دانه صاحب ریشه از آمیزشِ آب و گل است
کسی از التفاتِ چشم خوبان کام بر دارد | که بر هر استخوان صد زخم چون بادام بر دارد
من نمی گویم زیان کن یا بفکرِ سود باش | ای ز فرصت بیخبر در هر چه باشی زود باش
شکوهِ فقرِ ملکِ بے نیازی کرد تسلیم | باقبالی که دل برخاست از دنیا به تعظیم
باز بیتابانه ایجادِ نوائے مے کنم | مطلب دیگر نے دارم دعائے مے کنم
من درین بحر نه کشتی نه کدو مے آرم | چون حباب از سرِ خود جامه فرو مے آرم
درین حدیقه نهٔ قدردانِ حیرانی | بشوخیِ مژه ترسم ورق به گردانی
جمع گشتن دلِ ما را به تسلی نرساند | از گهر کیست برد شیوهٔ غلطانی را
چه وجود و چه عدم بست و گشادِ مژه است | چون شرر هر دو جهان را بنگاهے دریاب
سرگرانی لازمِ هستی بود بیدل که صبح | تا نفس باقی است صندل بر جبین مالیده است
گر تامل قفسِ بیضهٔ طاؤس شود | در شبستانِ عدم نیز چراغانی هست
دل سخت گره شد بخمِ ابروے نازش | در طاق تغافل همه نقاشیِ چین است
صاف معنی گرد مستغنی ز دردِ صورتم | چون لبِ ظرفی باطنِ من عالمِ آبِ من است
بهستیِ تو امید است نیستی ما را | که گفته اند اگر هیچ نیست الله است
بهر طرف گذری سیرِ نرگستان کن | بقدر نقش قدم چشم دوستان باز است
تا نفس باقیست ظالم نیست بے فکرِ فساد | گوشه گیرِ فتنه می باشد کمان را تا دم است
قلندرانه حدیث است زاهد مغرور | تو غرهٔ به بهشتی که جائے دیدن نیست
کینه در طبعِ ملائم نکند نشو و نما | فارغ از جوشِ غبار است زمینی که نم است
حسن بے مشقِ تامل نگذشت از دلِ ما | صفحهٔ حیرتِ آئینه عجب خوش قلم است

مشقِ ستم ز طینتِ ظالم نمی رود　　زورِ کمان دمی که نماند کباده است

کس نرفتی بعدم هستی اگر جامی داشت　　تُنُکیِ از تنگیِ این خانه بصحرا زده است

کاش هجران دادِ من میداد گر وصلی نبود　　شمع تصویریم که از من سوختن هم ننگ داشت

گر برآمد از صدف گوهر اسیرِ رشته است　　خانه غربت دلِ آگاه را دامِ بلا است

بی خمیدن از زمین نتوان گهر برداشتن　　آنچه بردارد دولت زین خاکدان قدِ دوتاست

نه دام دانم و نی دانه این قدر دانم　　که دل بهر چه کشد التفات صیّاد است

در تیامم هر نفس تیغ دو دم خوابیده است　　چون سحر در قطع هستی خنجری در کار نیست

آن قدر سعی به آبادی ما لازم نیست　　خانهٔ چشم به امداد نگاهی برپاست

گویند بهشت است و همه راحتِ جاوید　　جائیکه بداغی نه طپد دل چه مقام است

چون سایه باش یک قلم آئینهٔ نیاز　　آن راکه سجده جز و بدن نیست بنده نیست

تا خموشی نگزینی حق و باطل باقی است　　رشته را که گره جمع نسازد دو سر است

مرده هم فکر قیامت دارد　　آرمیدن چه قدر دشوار است

بگذر از اندیشهٔ یوسف که در کنعانِ ما　　یا نسیمِ پیرهن یا جلوهٔ پیراهن است

هیچ کس از معنیِ مکتوبِ شوق آگاه نیست　　ورنه جای نامه پیشِ یار ما را خواندن است

هر که رفت از خود بداغِ تازه ام ممتاز کرد　　آتشِ این کاروانها جمله برجانِ من است

پیشکارانِ عجوزِ دهر یکسر غالب اند　　آنکه از مردان بمردی باج میگیرد زن است

آبرو با عرضِ مطلب جمع نتوان ساختن　　دستِ حاجت تا بلندی کرد استغنا نشست

بیدل نتوان بردنم از خطِ جبینم　　نقاشِ عرق ریز حیا نقش مرا بست

خواریِ دیوان دهر عزّتِ ما بیش کرد　　فرد چو باطل شود سرورقِ دفتر است

قماش فهم نداریم ورنه خوبان را　　اُتوی پیرهنِ نازِ چینِ پیشانی است

زین ندامت خانه بیرون رفتنت دشوار نیست　　هر قدر دستی که می سائی بهم پا می شود

برنگِ آب سیرِ برگ برگِ این چمن کردم ‏ گلِ داغ است بیدل آنکه بوئے از وفا دارد

داغم که چرا پیکرِ من سایه نه گردید ‏ تا در قدم سروِ خرامانِ تو باشد

چو عمر گر نشوی هم عنانِ خود داری ‏ قدم بهر چه گذاری رکاب می گردد

بر که نالم بیدل از بیدادِ چرخ ‏ خوابِ من آواز این دولاب بُرد

در مجلسے که عزّت موقوفِ خود فروشی است ‏ دیگر کسے چه باشد گر میرزا نباشد

چو پیر گردد مزاج از احتیاطِ خود مشو غافل ‏ سلامت سخت می لرزد بران سنگے که مینا شد

بدماغِ دعوی عشق سرِ بوالهوس بلند است ‏ مگر از دکانِ قصاب جگرے خریده باشد

ز دل حقیقتِ ردّ و قبول پرسیدم ‏ بخنده گفت برد یا بیا که می پرسد

اگر مردی در تخفیفِ اسبابِ تعلّق زن ‏ کز انگشتِ دگر انگشتِ تریک بند کم دارد

کج ادایانه به اربابِ مطالب سر کن ‏ راستی بر دلِ این قوم سنان می باشد

دهر لبریزِ مکافات است اما کو تمیز ‏ کم کسے اینجا بحالِ خود ترحّم می کند

برقی ز دور دارد هنگامهٔ تجلّی ‏ ای بیخودان به بینید دل جلوه گر نباشد

هرچند کار فرداست امروز مفت خود گیر ‏ شاید دماغِ طاقت وقتِ دگر نباشد

چشمت بغلط سوی من انداخت نگاهی ‏ تیری که ازین شست خطا شد چه بجا شد

نموده اند ز دستِ نوازشِ فلکم ‏ دمی که گاه غضب بر زمین پلنگ زند

سایه از جلوهٔ خورشید چه اظهار کند ‏ رفتم از خویش ندانم بچه آئین آمد

ای ساغرِ بنخاله ازین تشنه سلامی ‏ خوش خیمه بران چشمهٔ کوثر زدهٔ باز

وضعِ فقیریِ ما ناساز هیچکس نیست ‏ ویرانه ایم اما بسیار خوش هوائیم

چندانکه ز خود می روم آن جلوه به پیش است ‏ رنگے نشکستم که برنگے نرسیدم

نشّهٔ تحقیق مارا شعلهٔ جوّاله کرد ‏ گردِ خود گشتیم چندانی که خود را سوختیم

کم ظرفیم از غفلتِ خویش است وگرنه ‏ دریاست می ریخته از جامِ حبابم

در وصل ز محرومی دیدار مپرسید — آئینه نفهمید که من با که دو چارم

طپیدم ناله کردم - آب گشتم خاک گردیدم — تکلف بیش ازین نتوان بعرضِ مدعا کردن

چه پردازم بعرضِ مطلبِ خود سخت حیرانم — تو هم آخر زبانِ حیرتِ آئینه می دانی

رباعی

هر صبح که در های فلک باز کنند — مردم قانون جستجو ساز کنند

قوال فلک بدست گیرد دفِ مهر — دنیا طلبان پا زدن آغاز کنند

مخفی نماند که تاریخی که میرزا بیدل برای سادات گفته و در ترجمهٔ او برزبان قلم گزشته - محرک شد که درین محل شمهٔ از احوال دو امیر کبیر از ساداتِ بارهه و اسبابی که باعث عزل پادشاه شد بمعرض بیان در آید - و این جملهٔ معترضه نقاب از صورت حال وا نماید - و اسم نواب آصف جاه هم در ترجمهٔ میرزا ذکر یافت به این تقریب حالات نواب آصف جاه و نواب نظام الدوله شهید خلف الصدق او نیز می طرازم - و او هم کلک را مطلق العنان می سازم -

(۸۲) سید عبدالله خان

مخاطب به قطب الملک وزیر اعظم محمد فرخ سیر پادشاه بود و برادرش سید حسین علی خان بمنصب امیر الامرائی تارک مباهات بآسمان می سود -[1]

اینها از اعاظم سادات بارهه اند و اکابر شرفاء هند نسب سادات بارهه به سید ابو الفرح واسطی راجع می شود که سلسلهٔ نسبش در دفترِ اوّل تحت ترجمه سید محمد صغری بلگرامی نوّر الله ضریحه نگارش یافت -

هر دو برادر فرقدین فلک سیادت و نیرین سپهر امارت بودند متحلی باکثر شمائل

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحه ۱۳۰ تا ۱۴۰ مطبوعه کلکته ۱۸۹۱ء -

سنیہ وخصائل رضیہ خصوص سخاوت وشجاعت کہ ازین دو صفت والا آثار غرابظہور رسانندند۔ ونقشہائی کہ طراز صفحۂ دولت باشد برلوح روزگار نشاندند۔ و از مبادی ایام عروج تا منتہے بخوبی ونیکنامی بسر بردند۔ واز آبیاری عدل و احسان عرصۂ ہند را رشک فردوس برین ساختند۔ لیکن در اواخر دولت راہ غلط پیمودند وتا روز قیامت داغ بدنامی برخود بردند۔ اما نزد ارباب انصاف منشأ عزل پادشاہ محض پاس آبرو وحفظ جان عزیز بود کہ اینہا مدۃ العمر جانفشانیہا نمودند۔ ولوازم دولتخواہیہا بتقدیم رسانیدند۔ پادشاہ چشم از حقوق پوشیدہ درصدد قلع وقمع افتادہ وتا زندہ بود ہمین خیال درسرداشت۔ آخر این رای سقیم باعث زوال سلطنت شد ودولت پادشاہ وسادات ہردو برہم خورد۔

قاضی شہاب الدین ملک العلما قدس سرہ درمناقب السادات میفرمائد کہ:-

"امارت صحبت سیادت خلق محمدی است وسخاوت ہاشمی وشجاعت حیدری باید"

"کہ سید صحیح النسب ازین ملکات بہرۂ وافی داشتہ باشد۔ واحیانا بحکم نفس امارہ"

"اگر مرتکب عصیانے شود۔ آخرکار سببے رومی دہد کہ باعث نجات اُخروی می گردد"

مصداق این کلام درین ہردو برادر مشاہدہ اُفتاد کہ مظلوم ازین عالم رفتند وغازۂ شہادت بررومالیدند۔ نام اصلی قطب الملک حسن علی است ونام اصلی امیرالامرا حسین علی۔ شہادت اول بہ زہر واقع شد۔ وشہادت ثانی بخنجر۔

حسن علی خان برادر کلان درعہد خلد مکان بخطاب خانی وفوجداری نندربار وسلطان پور از نوابع بگلانہ سرافرازی یافت وبعدازان بحراست اورنگ آباد سربلند گردید۔

وچون شہزادہ محمد معز الدین بن شاہ عالم از پیشگاہ خلد مکان بصوبہ داری ملتان مامور شد حسن علی خان بہمراہے رکاب شہزادہ دستوری یافت صحبت

او باشاهزاده کوک نشد - به آزرده خاطر به لاهور برگشت - در آن وقت میر عبدالجلیل
بلگرامی بخدمت بهکر و سیوستان قیام داشت - چون حسن علی خان از نواحی بهکر
قصد لاهور کرد - میر سلوکهای پسندیده بعمل آورد - ابتدای ربط با سادات این است
وقتیکه خلد مکان علم بملک جاودانی زد - ورایات شاه عالم از پشاور به
لاهور خرامید - حسن علی خان را بمنصب سه هزاری وعطای نقاره وبخشیگری فوج
جدید سرافراز ساخت -

و در جنگ محمد اعظم شاه بهراولی فوج محمد معزّالدین که هراول مجموع عساکر شاه
عالی بود مقرر گردید - وقتیکه جنگ ترازو شد - حسن علی خان و حسین علی خان و
نورالدین علی خان برادر سیوم برسم تهور پیشگان هند خود را از فیل انداختند و
با جمعیت سادات بارهه پای جلادت افشرده بجنگ کوته یراق پیوستند نورالدین
علی خان نقد زندگانی در باخت و دیگر برادران زخمهای نمایان برداشتند و سرخ
روئی فتح وظفر حاصل کردند - حسن علی خان بمنصب چهار هزاری وصوبه داری اجمیر
مباهی گشت - وبعد ازان بصوبه داری اله آباد امتیاز پذیرفت

چون نوبت سلطنت به محمد معزالدین رسید - حکومت اله آباد از عزل او بنام
راجی خان مقرر شد و سید عبدالغفار از احفاد سید صدر جهان صدرالصدور
پهانوی به نیابت راجی خان متوجه اله آباد شد - سید حسن علی خان فوجے بمقابل
برآورد و در سواد اله آباد جنگ افتاد - سید عبدالغفار بعد غالب شدن مغلوب
گردید - عنان عطف ساخت - محمد معزالدین باقتضای غفلت وعیاشی دست از تدارک
برداشته در استمالت سید حسن علی خان افتاد و به ارسال فرمان بحالی اله آباد و
اضافه منصب سرافراز نمود

اما برادرش سید حسین علی خان ناظم عظیم آباد پتنه که بمزید شجاعت ووقار و متانت

نامور روزگار بود با محمد فرخ سیر پیمان رفاقت موکد ساخت۔ چنانچہ در ترجمۂ او نگارش می رود۔ و بہ حسن علی خان برادر کلان نیز ترغیب رفاقت نمود حسن علی خان بپاپلوسی محمد معز الدّین کہ از وقت صوبہ داری ملتان کم التفاتی او می دانست اعتبار نہ کردہ از تہِ دل بہ محمد فرخ سیر گروید و درخواست قدوم الہ آباد نمود۔

محمد فرخ سیر در چنین ہنگام اتفاق این دو برادر بہادر صاحب فوج از امارات اقبال خود دانستہ از بلدۂ پٹنہ بہ الہ آباد رسید و با حسن علی خان مشافہۃً بتجدید عہد پرداختہ امیدوار مزید عنایات ساخت و بہ ہراولی فوج مقرر فرمود۔ و عازم پیش گشت۔

عز الدین پسر کلان محمد معز الدین بہ اتالیقی خواجہ حسین مخاطب بہ خان دوران از دار الخلافہ شاہجہان آباد بتقابل محمد فرخ سیر مرخص گردید۔ و در حوالی کھجوہ از توابع الہ آباد رسیدہ انتظار حریف می کشید بمجرد تقارب فوج محمد فرخ سیر عز الدین بے استعمال ادوات حرب نیم شبی راہ گریز گرفت۔

فوج محمد فرخ سیر کہ در کمال عسرت و بے سامانی بود از غارت بنگاہ عز الدین تقویتے کمال بہم رسانید و روانہ پیشتر شدہ در نواحی اکبر آباد خرامش نمود۔

محمد معز الدین نیز از دار الخلافہ کوچ کردہ بہ اکبر آباد آمد۔ و در فکر عبور دریای جمن (جون) بود کہ حسن علی خان پیش قدمی نمودہ از متصل سرای روز بہانی چہار کروہی اکبر آباد دریای جمن (جون) را عبور کرد و در عقب او محمد فرخ سیر نیز از دریا گذشت۔ اکثر مردم محمد فرخ سیر از عسرت و کم مایگی رو بہ پراگندگی آوردہ بودند معدودی ہمراہ رکاب رسیدند۔ سیزدہم ذی الحجہ سنہ ثلث و عشرین و مأتہ و الف (۱۱۲۳) تلاقی فریقین دست داد۔ نسیم فیروزی بر الویہ محمد فرخ سیر وزید۔ و محمد معز الدّین بتغییر وضع راہ دہلی گرفت۔

درین کارزار از هر دو برادر ترددات نمایان بظهور رسید۔ سید حسین علی خان برادر خورد زخمهای کاری بر داشته در میدان افتاد۔ بعد جلوه افروزی شاهد فتح حسن علی خان برادر کلان بر جناح استعجال روانه دار الخلافه گشت۔ و پادشاه نیز به تفاوت یک هفته سایهٔ وصول بر ساحت دهلی انداخت حسن علی خان بمنصب هفت هزاری هفت هزار سوار و خطاب سید عبد الله خان قطب الملک بهادر یار وفادار ظفر جنگ و تفویض وزارت اعلیٰ بلند پایه گشت۔

چون عروج رتبه این هر دو برادر از حد گذشت۔ ناتوان بینان در صدد شکست افتادند۔ و به تسویلات واهی مزاج پادشاه را شورانیدند۔ نوبت بجائے رسید که هر دو برادر خانه نشین گشتند۔ و به ترتیب مورچال و استعداد اسباب پرخاش پرداختند والدهٔ پادشاه که با هر دو برادر اظهار دوستی می نمود و از قدیم واسطهٔ اصلاح بود۔ بخانهٔ قطب الملک آمده مجدداً عهد و پیمان استوار ساخت۔ هر دو برادر بملازمت رسیده شکوه‌های محبت آمیز در میان آمد۔ و چند روز زمانه به آرائش گرائید۔

غرض گویان مزاج پادشاه را برهم زدند۔ هر روز صحبت بے مزه تر می گشت۔ و مادهٔ نفاق که خانه برانداز کهنه دولتهاست می افزود۔ تا آنکه امیر الامرا بصوبه داری دکن مرخص گشت۔ و قطب الملک بعیش و عشرت مشغول گشته عنان وزارت بدست راجه رتن چند سپرد۔ اعتقاد خان کشمیری همراز و دمساز پادشاه گردید و کنگاش قلع و قمع سادات اعلان گرفت۔ قطب الملک به امیر الامرا نوشت که کار از دست رفته است پیش از آنکه چشم زخمی به آبرو و جان برسد۔ خود را باید رسانید۔ امیر الامرا باکمال تسلط و جبروت از دکن روانه شده سواد دهلی را معسکر ساخت و پادشاه را پیغام کرد که تا که بند و بست قلعه به اختیار ما نباشد در ملازمت وسواس دارم۔ پادشاه خدمات قلعه را به متوسلان امیر الامرا سپرد۔ بعد استحکام قلعه امیر الامرا

بملازمت پادشاه رسید۔

وہشتم ربیع الآخر بہ ارادۂ ملاقات ثانی فوجها آراسته داخل شهر شد و در حویلی شایسته خان فرود آمد۔ قطب الملک و مهاراجه اجیت سنگھ در قلعه رفته بدستور روز اول به بند و بست قلعه پرداختند و کلید دروازه بدست آوردند۔ آن روز و شب بهمین منوال گذشت۔ مردم شهر واقف نشدند که شب در قلعه چه واقع شد چون صبح دمید قتل قطب الملک شهرت داده افواج پادشاهی از هر جانب مرتب شده بر سر امیر الامرا خواستند هجوم آرند امیر الامرا به قطب الملک گفته فرستاد که چه جائے توقف است زود از میان باید برداشت۔

لاعلاج قطب الملک نهم ربیع الآخر سنه احدی وثلثین ومائة والف (۱۱۳۱) پادشاه را مقید ساخت و رفیع الدرجات بن رفیع الشان بن شاه عالم را از حبس برآورده بر تخت نشاند و صدای نقارۂ جلوس او آشوبی را که در شهر برپا شده بود فرونشاند۔

رفیع الدرجات در حالت حبس بمرض تپ دق مبتلا بود۔ چون سلطنت میسر شد لوازم احتیاط مزاج از دست داد و بعد ۳ ماه و چند روز روزگار او سپری گشت و مطابق وصیت او برادر کلانش رفیع الدوله را بر سریر سلطنت جا دادند۔ و به شاه جهان ثانی ملقب ساختند۔ بعد ایامے نیکوسیر در قلعه آگره خروج کرد۔ امیر الامرا با پادشاه بسرعت خود را رسانده قلعه را مفتوح ساخت۔ ناگاه فتنۂ دیگر گل کرد۔ جی سنگھ سوائی طبل مخالفت کوفت۔ قطب الملک در رکاب شاه جهان ثانی برای دفع جی سنگھ به فتح پور سیکری شتافت و با جی سنگھ صورت مصالحه درمیان آمد شاه جهان ثانی نیز بعد ۳ ماه و چند روز بمرض اسهال درگذشت۔ ناگزیر روشن اختر بن جهان شاه بن شاه عالم را از دار الخلافه طلبیده

پانزدهم ذی القعده سنه احدی وثلثین ومآته والف (۱۱۳۱) بر اورنگ فرمانروائی اجلاس دادند- و به محمد شاه ملقب ساختند-

سبحان الله هر چند سادات خود دعوی سلطنت نه کردند و اولاد تیموریه را بر تخت نشاندند اما حرکتے که با محمد فرخ سیر کردند مبارک نیامد- ومی به آسایش نگذرانیدند ونفسے به طمانیت نه کشیدند- دریاهائے فتنه از هر چهار طرف بتلاطم درآمد و اسباب زوال دولت آماده گشت-

خبر رسید که غرهٔ رجب سنه اثنتین وثلثین ومآته والف (۱۱۳۲) نواب نظام الملک ناظم مالوا از دریای نربدا گذشته قلعه آسیر وشهر برهان پور را متصرف گشت- امیر الامرا سید دلاور خان بخشی خود را با فوج سنگین جانب نواب نظام الملک فرستاد- دلاور خان بعد محاربه بقتل رسید- سید عالم علیخان نائب صوبه داری دکن که نوجوان تهور منش بود کار زار نموده مردانه نقد هستی باخت- امیر الامرا با پادشاه قصد دکن کرد و قطب الملک با چندے از امرا نوزدهم ذی القعده از چهار کروهی اکبر آباد فتحپور رویه رخصت دار الخلافه دهلی شد و هنوز نرسیده بود که هفتم ذی الحجه خبر کشته شدنِ امیر الامرا طاقت ربا گشت

قطب الملک برادر صغیر اعیانی خود سید نجم الدین علی خان را که بحراست دهلی قیام داشت نوشت که یکے از شاهزادها را برآورده بر تخت نشاند- پانزدهم ذی الحجه سنه اثنتین وثلثین ومآته والف (۱۱۳۲) سلطان ابراهیم بن رفیع الشان بن شاه عالم را بر تخت دهلی اجلاس دادند- به تفاوت دو روز قطب الملک نیز رسید و به استمالت امراء قدیم وجدید پرداخت- وفوج علی العموم نگاه داشت وآنچه در ایام وزارت اندوخته بود از نقد وجنس که احصاء آن جز علم الهی مقدور کسے نیست همه را صرف سپاه ویاران ودوستان کرد وگفت اگر زنده ایم باز بهم

می رسانیم و اگر خواهش حق بنوعی دیگر است چرا در دست غیر افتند۔

هفدهم ماه مذکور بعزم مقابله از دار الخلافه بر آمد۔ سیزدهم محرم سنه ثلاث و ثلثین و مائة و الف (۱۱۳۳) بموضع حسن پور رسید۔ چهاردهم جنگ واقع شد۔ توپخانهء محمد شاهی باهتمام حیدر قلی خان میر آتش بهیم درکار بود و مردم بارهه سینه را سپر ساخته در مقابل توپخانه مکرر حملها نمودند از برگشتگی ایام فائده نه بخشید۔ چون شب شد از بارش گولهای توپ و زنبورک و شترنال که آنی فرصت نمی داد فوج قطب الملک پراگنده گشت و تا دمیدن صبح معدودے همراه قطب الملک ماندند۔

همین که آفتاب از دریچهٔ مشرق سر بر آورد۔ فوج محمد شاهی یورش کرد و جنگے صعب واقع شد۔ بسیارے از سادات بسمل شدند۔ و سید نجم الدین علی خان زخمهای کاری برداشت۔ قطب الملک خود را از فیل انداخت۔ زخم تیر بر پیشانی و زخم شمشیر بر دست رسید۔ حیدر قلی خان۔ با جمعی بر سر وقت قطب الملک رسیده او را با بر فیل خود گرفت۔ و نزد پادشاه آورد۔ پادشاه جان بخشی نموده حوالهء حیدر قلی خان فرمود۔ قطب الملک در قید پادشاهی روزی بشب و شبے بروز سیاه می آورد آخر مسمومش کردند۔ اول مرتبه خدمتگار او زهر مهره را سائیده خورانده۔ باستفراغ بسیار سمیت دفع شد۔ روز دویم باز خواجه سرای پادشاهی حب زهر هلاهل آورد۔ قطب الملک تجدید وضو کرده مستقبل قبله نشست وگفت الهی تو میدانی که این شئی حرام را باختیار خود نمی خورم۔ همین که از حلق فرو رفت حالت متغیر گشت و جان بجهان آفرین سپرد۔

و این واقعه سلخ ذی الحجه سنه خمس و ثلثین و مائة و الف (۱۱۳۵) واقع شد قبرش در شاهجهان آباد زیارتگاه خلائق است۔

از آثار اوست نهر پٹپر گنج واقع شاهجهان آباد که از بی آبی حکم کربلا داشت قطب الملک در سنه سبع و عشرین و مائة و الف (۱۱۲۷) نهرے از اصل نهر

شاہجہانی بریدہ آوردہ و آن خط را بوفور آب احیا نمود۔ علامۂ مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی گوید ؎

بحر جود و فیض قطب الملک عبداللہ خان ۔۔ نہر خیری کرد جاری آن وزیر محتشم

بہر آن عبدالجلیل واسطی تاریخ گفت ۔۔ نہر قطب الملک ہذا بحر احسان و کرم ۱۱۲۷ھ

و نیز علامۂ مرحوم در مثنوی بمدح او می پردازد ؎

ارسطو فطرتے آصف نشان است ۔۔ یمین الدولہ عبداللہ خان است

بدیوان چون نشیند نو بہار است ۔۔ بمیدان چون در آید ذوالفقار است

(۸۳) امیر الامرا سید حسین علی خان[1]

برادر خورد قطب الملک است امّا در سخاوت و شجاعت و علو ہمت و تمکین و وقار از برادر کلان فائق بود۔ و در عہد خلد مکان بہ حکومت رنتھنبور و آخرہا بہ فوجداری ہندول بیانہ می پرداخت

چون برادرش بعد رحلت خلد مکان در لاہور مشمول عواطف شاہ عالم گردید۔ سید حسین علی خان با فوجی شایستہ در حوالی دہلی دولت ملازمت دریافت و در جنگ محمد اعظم شاہ مصدر جلائل ترددات گشتہ نوعی کہ گزشت بہ منصب سہ ہزاری و عنایت نقارہ سربلند گردید۔ و بوساطت شاہزادہ عظیم الشان بہ نیابت صوبہ داری عظیم آباد پٹنہ رخصت یافت

در اواخر عہد خلد مکان صوبہ داری بنگالہ بہ سپہ دار خان مخاطب بہ اعزالدولہ خان جہان بہادر از تغیر شاہزادہ عظیم الشان مقرر گشت۔ محمد فرخ سیر خلف عظیم الشان کہ بہ نیابت پدر در بنگالہ بود طلب حضور شدہ بہ پٹنہ

---

[1] مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۳۲۱ تا ۳۳۸ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۸۸ء۔

رسید چون مدتها بخودسری گزرانیده ونسبت به برادران دیگر نزد جد و پدر رتبهٔ نداشت رفتن حضور شاق و ناگوار پنداشته بعد از عسرت اخراجات اوقات پرستی میکرد تا آنکه شاه عالم شتقار شد محمد فرخ سیر خطبه وسکّه بنام پدر نموده در فراهم آوردن مردم همّت گماشت - درین اثنا خبر کشته شدن عظیم الشان رسید - در ربیع الاوّل سنه ثلث وعشرین ومأته والف (۱۱۲۳) خود سریر آرای سلطنت گشت -

وسید حسین علی خان ناظم پتنه را به وعدهٔ عنایات مستمال ساخته رفیق گردانید و ازین جهت سید حسن علی خان ناظم اله آباد نیز طریق رفاقت سپرد - در کمتر زمانی افواج کثیره مجتمع گشت امابنا بر قلت خزانه تا رسیدن اکبرآباد دوازده هزار سوار بیش نماند -

سید حسین علی خان روز جنگ به اتفاق حسین بیگ خان صف شکن نائب صوبه داری اوڈیسه و زین الدین خان پسر بهادر خان رُهیله مقابل ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر که توپ وضرب زن بسیار بیش روچیده ایستاده بود اسپان تاخته در زنجیرهٔ توپخانه در آمد - چون عرصه وغبار خود تنگ دید بآئین دلاوران کشور هند پیاده گشته زخمهائے کاری برداشته برزمین افتاد - وآن دو سردار با رفقاء بسیار مردانه نقد زندگانی نثار نمودند -

بعد فتح سید حسین علی خان بخطاب امیرالامرا بهادر فیروز جنگ ومنصب هفت هزاری هفت هزار سوار و خدمت والاے میر بخشیگری کوس بلندنامی نواخت ودر سال دوم جلوس به افواج سنگین به تنبیه اجیت سنگهه مرزبان سرزمین مارواڑ که لوای تمرد افراخته بود - مامور گردیده تا میرٹهه هرجا تعلقهٔ او بود لکد کوب تاراج ساخت - راجه از صولت فوج منصور جانب بیکانیر بدر زده در مکانهای استوار خزید -

درین بساق آنچه از اجرای حکم امیر الامرا نقل می کنند این است که :-

"چون دیهات اجیت سنگه و جی سنگه سوائی باهم مخلوط اند و رعایای متعلقه اولین از
"هراس دو بفراری آوردند- و بنا راجیان حکم بود که مواضع خالی را یغما کرده آتش زنند
"و مکانهای آباد را مزاحمت نرسانند- رعایای اجیت سنگه این را دیده بوساطت
"رعایای جی سنگه امان خواسته می آمدند- همان وقت سزاولان تعیین می شدند که بنا راجیان
"گویند که آتش فرونشانند و آنچه گرفته اند مسترد سازند اصلا درین حکم تخلف نمی شد-
"بعضی ثقات از مردم دیه استفسار کردند باتفاق می گفتند که غیر از سوختن نقصانے
"بما نرسید-

وضبط و نسق امیر الامرا همیشه برین منوال بود-

افواج او از راه باریکے مابین دو زراعت مے گزشت کسی را قدرت نبود که از جاده تفاوت کند- وست بزراعت رسانیدن معلوم-

القصه اجیت سنگه چون خرابی خود و ملک مشاهده کرده وکلاء معتبر فرستاده بتقدیم پیشکش وارسال پسر کلان خویش ابی سنگه نام و تزویج دختر خود به پادشاه که در عرف این دیار دوله گویند مستدعی عفو جرائم گردید- امیر الامرا مصالحه پرداخت و ابی سنگه را همراه گرفته خود را بحضور رسانید و فوجی برای دوله گزاشت و بعد رسیدن دوله طوی پادشاه منعقد گشت-

گویند اینچنین طوی عظیم الشان از شاهان پیشین کم جلوهٔ ظهور نمود- علامهٔ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی مثنوی رنگینے درین طوی بنظم آورده و داد سخنوری داده-

بعد ازین پادشاه امیر الامرا را به صوبه داری دکن مقرر فرمود- چون میر جمله سمرقندی هر روز مزاج پادشاه را از سادات منحرف می ساخت- قرار یافت که اول میر جمله بصوبه داری پتنه راهگرا گردد بعد ازان امیر الامرا رخصت دکن

شود۔ میر جمله روانه پتنه شد و امیر الامرا در سنه سبع و عشرین و مائة و الف (۱۱۲۷) متوجه دکن گردید۔

وقت رخصت مواجهتاً عرض کرد که اگر در غیبت من میر جمله بحضور رسید۔ یا به قطب الملک نوعی دیگر سلوک شد در عرض بیست روز مرا رسیده دانند۔ پادشاه از قباحت نافهمی بوساطت خان دوران مخفی به داؤد خان ناظم برهان پور تحریض مخالفت نمود۔

داؤد خان باآنکه سادات در ابتدای سلطنت محمد فرخ سیر واسطهٔ جان بخشی او شدند و بتازگی امیر الامرا نیابت صوبه داری برهان پور از پادشاه بنام او گرفت۔ و او از گجرات احمد آباد به برهان پور آمده بحکومت آنجامی پرداخت چشم از حقوق سادات پوشیده ارادهٔ مخالفت مصمم ساخت۔

چون امیر الامرا نربدا را عبور کرد ظاهر شد که داؤد خان سررشتهٔ موافقت گسسته خیال ملاقات هم در سر ندارد۔ امیر الامرا در فکر اصلاح افتاده پیغام کرد که در صورت توافق ملازمت لازم و در شکل تخالف روانهٔ دار الخلافه باید شد از ما مزاحمتی نیست۔

داؤد خان پای جهالت افشرده کار به پرخاش رسانید۔ ناگزیر یازدهم رمضان سنه سبع و عشرین و مائة و الف (۱۱۲۷) عرصهٔ مبارزت در سواد برهان پور آراسته گشت و جنگی عظیم رو نمود۔ داؤد خان بزخم تفنگ نقد هستی باخت۔ بعد طلوع نیر فتح امیر الامرا به اورنگ آباد رسید و بر مسند ریاست تمکن ورزید۔

و عنقریب کهندو دبهاریه سیناپتی راجه ساهو در صوبه خاندیس سر به فساد برداشت امیر الامرا ذو الفقار بیگ بخشی خود را به تنبیه او تعیین فرمود۔ و در پرگنه بهانیر دو چار گشته بجنگ در پیوست۔ ذو الفقار بیگ جرعهٔ شهادت چشید

و باقی فوج بغیما در آمد۔ سیف الدین علی خان برادر اصغر امیر الامرا و راجہ محکم سنگھ بمالش غنیم مامور شدند و تا بندر سورت عنان باز نہ کشیدند۔ و محکم سنگھ تا قلعہ ستارہ مسکن راجہ ساہو دقیقہ از نہب و تالان فرو نگذاشت۔

چون پادشاہ بہ اغوای دولت بر اندازان۔ و سرداران دکن خصوص راجۂ ساہو در باب مخالفت امیر الامرا۔ بایما و صراحت کوتاہی نمی کرد و در دہلی با قطب الملک ہر روز صحبتے تازہ و نزاعے نو برمے انگیخت و صدای بگیر و ببنش ہر وقت بگوشہا مے رسید۔ قطب الملک ناچار ہمیشہ امیر الامرا را بہ آمدن دہلی ترغیب می کرد

لاعلاج امیر الامرا از دشمن خانہ بدشمن بیگانہ ساختہ در سنہ تسع و عشرین و مائۃ و الف (۱۱۲۹) با راجہ ساہو بتوسط سنکراجی ملہار و محمد انور خان برہان پوری کہ تا حین تحریر در قید حیات است و فقیر را با او صحبتہای مستوفی اتفاق افتاد صلح کرد و بشرط عدم تاخت و تاراج ملک و عدم تعرض طرق و شوارع۔ و نگاہ داشتن پانزدہ ہزار سوار در رکاب ناظم دکن۔ اسناد چوتھ و سردیسمکی شش صوبۂ دکن بمہر خود با تنخواہ کوکن وغیرہ ملکے کہ راج قدیمش می نامند حوالہ نمود۔

مخفی نماند کہ در اواخر عہد خلد مکان قرار یافتہ کہ با غنیم صلح در میان آید۔ باین شرط کہ سر صد از محصول ملکی نہ روپیہ بصیغۂ سردیسمکی حصۂ غنیم مقرر شود پادشاہ میر ملنگ را با اسناد سردیسمکی نزد غنیم فرستاد کہ عہد و پیمان محکم سازد و سرداران غنیم را بملازمت پادشاہی بیارد۔ آخر رای پادشاہ برگشت و میر ملنگ را کہ ہنوز اسناد حوالۂ غنیم نہ کردہ بود بحضور طلبید۔ و در عہد شاہ عالم سر صد دہ روپیہ سردیسمکی بہ غنیم مقرر شد و سند پادشاہی حوالہ گردید۔ و در ایام حکومت داؤد خان چوتھ یعنی چہارم حصہ از حاصل ملک سوای سردیسمکی بہ غنیم قرار یافت و جاری و ساری

گشت امانت به عمل نیامده بود۔ امیر الامرا بطورے کہ گذشت سند چوتھ حوالہ نمود۔ آخر نحوست این ترزیع سخت سرایت کرد و رفتہ رفتہ غنیم شریک غالب شد و قوت عجیبے بہم رسانید

امیر الامرا بعد مصالحہ عازم دار الخلافہ شد و غرہ محرم سنہ احدی و ثلثین و مائۃ و الف (۱۱۳۱) با فوج دکن بشوکت و صولت تمام از خجستہ بنیاد کوچ کرد و معین الدین نام مجہول الحالے را پسر شاہزادہ محمد اکبر بن خلد مکان قرار دادہ ہمراہ گرفت و بہ پادشاہ نوشت کہ در تعلقہ راجہ ساہو سرکشیدہ بود او را دستگیر ساختم و احتیاط لازم دانستہ خود بحضور می آرم۔

اواخر شہر ربیع الاول در حوالی دہلی جانب لات فیروز شاہ مخیم ساخت و خلاف ضابطۂ حضور نوبت نواختہ داخل خیمہ شد۔ و مکرر ببانگ بلند گفت کہ من از نوکری پادشاہی برآمدم۔

و بعد ازان کہ بندوبست قلعہ را باختیار خود کرد پنجم شہر ربیع الآخر ملازمت پادشاہ نمود و گذارش گلہا کرد۔ و باز ہشتم ماہ مذکور بشہرت سپردن شاہزادۂ جلی سوار شدہ در حویلی شایستہ خان داخل گشت و قطب الملک با راجہ اجیت سنگھ بہ بندوبست قلعہ شتافتہ ہیچکس را درانجا نگذاشت و پادشاہ را مقید ساخت طوریکہ در ذکر قطب الملک گذارش یافت۔

آخر این حرکت مبارک نیامد و در اندک فرصت نیکوسیر بن محمد اکبر بن خلد مکان کہ در قلعہ اکبرآباد مقید بود باتفاق احشام آنجا علم خروج بر افراشت امیر الامرا بر جناح استعجال رسیدہ بہ محاصرہ سہ ماہ و چندروز قلعہ را مفتوح ساخت۔ و بموکب شاہ جہان ثانی کہ برای تنبیہ راجہ جی سنگھ سوائی تا فتحپور سیکری رسیدہ بود ملحق گردیدہ و صلح درمیان آمد۔

درین ضمن چهبیله رام قوم ناگر ناظم الهٰ آباد دم از مخالفت زد۔ امیر الامرا و قطب الملک با پادشاه از فتح پور به آگره آمدند۔ وتا فرو نشستن فتنهٔ الهٰ آباد توقفِ آگره ضرور افتاد۔

چهبیله رام فوت شد و گردهر بهادر برادر زادهٔ چهبیله رام بنیاد مخالفتے که عمش گذاشته بود برپا داشت۔ حیدر قلی خان و محمد خان بنگش با فوجی تعین شدند و بتعویض و تفویض صوبه داری اودھ با گردهر بهادر صلح واقع شد۔

درین اثنا نیرنگی فلک شعبدهٔ دیگر وانمود۔ نواب نظام الملک ناظم مالوا رائحهٔ مخالفت از امیر الامرا استشمام نموده گام سرعت بدکن برگرفت۔ و بعد قتل سید دلاور خان و سید عالم علی خان قسمی که تحریر می شود ملک دکن را بتصرف درآورد

امیر الامرا با پنجاه هزار سوار به عزیمت دکن نهم ذی القعده سنه اثنتین و ثلثین و مأته والف (۱۱۳۲) از اکبر آباد کوچ نمود۔

سبحان الله این دو برادر سیما امیر الامرا شجاعت و سخاوت و کرم و حلم و مواسات فطری داشتند و کافهٔ انام را مشمول انواع احسان ساختند و هرگز مجوّز ستم و بیداد بر نفسے نشدند اما مقلب القلوب توعی دلها را صرف کرد که وسنگرفتهای سادات از سادات برگشتند و هرچند می دانستند که زوالِ دولتِ ایشان باعث خانه خرابی ماست۔ می گفتند الهی این کشتی غرق شود ما هم فرو رویم از بیگانگان چه توان گفت۔

بعد برهم خوردن دولت سادات مردم دو فرقه شدند جمعی به نیکی یاد می کردند و گروهی به بدی۔ و در مجالس فیما بین فریقین طرفه مناقشها برپا می شد۔

میرزا بیدل تاریخ عزل محمد فرخ سیر چنین بنظم آورده ۔

دیدی کہ چہ با شاہ گرامی کردند — صد جور و جفا ز راہِ خامی کردند
تاریخ چو از خرد بجستم فرمود — سادات بوی نمک حرامی کردند
۳۱ ۱۱ھ

و میر عظمت اللہ بیخبر بلگرامی در جواب چنین انشاء کردہ[۱]

با شاہِ سقیم آنچہ شاید کردند — از دستِ حکیم ہر چہ آید کردند
بقراطِ خرد نسخۂ تاریخ نوشت — سادات دو اش آنچہ باید کردند
۳۱ ۱۱ھ

القصہ اعتماد الدولہ محمد امین خان بنا بر قرابت قریبہ کہ با نواب نظام الملک داشت در فکر غدر افتاد۔ و میر حیدر کاشغری را برآن داشت کہ قابو یافتہ قطع رشتۂ حیات امیر الامرا اقدام نماید۔

میر حیدر مسطور از ترکان دوغلات است۔ وجد کلانش میر حیدر صاحب تاریخ رشیدی ہموارہ ملتزم رکاب بابری و ہمایونی بود۔ چندے بہ فرمان روائی کشمیر ہم رسید۔ و از جہت میر شمشیری اینہا را میری گویند۔

ششم ذی الحجہ سنہ اثنین و ثلثین و مائۃ و الف (۱۱۳۲) در منزل نورہ ۳۵ سی و پنج کروہ عرفی از فتح پور سیکری مخیم عساکر شد۔ امیر الامرا بعد داخل شدن پادشاہ در محل سرا پالکی سوار بخانۂ خود برگشت ہمین کہ متصل کلال باری یعنی احاطۂ چوبین کہ گرد خیام پادشاہی نصب کنند رسید۔ میر حیدر کہ روشناس و راہ حرف داشت فرد احوال خود بدست امیر الامرا داد و شروع بضعیف نالی نمود۔ چون امیر الامرا مشغول خواندن شد بچستی خنجر آبداری بہ پہلوے امیر الامرا رسانید و کار تمام کرد نور اللہ خان از اقرباء امیر الامرا پیادہ ہمراہ می رفت بضرب شمشیر میر حیدر را از پا در آورد۔ و دیگر رفقاء امیر الامرا دست و پای زدند بجای نرسید قابو طلبان سر امیر الامرا جدا کردہ نزد پادشاہ بردند

[۱] مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۳۳۴ مطبوعہ کلکتہ۔

وپس ازین هنگامه لاش او را بحکم پادشاهی تکفین نموده و نماز جنازه خوانده به اجمیر نقل کردند و در جوار پدرش سید عبد الله خان مدفون ساختند۔

پیش از وقوع این سانحه مرد صالحے در رویا دید که سید الشهداء امام حسین رضی الله تعالی عنه به امیر الامرا خطاب کرد که بَلَغَ وَعْدُکَ (۱۱۳۲ھ) وَغَلَبَ عَدُوُّکَ (۱۱۳۲ھ) بعد شهادت امیر الامرا چون حساب کردند هر یک فقره تاریخ بود با صنعت تقلیب

حق این است که در قریب العهد کم امیری باین خوبی در عرصهٔ ظهور آمد نسخهٔ جامع اخلاق حمیده بود۔ وفور طعام و صلاے عام سرکار او مشهور است۔ مردم اورنگ آباد بالاتفاق نقل می کنند که در عهد امیر الامرا اکثر مردم در خانهٔ خود طعام نمی پختند۔ طباخان سرکار امیر الامرا طعام حصهٔ خود می فروختند و قاب پلاؤ مکلّف بچند پل سیاه می دادند۔

اجراء بلغور خانها از غله پخته و خام و احداث مجلس یازدهم و دوازدهم هر ماه در بلاد عظیمهٔ هند و دکن از اعمال خیر اوست۔ و تا امروز جاری است درین مجالس با مشائخ و فقراء بتواضع و انکسار سلوک می نمود و آفتابه در دستِ خود گرفته بر دستِ مهمانان آب می ریخت۔

و پیش از وصول دکن زر مهم سازی نمی گرفت۔ بعد رسیدن دکن متصدیان باظهار قلت مداخل و کثرت مخارج مزاجش برین آوردند۔ معهذا چون حیدر قلی خان حاکم بندر سورت اموال ملّا عبد الغفور ملک التجار بندر مذکور که زیاده بر یک کرور روپیه بود ضبط نمود۔ ملّا عبد الحیّ پسر متوفی بطریق استغاثه بحضور رسید و پانزده لکه روپیه بشرط معافی اموال نیاز امیر الامرا نوشته داد۔ روزے صبح ملّا عبد الحیّ را طلبیده اموال بانیاز معاف کرده به عطای خلعت نواخته رخصت وطن فرمود و گفت امشب مرا برسر مالِ این مرد با نفس خود مجادله شد۔ آخر بر نفس طامع غالب آمدم۔

وقتیکه امیرالامرا از دکن بدارالخلافه معاودت نمود- می خواست که امین الدوله وقائع خوان حضور پادشاهی را بنا بر تقصیری که از امین الدّوله در غیبت امیرالامرا صادر شده بود معاتب سازد- روزے که امین الدّوله بملازمت امیرالامرا رسید و از در در آمد میر عبدالجلیل بلگرامی حاضر بود میر بعرض نواب رسانید که رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم در حق انصار و ذریت انصار دعا کرده و در مراعات ایشان وصیتها نموده و فرموده تَجَاوَزُوا عَنْ مُسِيئِهِمْ یعنی درگذرید از گنهگار ایشان نواب از اولاد رسول اند صلی اللہ علیه و آله وسلّم و امین الدّوله از اولادِ انصار رضی اللہ عنهم باقتداء جد بزرگوار تقصیر مشارٌ علیه عفو شود- امیرالامرا فی الفور از حالت غضب فرود آمد و امین الدّوله را مشمول مهربانیها ساخت

میر عبدالجلیل دران وقت با امین الدّوله آشنا نبود امّا می دانست که از اولاد انصار است چون میر طریقهٔ محدثین داشت و همواره در مراعات سنن نبوی می کوشید شفاعت انصار برخود لازم دید-

امیرالامرا خوش ذهن بود و شعر خوب می فهمید- و در فن تاریخ دانی متفرد می زیست و ارباب کمال را فراوان دوست می داشت و بعد نماز صبح اذن بود که صاحب کمالان درآیند و تا یکپاس روز با اینها صحبت می داشت و تاکید بود که دران وقت دیوانیان و متصدیان حاضر نشوند-

میر عبدالجلیل مرحوم تعریف خوش فهمی امیرالامرا بسیار می کرد و در مرثیهٔ امیرالامرا قصیدهٔ غرّا بنظم آورده و از فرط محبتے که با امیرالامرا داشت بکمال وا سوختگی حرف زده قصیده این است ؎

آثار کربلاست عیان از جبین هند　　زد جوش خونِ آلِ نبی از زمینِ هند
شد ماتم حسین علی تازه در جهان　　سادات گشته اند مصیبت نشین هند

نیلی است زین معامله پیراهنِ عرب　　وز خونِ گریه سرخ شده است آستینِ هند
گیتی چرا سیاه نه گردد ز دودِ غم　　خاموش شد چراغِ نشاط آفرینِ هند
هند این چنین مصیبتِ عظمی ندیده است　　دیدیم داستانِ شهور و سنینِ هند
از داغِ دل زدند چراغانِ اشک جوش　　این است نوبهارِ گلِ آتشینِ هند
ماهی در آب می طپد و مرغ در هوا　　از شیونِ عظیمِ امیرِ مهینِ هند
فرزندِ مصطفی خلفُ الصّدقِ مرتضیٰ　　کز روی فخر بود بدانش یمینِ هند
ستم نشان حسین علی خان شهید شد　　از خنجرے که بود نهان در کمینِ هند
آن صفدری که از قلمِ تیغ بارها　　تحریر کرده نسخهٔ فتحِ مبینِ هند
تیغش بروزِ معرکهٔ خصمِ تیره بخت　　چون برق می شگافت صفِ آهنینِ هند
دریا دلے که بود ز ابرِ عنایتش　　شادابی بهارِ بهشتِ برینِ هند
از بهرِ مهر فلک زده عالیجناب او　　در ترکتاز حادثه حصنِ حصینِ هند
منقاد او شدند ازان سرکشانِ دهر　　کز داغ ضبط کرد نشان بر جبینِ هند
هند از شهادتش تنِ بے روح گشته است　　یعنی که بود او نفسِ واپسینِ هند
عالم چو قیر در نظرِ خلق شد سیاه　　اُفتاد تا ز خاتمِ دهر آن نگینِ هند
گردون ز اختران همه تن اشک گشته است　　در انتهاءِ ماتمِ رکنِ رکینِ هند
دل چاک چاک گشت جگر داغ داغ شد　　زین غم گذشت زهر از انگبینِ هند
اِنْسترجعَ الملائکُ واستعبرَ الفلکُ　　فی هٰذه المصیبةِ سُحقاً لِّدینِ هند
از دستِ ابن ملجمِ ثانی شهید شد　　گوئی ز کوفه است گلِ ماتمینِ هند
تا کربلا و تا نجف و تا مدینه رفت　　سیلابِ خونِ دیدهٔ و آه و انینِ هند
ای دوستانِ آلِ محبّانِ اهلِ بیت　　غمگین شوید بهرِ حسینِ حزینِ هند
تا حقِ اهلِ بیت رسالت ادا شود　　بر رغمِ این جماعهٔ منصوبه بینِ هند

از کلکِ من بمرثیۂ سیّدِ شہید — این چند بیت ریخت چو دُرِّ ثمینِ ہند
رضوانِ حق چو سبزہ قرینِ ضریح او — تا ہست حُسنِ سبزہ بہ گیتی قرینِ ہند
سالِ شہادتش قلمِ واسطی نوشت — قتلِ حُسین کرد یزیدِ لعینِ ہند ۱۱۳۲ھ

(۸۴) آصف- نوّاب نظام الملک آصفجاہ طاب ثراہ

جدِ[۱] مادری او سعد اللہ خان وزیر اعظم صاحبقران شاہ جہان پادشاہ است و جد پدری او عابد خان کہ پدرش عالم شیخ از عظماء اکابر سمرقند و از احفاد شیخ شہاب الدین سہروردی بود-

عابد خان در عہد شاہ جہانی واردِ ہندوستان گردید و بدولت روشناسی پادشاہ و خدمت گزینی شاہزادہ اورنگ زیب شرف اندوز گشت- و چون سلطان اورنگزیب را با برادران محاربہ بہ پیش آمد درین معرکہ ملتزم رکاب بود- و بعد از سریر آرائی بمنصب چہار ہزاری اختصاص یافت و در سال چہارم جلوسی بخدمت صدارت کل و بعد ازان بمنصب پنج ہزاری و خطاب قلیچ خان افتخار اندوخت و بعد عزل صدارت شانزدہم جمادی الآخرہ سنہ اثنین و تسعین و الف (۱۰۹۲) کرت ثانی بہ خلعت صدارت آراست و در محاصرہ قلعہ گلکندہ حیدر آباد بیست و چہارم ربیع الاول سنہ ثمان و تسعین و الف (۱۰۹۸) بزخم گولۂ توپ نقد جان نثار کرد-

میر شہاب الدین خلف عابد خان بمراتب علیا صعود نمود و بمنصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار و خطاب غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ بلند آواز گشت و در فتح بیجاپور از بس ترددات نمایان بظہور رسانید- بضم فقرہ " فرزند ارجمند" بر القاب سابق نوازشِ تازہ یافت- و در عہد شاہ عالم بصوبہ داری گجرات

[۱] مآثر الامراء جلد سوم صفحہ ۸۳۷ مطبوعہ کلکتہ-

ماموز گشت۔ ودر ایام حکومت گجرات سنہ اثنتین وعشرین و مأتہ والف (۱۱۲۲) بعالم باقی شتافت

نواب نظام الملک آصف جاہ خلف نواب غازی الدین خان نام اصلی او میر قمرالدین است۔ وسال میلاد او سنہ اثنتین وثمانین و الف (۱۰۸۲)

در ریعان شباب مطرح انظار خلد مکان بود و بمنصب چہار ہزاری و خطاب چین قلیچ خان سرافراز۔ و در تسخیر قلعہ واکنکیرہ مصدر تردداتِ نمایان گردیدہ باضافۂ ہزاری بمنصب پنج ہزاری عروج نمود۔ و بعد رحلت خلد مکان در تنازع شاہزادہا سررشتۂ احتیاط بدست آوردہ ملتزم ہیچ طرف نہ گردید

وچون شاہ عالم سریر سلطنت آراست بخطاب خان دوران بہادر وصوبہ داری اودھ با فوجداری لکھنؤ کہ دران وقت فوجدار آنجا از حضور مقرر مے شُد ممتاز گردید۔ علامہ مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی تاریخ خطاب او ہمین "خاندوران بہادر" یافت۔ ۱۱۲۴ھ

نواب نظام الملک بہ کمتر فرصت بنا بر گرمی بازار امراء جدید و کساد امراء قدیم از نوکری استعفا کردہ بہ دارالخلافہ شاہ جہان آباد آمد و لباس درویشانہ پوشیدہ خانہ نشین گشت

بعد رحلت شاہ عالم چون نوبت سلطنت چند روزہ بہ محمد معز الدین رسید بہ عنایت اصل منصب وخطاب سابق نواخت۔ فقراء بے قید ہندوستان بر نواب نظام الملک طعنہ مے زدند کہ از خرقۂ درویشی بر آمدہ بہ لباس دنیا در آمد۔ طرفہ این جماعت دریوزہ گری ست ازان وقت با نواب نظام الملک سوال نہ کردند غیرت این طائفہ ہم تماشا باید کرد۔

القصہ چون محمد فرخ سیر بر تخت خلافت بر آمد بخطاب نظام الملک بہادر

فتح جنگ و منصب هفت هزاری مباهی ساخت و بنظم دکن مامور فرمود۔

و چون ایالت دکن به امیر الامرا سید حسین علی خان قرار گرفت و نواب به پایۂ سریر خلافت شتافت حکومت مراد آباد تفویض یافت۔

و چون امیر الامرا از دکن به دار الخلافه معاودت نمود و محمد فرخ سیر را عزل کرده پادشاه نو را بر تخت نشاند حکومت مالوا به نظام الملک مقرر ساخت نواب نظام الملک به مالوا آمد۔ و بوی نفاق از امراء پای تخت استشمام نموده در سال دوم محمد شاهی مطابق سنه اثنتین و ثلثین و مائة و الف (۱۱۳۲) متوجّه دکن گردید۔

و غرۂ رجب عبور دریای نربدا نموده قلعه آسیر را از طالب خان و شهر برهان پور را از محمد انور خان برهان پوری به صلح به دست آورد۔ امیر الامرا لشکر جرارے به سرداری سید دلاور خان به تعاقب فرستاد۔ نواب به طریق رجع القهقری بمقابله شتافته۔ در موضع حسن پور سرکار هندیه سیزدهم شعبان سال مذکور تلاقی فریقین دست داد۔ سیّد دلاور خان بقتل رسید۔ و نواب قرین فتح و نصرت به دار السرور برهانپور عود فرمود۔ و هنوز زخم جراحت رسیدگان التیام نیافته بود که سید عالم علی خان برادر زادۂ امیر الامرا نائب دکن تتبدارک کمر بست۔ و از خجسته بنیاد اورنگ آباد جلو ریز جانب برهان پور شتافت و ششم شوال سال مسطور در نواحی بالاپور از توابع صوبۂ برار جنگے صعب روداد۔ سید عالم علی خان از فرط تهوری پاے جلادت افشرده خون خود را بے محابا ریخت و نواب مظفر و منصور داخل اورنگ آباد گردید۔

امیر الامرا به استماع این خبر قطب الملک برادر کلان خود را بضبط و ربط هندوستان از اکبر آباد جانب دار الخلافه مرخص ساخت۔ و خود با پادشاه عازم

دکن گردید - چون قلم تقدیر بزوال دولت سادات بارہہ رفته بود اعتماد الدوله
محمد امین خان شخصے را مقرر کرد تا امیر الامرا را در عین سواری پالکی به خنجر دغا
کشت و این حادثه ششم ذی الحجه سال مذکور در منزل توره واقع شد. قطب الملک
بوصول این خبر وحشت افزا یکے از شاهزادها را از قلعه دار الخلافه برآورده به سلطنت
برداشت و فوجی فراهم آورده به مقابله شتافت - و بعد محاربه دستگیر گردید -

چون نواب نظام الملک به نظم ممالک دکن اشتغال داشت وزارت بر
محمد امین خان قرار گرفت -

محمد امین خان پسر خواجه بهاء الدین است که برادر نواب عابد خان مذکور
و قاضی بلده سمرقند بود - محمد امین خان از عهد محمد فرخ سیر بخشیگری دوم
باستقلال داشت - و بطوریکه تحریر یافت بپایهٔ وزارت اعلی مرتقی گشت اما بعد
وزارت اجل فرصت نه داد - و در ایام معدود در گذشت -

نواب نظام الملک خود را از دکن به دار الخلافه رسانیده خلعت وزارت
پوشید و خواست که قواعد خلد مکان را که متروک شده بود بتازگی رواج دهد امراء
خلیع العذار این را مخل مقاصد خود پنداشته مزاج پادشاه را از نواب نوعے
منحرف ساختند

در همان ایام مطابق سنه خمس و ثلثین و مائة و الف (١١٣٥) آثار بغی از
ناصیهٔ حال حیدر قلی خان ناظم گجرات هویدا گشت نواب بتادیب او مقرر گردید
و به این تقریب امرا نواب را از حضور برآوردند - چون نواب بمنزل جهابوه
قریب گجرات رسید حیدر قلی خان که باراده جنگ مسافتے طے کرده بود تاب
مقاومت در خود ندیده خود را دیوانه قرار داد -

نواب به دار الخلافه عطف عنان نمود و در جلدوی این خدمت صوبه داری مالوه

و گجرات ضمیمۂ حکومت دکن و وزارت مقرر گردید اما از نفاق اُمرا غبار خاطرها افزونی گرفت و در سنه ست و ثلثین و مائة و الف (۱۱۳۶) حکومت تمام ممالک دکن از تغییر نواب مبارزخان که از سالها ناظم حیدرآباد بود مفوض گشت۔ و ملال پنهانی بدرجۂ اعلان رسید۔ نواب مخالفت هوای دارالخلافه با مزاج خود و موافقت هوای مرادآباد که پیشتر بحکومت آنجا پرداخته بود بهانه ساخته از پادشاه رخصت مرادآباد گرفت۔ و چند منزل طی کرده جلو عزم جانب دکن صرف ساخت و پاشنه کوب خود را به دکن رسانید۔ مبارزخان به مقابله پیش آمد در سواد شکرکهیره شصت کروه از اورنگ آباد فریقین بهم رسیدند۔ بیست و سیوم محرم سنه سبع و ثلثین و مائة و الف (۱۱۳۷) جنگی عظیم واقع شد۔ مبارزخان بقتل رسید۔ و ممالک مجموع بنواب مسلّم گشت۔

بعد ازین پادشاه به استمالت نواب کوشید۔ و همیشه بارسال فرامین عنایت و بذل انعامات مخصوص می ساخت۔ و درین ایام نواب بخطاب آصف جاه بلند آوازه گردید۔ و در سنه خمسین و مائة و الف (۱۱۵۰) پادشاه بمبالغه تمام نواب را طلب حضور نمود۔ نواب خلف الصدق خود نواب نظام الدّوله ناصرجنگ بهادر را نائب دکن مقرر ساخته خود به دارالخلافه شتافت و شرف ملازمت پادشاه دریافت۔ فضل علی خان تاریخ قدوم چنین در سلک نظم کشید ؎

صد شکر که ذات دین پناهی آمد — رونق دهِ ملک پادشاهی آمد

تاریخ رسیدنش بگوشم هاتف — گفت آیتِ رحمتِ الهی آمد

۱۱۵۰ھ

نواب هزار روپیه نقد و اسپ با ساز نقره در وجه صله عنایت نمود و بعد دو ماه از وصول دهلی پادشاه نواب را برای تنبیه مرهته دکن رخصت فرمود۔ نواب چون به اکبرآباد رسید۔ از بعض وجوه شارع متعارف جنوبی گزاشته

سمت شرقی روان گردید۔ و بر سر اتاوه و مکن پور مرور نموده زیر کالپی دریاے جمن را عبور فرمود۔ و از انجا رو به جنوب کرد۔ و بملک مالوا در آمد

فقیر درہمین ایام عازم حرمین شریفین زادہما اللہ کرامۃً شد و سیوم رجب سال مذکور از بلگرام بر آمد و از قنوج راه اکبر آباد گرفت۔ موکب نواب از قرب قنوج متوجه کالپی شد اما سر نہضت نواب به آن سمت معلوم نبود۔ بعد ازان که فقیر سه منزل طی کرد خبر رسید که نواب از دریای جمن گذشته رو به دکن آورد بمجرد وصول این خبر انبساط عجیبے دست داد که از غیب بدرقه راه بہم رسید۔ و طریق اکبر آباد گذاشته عنان بجانب کالپی منعطف ساختم و نہم رجب ببیست کروہ جنوبی کالپی وصول بموکب آصفجاہی اتفاق اُفتاد

نواب بعد طی منازل بشہر بھوپال از توابع صوبۂ مالوا رسید و فوج مرہٹہ از دکن استقبال کرد۔ در ماه رمضان سال مسطور جنگہای صعب در سواد بھوپال واقع شد۔ چون آمد آمد نادر شاه گرم بود۔ نواب مصالحه را اصلاح وقت دیده به دار الخلافه رجعت نمود۔

چون نادر شاه استیلا یافت وگذشت آنچه گذشت نواب را نسبت به سائر امرا فراوان رعایت و مدارا می کرد۔ چون امیر الامرا خان دوران در جنگ نادر شاه جانفشانی نمود پیش از استیلاء نادر شاه منصب امیر الامرائی ضمیمه مراتب دیگر به نواب مقرر گشت و بعد رفتن نادر شاه بحال ماند۔

و در سنه ثلث وخمسین ومائة والف (۱۱۵۳) نواب از پادشاه رخصت دکن گرفت۔ وقطع مسافت نموده پرتو قدوم بر سواد برہان پور افگند۔ مغویان نواب نظام الدوله ناصر جنگ را برین آوردند که سدراه پدر شده اکثر سرداران و افواج دکن نخست عهد اتفاق بستند آخر به نظر نمک خوارگی نواب آصف جاه

درافدام حرب تقاعد نمودند۔ نواب نظام الدّوله رنگ فوج مشاهده کرده در روضهٔ شاه برهان الدّین غریب گوشهٔ عزلت گرفت۔ چون رایات آصفجاه بعد تنظیم و تنسیقِ ملک ونصب حکام جدید اوائل موسم برشکال قریب به اورنگ آباد رسید نواب نظام الدّوله به اندیشهٔ آنکه مبادا آویزشی رو دهد از روضه بقلعه ملهیر رفت نواب آصفجاه موافق قاعدهٔ مستمر در موسم براشکال افواج را باوطان وچراگاه رخصت فرمود۔ وجریده در اورنگ آباد نشست۔ چون شیطان لعین راه زن بنی آدم است تا بحدیکه نتائجٔ انبیا را بزور تسویلات از راه می برد۔ و بمعارضه تَا للّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلَالِكَ الْقَدِيْمِ گستاخ می سازد۔ نواب نظام الدّوله بتحریک واقعه طلبان اراده اورنگ آباد مصمّم ساخت۔ وقریب هفت هزار سوار فراهم آورده بایلغار قریب اورنگ آباد رسید۔ نواب آصفجاه باهر قدر مردم که حاضر بودند وتوپخانه در سواد شهر جانب عیدگاه بمدافعه قیام نمود۔ بیستم جمادی الاولی سنه اربع وخمسین ومأته والف (۱۱۵۴) وقت شام جنگ قائم شد از کثرت توپخانه آصف جاهی وظلمت شام وتنگی وقت۔ فوج طرف ثانی ازهم پاشید نواب نظام الدّوله فیل را تاخته بامعدودی خود را قریب فیل نواب آصفجاه رسانید۔ وزخمی شده در دست پدر والاگهر اُفتاد۔

نواب آصفجاه در سنه ست وخمسین ومأته والف (۱۱۵۶) کمرعزم بتسخیر ملک کرناتک بربست۔ وبعد وصول آن دیار اوّل قلعه ترچناپلی را که در دست مرهته بود محاصره کرده مفتوح ساخت۔ وبعد ازان ملک ارکات را از قوم نوایت که از مدتے آن الکه را در تصرف داشتند انتزاع نمود وحکومت آنجا به انورالدین خان شهامت جنگ گوپاموی از جانب خود مقرر فرموده در سنه سبع وخمسین ومأته والف (۱۱۵۷) به خجسته بنیاد مراجعت کرد

ودر سنہ تسع وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۹) قلعہ بالکنڈہ از توابع حیدرآباد کہ در دست بعض امراء دکنی بود بعد محاصرہ در فرصت کمی مفتوح ساخت

ودر سنہ احدی وستین ومأتہ والف (۱۱۶۱) خبر آمد آمد احمد خان ابدالی از جانب کابل بہ شاہجہان آباد گرم شد۔ نواب بہ اقتضاء مصلحت ملکی از اورنگ آباد بسمت برہان پور نہضت فرمود۔ فقیر بہ تکلیف نواب نظام الدولہ حاضر این سفر بود در برہان پور خبر رسید کہ احمد شاہ ظفر یافت و احمد خان ابدالی شکست خوردہ راہ کابل گرفت۔

نواب آصفجاہ را درین ایام مرضی شدید عارض شد۔ بہمان حالت بیست وہفتم جمادی الاولی خیمہ جانب اورنگ آباد برآورد۔ واز استیلاء مرض در سواد شہر برہان پور زیر خیمہ وقفہ کرد وبیماری روز بروز قوت مے گرفت تا آنکہ چہارم جمادی الآخرہ وقت عصر سنہ احدی وستین ومأتہ والف (۱۱۶۱) رایت بملک جاودانی برافراخت۔

وقت برداشتن نعش غریوی از خلق برخاست کہ زمین وزمان در لرزہ در آمد۔ امراء عظام جنازہ اش رادوش بدوش بہ میدانے رسانیدند۔ ونماز ادا کردہ بہ روضۂ شاہ برہان الدین غریب قدس سرہٗ روانہ ساختند۔ و پایان مرقد شیخ مائل قبلہ بخاک سپردند "منوجہ بہشت" تاریخ رحلت اوست کہ راقم الحروف یافتہ۔ ۱۱۶۱ھ

بر واقفان اسرار سلف ہویداست کہ در طبقۂ سلاطین تیموریہ وطبقات پیشین امیرے بہ این اقتدار چشم روزگار کم مشاہدہ کرد۔ قریب ستی سال بایالت ممالک دکن پرداخت وقلمروے کہ زیر فرمان چندین سلاطین ذوی الاقتدار بود تنہا در تصرف داشت وفتوحاتے کہ کارنامۂ روزگار باشد بجلوہ آورد۔

مستحقین را بہ خیرات ومبرات فراوان نواخت۔ از دفتر صدارت تحقیق نمودہ

شد کہ سہ لکہ روپیہ بہ دستخط او سوای انعامات بادشاہی در صوبجات دکن بطریق یومیہ و ورماہیہ بہ ارباب استحقاق می رسید۔ و سوای این قریب یک لکہ روپیہ بہ مردم حج رو و غیرہم رعایت می فرمود۔

سادات و علما و مشائخ دیار عرب و ما ورا النہر و خراسان و عراق عجم و ہندوستان آوازۂ قدردانی استماع یافتہ رو بہ دکن آوردند۔ و در خور قسمت حظے از احسان عام اندوختند۔

فقیر را با نواب آصفجاہ صحبتہای مستوفی دست داد۔ در صحبت اول اتفاقاً ہندوئے بہ ارادۂ اسلام حاضر شد و شرف اسلام دریافت۔ عرض بیگی بعرض رسانید کہ امیدوار نام است۔ فرمودند نامی باید گذاشت کہ مشعر دین اسلام باشد فقیر گفتم مثلاً دین محمد۔ فرمودند دیروز ہندوئے مسلمان شد نام او دین محمد گذاشتہ شد گفتم دین محمد ہر قدر زیادہ شود بہتر اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ بسیار منبسط گشت و ہمین نام مقرر نمود

نواب طبع موزونے داشت و دیوانے ضخیم از نتائج طبعش فراہم آمدہ۔ وقتے کہ بتقریب وزارت از دکن بہ شاہجہان آباد تشریف آورد۔ فقیر در شاہجہان آباد بودم۔ زادۂ طبع خود کہ ؎

کی سوی چمن میرود آن دست حنائی ۔۔۔ امروز کہ آئینۂ گلزار بدست است

برای اتمام غزل در مجمع شعرا انداخت۔ نواب امین الدولہ وقائع خوان حضور معلی۔ علامۂ مرحوم میر عبد الجلیل را تکلیف کرد۔ میر قصیدہ درین زمین طرح کرد کہ مطلعش این است ؎

تا حسن ترا مشعل انوار بدست است ۔۔۔ مہ راہمہ شب کاسہ گدا وار بدست است

نواب امین الدولہ قصیدہ را بہ نواب آصف جاہ رسانید۔ محظوظ شد و تکلیف

ملاقات فرمود میر قصیدهٔ دیگر در مدح نواب آصف جاه پرداخته شبے بموافقت نواب امین الدّوله نزد نواب آصف جاه رفت - نواب اعزاز و اکرام فراوان بعمل آورد و برابر خود بنشاند و جا داد - و چون نسخهٔ قصیده از نظر گذشت شمع را نزدیک طلبید و اشاره بانشاد قصیده کرد - هر یک بیت را بفهم در آورده بتوجّه تمام اصغا نمود و جواهر تحسین افشاند - بعد استماع قصیده صلهٔ نقد و خلعت و اسپ تکلیف فرمود - علامهٔ مرحوم موافق ضابطهٔ قدیم خود نپذیرفتند - قصیده این است ؎

بهار آمد و وا کرد غنچه بند قبا
گره ز خاطرِ بلبل کشود فیضِ صبا

زبسکه سبزهٔ و گل در چمن هجوم آورد
نسیم کرد بصد حیله جایِ خود را وا

گرفت قهوه بکف در پیالهٔ یاقوت
برای شاهدِ نو روز لالهٔ حمرا

ببین به لاله و تحریک غنچه در هر برگ
چو طوطئ که ز منقار وا کند پرها

شکنج طرهٔ سنبل کمند صیدِ نظر
نگاه دیدهٔ نرگس فسون هوش ربا

دمید نغمه ز منقار بلبل خوشگو
چو گلبنے که ازو بشگفد گلِ رعنا

فزود حسن چمن از سحاب گوهربار
چنانچه شانِ وزارت ز عمدة الوزرا

نظام ملت و ملک افتخار اهلِ کرم
قوام دین و دول آفتاب مجد و علا

بود بحسن وزارت به از نظام الملک
که نقش ثانیِ بهتر کشد نگار آرا

مشابهِ کفِ او بحر چون تواند شد
که نقص جزر بود مد بحر را بقفا

حباب نیست که بحر از تشبهِ کفِ او
کلاه فخر بیند اخت از خوشی بهوا

رسن ز موج زده بر میان بکف کشتی
که زو سوال کند چون قلندرِ دریا

ز بیم کثرتِ جودش محیط ناله کند
گواه اوست برین بیم رعشهٔ اعضا

گرفت خنصرِ یمنی خرد ز دانشِ او
چنانکه خلق ز جودش اصابع یسری

رسیده است بجای تقدس ذاتش
که چون ملک بود از جنسِ انس مستثنیٰ

چو او ندیده امیری مهذب الاخلاق بعینک مه و مهر این سپهر پشت دوتا
مثال روح مصور بود بپاکی ذات نشان عقل مجسم بود به فهم و ذکا
چکد ز سنبل و گل شیشه شیشه عنبر و عطر چو گرم جوشی خلقش شود چمن پیرا
صفای آینهٔ رای او بود چندان که می نماید از و آنچه رو دهد فردا
کرم ز دست گهر بار او بود ممنون ظفر به تیغ چمن کار او بود شیدا
تعجب است ز شمشیر آتش افروزی که جائی تیغ کف است و کف است بحر عطا
گره گره نبود نیزهٔ عدو شکنش که بند گشته درو جا بجا دل اعدا
گه نبرد بود همچو ابر صاعقه بار کمان چو قوس قزح تیر چون شهاب رسا
هزار شکر کز و مسند وزارت یافت همان که یافت تن عاذر از دم عیسیٰ
بر سم جشن طرب چید بزم رنگینی که از تصور آن خامه گشت شاخ حنا
ترانه سنج ز مرغوله ساخت چوگانی ربود گوی دل سامعان بحسن ادا
سپهر شد همه تن دیدهٔ تماشائی پی نظارهٔ این محفل نشاط افزا
بو تورلدا تو توک دن چوچوک قوشوق چقدی تو توکچی قولودتو توک بولدی نیشکر موندا
قوشوق نسیم دن آچیلدی کوپ کوکل پندوک قبوز قتقلغ بولسون بلند قلدی نوا
محیط مدحت او را کرانه پیدا نیست بزورق قلمی چون توان نمود شنا
شعار من نبود شعر بس کنم زین حرف کز اهل فضل و خوب است ز اهل فضل دعا
اَقُوْلُ وَفَّقَكَ اللّٰهُ دَائِمًا بِالْخَيْرِ لِاِنْتِظَامِ اُمُوْرِ الْاَنَامِ فِي الدُّنْيَا
اَدَامَ قَدْرَكَ فِي الْجَاهِ مَا سَمَا الْاَفْلَاكُ وَشَدَّ اَزْرَكَ بِالْعِزِّ مَا رَسَتْ مُهْوِي
فَاَنْتَ خَيْرُ ظَهِيْرٍ لِمَنْ رَمَاهُ الدَّهْرُ وَاَنْتَ خَيْرُ نَصِيْرٍ لِزُمْرَةِ الضُّعَفَا
قَدِ اسْتُجَابَ دُعَائِيْ اِلٰهُنَا الْمُتَعَالُ بِمُرْسَلٍ عَرَبِيٍّ وَّ اٰلِهِ النُّجَبَا
ز فضل گر گزرم تیغ و نیزه می گیرم که بر جلادت من شاهد اند این دو گوا

ز ذو الفقار چو برهان قاطعی دارم ... بروز معرکه فیصل نمایم این دعوی

قلم نوشت برای وزارتش تاریخ ... وزیر کشور هند آصف دوام ابقا
۱۱۳۴ھ

هزار و یکصد و سی و چهار نص نشاط ... دو گونه جوهر تاریخ از و شود پیدا
۱۱۳۴ھ

نَظَمتُ فِی العَرَبِیِّ الفَصِیحِ تَارِیخًا ... تَعَلّیٰ وَزَارَتِهٖ سَالِبًا البَدِیعِ لَنَا
۱۱۳۴ھ

اسیس دے کے کہی ہندی موں یون سنت ... رہے جگت موں اچل پاس یہ وزیر سدا
۱۱۳۴ھ

خرد بجانب عبد الجلیل کرد ارشاد ... که ختم کن بدعا این قصیدۂ غرا

ملائک از پی آمین این دعا شده اند ... برنگ نرگس و گل چشم و گوش فوق سما

همیشه هر دو ز هم شاد و کامران باشند ... وی از وزارت و از وی وزارت اعلیٰ

(۸۵) آفتاب[۱] - نواب نظام الدوله[۲] بهادر ناصر جنگ شهید رحمه الله تعالیٰ

امیرے بود دین پرور - عدالت گستر غیور صاحب عزم - صف آرای بزم و رزم در اجرای احکام شریعت غرا جهد وافی می نمود - و در فریاد رسی عاجز نالان بے دست و پا توجه تام می فرمود - در فصاحت تقریر و ادراک لطائف سخن کوس یکتائی می نواخت و بذکر سوانح سالفه سلاطین اولو العزم گوش مستمعان را لبریز دُرر می ساخت

پایۂ مشق سخن را به تتبع میرزا صائب بجائے رسانیده بود که موشگافان دقائق معانی و رموز یابان لطائف سخندانی نمیتوانستند راهی بفرق تحقیق و تقلید کشود

از مبادی سن شعور بمقتضای علو همت و فرط شجاعت هوای تسخیر ممالک عظیمه در سر داشت - نواب آصف جاه در سنه خمسین و مائة و الف (۱۱۵۰) حسب الطلب محمد شاه پادشاه به دار الخلافه دهلی شتافت - در تق و فتق صوبجات دکن برسبیل

---

[۱] نتائج الافکار صفحه ۵ مطبوعه مدراس ۱۸۴۳ء -

[۲] مآثر الامرا جلد سوم صفحه ۸۴۸ مطبوعه کلکته -

نیابت به پسر والاگہر تفویض نمود۔ نواب نظام الدّوله در تنظیم و تنسیق امور مملکت و امنیت بلاد و امصار و رفاه و فلاح عامۂ خلائق تدابیر صائبه و مساعی جمیله بظهور آورد ۔ و به بذل انعامات و عطای مناصب و خطابات و جاگیرات و ضیع و شریف منتسبانِ دولت عظمی را موردِ نوازش ساخت و غنیم مرہته را که در دکن تسلّط بهم رسانیده و صوبۂ مالوا را بتصرّف در آورده و تا حوالی دهلی زیر و زبر ساخته گوشمال واقعی داد و عرصۂ دکن را از ترکتاز حوادث محفوظ و مصئون داشت

و چون نواب آصفجاه از دار الخلافه دهلی الویه توجّه به دکن برافراخت مغویان نواب نظام الدّوله را بر سرِ مخالفت آوردند۔ و محاربه بوقوع آمد نوعی که۔ (در ترجمۂ نظام الملک) گذارش یافت

و در سنه خمس و خمسین و مائة والف (۱۱۵۵) نواب آصفجاه فرزند گرامی را از عتاب برآورد و در سنه ثمان و خمسین و مآئة والف (۱۱۵۸) در حیدرآباد او را موردِ نوازش فرمود و صوبه داری اورنگ آباد تفویض نموده رخصتِ آن بلده ساخت ۔

و در سنه تسع و خمسین و مائة والف (۱۱۵۹) نواب آصفجاه از حیدرآباد به دهارور رسیده پسر را از اورنگ آباد نزد خود طلبید۔ نواب نظام الدّوله خود را بحضور رسانید۔

نواب شهید ابتداءً در همین سفر فقیر را تکلیف رفاقت نمود و در اسفارے که پیش می آید با خود داشت و به اختیار مفارقت رضا نداد۔

القصّه پدر و پسر بنا بر مصلحت ملکی جانب واکنکیرا خرامش نمودند۔ از انجا نواب آصفجاه پسر را بطرف میسور رخصت فرمود که از راجۂ میسور پیشکش بدست آورد۔ وخود به اورنگ آباد مراجعت نمود۔ نواب شهید بعد وصول سرنگپتن

که دارالاقامه راجه میوزاست تحصیل پیشکش نموده خود را پیش پدر به اورنگ آباد رسانید- و عنقریب پدر و پسر جانب دارالسرور برهان پور خرامیدند- نواب آصفجاه در دارالسرور متوجه دارالسرور شده و نواب نظام الدوله مسند ایالت دکن رازیب و زینت بخشید- و از برهان پور بصوبه اورنگ آباد که مقر خلافت دکن است متوجه گشتند و ایام برشکال را در انجا بسر برد-

درین اثنا احمد شاه فرمان روای هندوستان بجهت اصلاح امور سلطنت که بسبب نزاع و نفاق اعیان حضور منجر بفساد عظیم شده بود- شقه طلب به خط خاص نوشت

نواب با وصف موانع و مفاسد دکن و وسواس بغی هدایت محی الدین خان دختر زاده نواب آصفجاه که از عهد آصفجاه به حکومت رایچور و ادونی می پرداخت محض به امتثال حکم ظل الهی و اصلاح کارهای پادشاهی با فوج گران و توپخانه فراوان عازم هندوستان شد- و تا دریای نربدا جلوریز خود را رسانید درین ضمن شقه دستخط خاص پادشاه ناسخ عزیمت حضور ورود نمود و اخبار سرکشی و بے اعتدالی هدایت محی الدین خان نیز بسبیل تواتر رسید لهذا مراجعت به اورنگ آباد نموده موسم برشکال در انجا گذرانید-

درین فرصت حسین دوست خان عرف چندا از رؤساء نوایت ارکات به هدایت محی الدین خان پیوسته او را به گرفتن ارکات تحریض نموده- هدایت محی الدین خان رو به ارکات آورد و در انجا جمع غفیرے از فرنگیان فرانسیس ساکن بندر پهلچری بوساطت چندا با افواج هدایت محی الدین خان ملحق شدند- و به اتفاق بر سر انور الدین خان شهامت جنگ گوپاموی که از وقت نواب آصفجاه ناظم ارکات بود رفتند- شانزدهم شعبان سنه اثنین وستین ومائة و

والف (۱۱۶۳) معرکهٔ قتال آراسته شد بحسب تقدیر شهامت جنگ درجهٔ شهادت یافت

نواب نظام الدوله بمجرد ظهور این سانحه درصدد گردآوری افواج -- و اجتماع سرداران نامی دکن و افزونی مصالح حرب گشته با هفتاد هزار سوار جرار و توپخانه بیشمار و یک لکه پیاده بعزم تنبیه باغیان لوای عزیمت افراشت - و تا بندر پهلچری که پانصد کروه جریبی از خجسته بنیاد مسافت دارد - پاشنه کوب پیموده صف آرای میدان نبرد گردید - بیست و ششم ربیع الآخر سنه ثلث و ستین و مائة و الف (۱۱۶۳) تا سه پاس کامل آتش خانهٔ فرنگ سرگرم اشتعال بود - آخر کار بیست و هفتم فرنگیان از رعب و مهابت محمدیان رو به هزیمت آوردند و هدایت محی الدین خان زنده بگیر آمد نواب به حکم لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ هدایت محی الدین خان را زنده نگاه داشت و مصاحبان و لشکریان او را قاطبةً از جان و مال امان بخشید دولت خواهان هرچند در پیشگاه نواب بدلائل قاطعه ثابت کردند که بقای هدایت محی الدین خان موجب هیجان مادهٔ فتنه است او را از میان باید برداشت - نواب کرم شیم را کار فرموده هرگز بقتل راضی نشد و محفوظ نگاه داشته هردم را برای تقدیم لوازم خدمت تعیین نمود - تا انصافان قدر این نعمت غیر مترقب نشناختند و بمضمون کُلٌّ یَعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِهٖ احسان جان بخشی بر طاق نسیان گذاشته پنهان کمر بدخواهی چست بستند - و فرنگیان با وصف شکست فاحش هنوز مصدر انواع شورش و خیره سری گردیدند

و (نواب) بضرورت قلع ریشهٔ فساد - توقف دران سرزمین واجب دانسته متوجه ارکات شد - و فوجی بمدافعهٔ آن گروه باطل پژوه تعیین نمود - از نیرنگی قضا و قدر چشم زخمی بفوج اسلام رسید و قلعه نصرت گده جنجی که پای تخت الکه کرناتک است بتصرف فرانسیس رفت - نواب از کمال غیرت و حمیت دین متین و مراعات رسم و آیین جهانگیری

ملک داری کہ تدارک ہر امرے باید فوراً بظہور رسیده عبرت افزای متمردان گردد۔ باوصف شدّت برشکال ومشاہدۂ طوفان نوح۔ وصعوبت عبور ومرور۔ وانقطاع رسد غلہ۔ خود بدولت متوجہ تنبیہ کفرہ فجرہ گشت۔ ویازدہم شوال سنہ ثلث وستین و مائۃ و الف (۱۱۶۳) از ارکات کوچ فرمود۔ وہفدہم ماہ مذکور بہ اشارۂ درویشی از جمیع منہیات توبہ کرد وتا نفس واپسین برحالت توبہ ماند۔

ازانجا کہ فلکِ شعبدہ باز در ہر جزو زمان نقشے تازہ بر روی کار می آرد۔ سرداران افاغنہ کرناتک کہ درین یساق ملازم رکاب بودند۔ باوصف شمول عنایات وانواع رعایات وحقوق پرورش مطلقاً پاس نمک خوارگی ولی نعمت نداشتہ۔ واز قہر و غضب منتقم حقیقی نیندیشیده بہ طمع ملک ومال باطناً با فرنگیانِ بے دین متفق ویکدل شدند۔ وجمعے ازکافرنعمتان دیگر را ہم ضمیمۂ ادبار خود ساختند۔ وجواسیس خود فرستادہ فرنگیان را کہ زیر قلعہ جنجی اجتماعی داشتند بقصد شبخون طلبیدند۔ شب ہفدہم محرم بحساب بنجم سنہ اربع وستین ومائۃ والف (۱۱۶۴) آخر شب رسیده یکایک جنگ انداختند

اگرافاغنہ بتقویت نصاری نمی پرداختند آن جماعہ کہ شرذمۂ قلیل بودند قدرت نداشتند کہ رو بہ لشکرِ اسلام آرند

ہرچند بعضی دولت خواہان پیش ازین بہ نواب رسانیدند کہ افاغنہ بر سر غدر اند ازکمال صفائی طینت اعتبار نہ کرد کہ من با ایشان چہ بد کرده ام تا بحدی کہ وقت جنگ فیل را جانب افاغنہ راند کہ بہ اتفاق اینہا فرنگیان را باید برداشت ہمین کہ فیل نواب قریب فیل ہمت خان سردار افاغنہ رسید۔ نواب تواضعاً پیش از مجرای او دست بسر گزاشت۔ ازان طرف آداب مجرا العمل نیامد۔ چون صبح ہنوز خوب ندمیده بود نواب گمان کرد کہ مرا نشناختہ اند۔ اندکی خود را در عماری بلند ساخت

درہمان فرصت ہمت خان شخصی کہ در خواصی او نشستہ بود تفنگہا معاً سر دادند ہر دو تیر و تفنگ بہ سینۂ نواب رسید و کار آخر شُد۔ افاغنہ سرِ نواب را برید ہ بر نوک نیزہ کردند و سلوکے کہ اُمت در ماہ محرم با امام الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کردہ بودند نوکران نواب با نواب کردند اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مردم لشکر آخر روز سر را با تن ملحق ساختند۔ و تابوت را روانۂ خجستہ بنیاد نمودند و پائین مرقد شاہ بُرہان الدین غریب نزد نواب آصفجاہ زیر خاک سپردند۔ شہادت نواب قریب قلعہ چنجی بفاصلہ بیست کروہ از پھلچری واقع شد۔ راقم الحروف گوید ؎

نواب عدل گستر عالی جناب رفت — فرصت نداد تیغ حوادث شتاب رفت

درہفدہم ز ماہ محرم شہید شد — تاریخ گفت نوحہ گرے۔ آفتاب رفت ۱۱۶۴ھ

دران شب کہ آبستن صبح قیامت بود فقیر تمام شب نزد نواب حاضر بود۔ وقت دستار بستن آئینہ طلبید و بدستار بستن مشغول شد دران حال با عکس خود مکرر خطاب کرد کہ ای میر احمد! خدا حافظ تُست نام اصلی او میر احمد است۔ وقت سوار شدن با وصف آنکہ وضو داشت تجدید وضو نمود و دوگانہ نماز ادا کرد و تسبیحہ گردانان و ادعیہ خوانان بر فیل سوار شد۔

و معمول نواب بود کہ در محاربات از سر تا پا آہن می پوشید دران شب جُز جامۂ یک تہی ہیچ نپوشید و بہمین حالت بمرتبہ علیای شہادت فائز گردید۔

حافظ محمد اسعد مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمود کہ بخاطر من گزشت کہ شہادت نظام الدولہ عند اللہ چہ طور باشد۔ روز ہفتم از شہادت بعد فراغ از نماز صبح مستقبل قبلہ نشستہ بودم کہ بیخودی دست داد۔ بَیْنَ النَّوْمِ وَ الْیَقْظَۃِ مشاہدہ می کنم کہ دو شخص بلباس عرب یکے در یمین من است و دیگرے در یسار شخص یمین بہ شخص یسار گفت

"کَیْفَ شَہَادَۃُ نِظَامِ الدَّوْلَۃِ" او جواب داد "اِنَّہٗ لَشَہِیْدٌ وَ اللّٰہِ لُعِنَ قَاتِلُہٗ" [۱۱۶۴ھ]

چون بافاقہ آمدم شبہ کہ درخاطر راہ یافتہ بود رفع شد۔ وصحت شہادت بیقین پیوست۔ باز بخاطر گذشت کہ تاریخی براے شہادت این امیر فکر باید کرد۔ با خود گفتم این عبارت را حساب باید کرد شاید بہ تغییر وتبدیل تاریخ شود۔ چون حساب کردم عبارت بی زیادت ونقصان تاریخ برآمد۔

حافظ محمد اسعد مذکور رحمہ اللہ تعالی مولد او مکہ معظمہ است نزد شیخ تاج الدین مکی ودیگر علماء حرمین شریفین تلمذ کرد ودر منقولات خصوص حدیث و فقہ بے نظیر زمانہ بود۔ ودر استقامت دین وسلوک جادۂ شریعت جد وجہد تمام داشت۔ فقیر را اول در طائف باو ملاقات دست داد وبعد ورود ہند باہم صحبتہا اتفاق افتاد اسعد مکی

ذات بابرکات بود در روز جنگ افاغنہ کہ شرح آن عنقریب می آید ہفدہم شہر ربیع الاول روز یکشنبہ وقت ظہر سنہ اربع وستین ومائۃ والف (۱۱۶۴) بہ زخم چند تیر شربت شہادت چشید۔

مدفن او میدان جنگ سرزمین لکریت پلی بفاصلہ یک فرسخ از موضع راے چوتی ویک فرسخ از درہ کمارکالوہ کہ درہ الیست مشہور درنواحی کرپہ راقم الحروف گوید

مَضٰی حِبْرُنَا اَسْعَدُ الْاَتْقِیَا   اَلَا لَا یُرٰی مِثْلُہٗ وَاحِدٌ
لَقَدْ اَلْہَمَ اللّٰہُ تَارِیْخَہٗ   قَضٰی نَحْبَہٗ عَالِمٌ مَّاجِدٌ [۱۱۶۴ھ]

نواب نظام الدولہ نوبتے در ارکات بشکار آہوے کہ موافق ضابطہ قراولان رام کردہ بودند تشریف فرمود آہو را زیر خیمہ قریب مسند آوردہ نشاندند نواب باحضار مجلس خطاب کرد کہ این را شکار باید کرد یا آزاد باید ساخت چون

خاطر مائلِ شکار بود موافق مرضی بعرض رسانیدند که شکار باید کرد آخر نواب از فقیر پرسید
چه باید کرد گفتم نقلے بیاد آمده - اگر حکم شود التماس کنم - فرمود چیست گفتم پادشاہے بقتل
اسیری حکم کرد - ضابطه است که هرگاه شخصی را می خواهند بقتل رسانند استفسار مے
کنند که اگر آرزوئے داشته باشی ظاهر کن - اگر امری ظاهر می کند بعمل می آرند - چون
اسیر را پرسیدند گفت همین آرزو دارم که یک مرتبه در مجلس سلطانی باریاب شوم مردم
بعرض پادشاه رسانیدند درجهٔ قبول یافت - و اسیر را در بارگاه حاضر ساختند - و
استفسار کردند که عرضی داری گفت بخیر - وقتیکه پادشاه از مجلس برخاست اسیر
بعرض رسانید که گنهگار واجب القتلم امّا حق صحبتے بر پادشاه عالم ثابت کرده ام
پادشاه ازین حُسن ادا مسرور شد و اورا امان داد حالا این آهو هم حق صحبت ثابت
کرده است - پیشتر هرچه مرضی مبارک باشد

نواب لب بتبسّم شیرین کرده آهو را هم نام فقیر یعنی آزاد ساخت میرزا
جلال اسیر حرف بامزه می گوید ؎

مزهٔ کباب آهو نمک خلاصی او اگر از مِی مروت قدحے چشیده باشی

شبے در اورنگ آباد نواب سادات عرب را دعوت کرد - و دور قهوه درمیان
آمد نواب قهوه را بسیار دوست می داشت - یکے از ساداتِ مدینه منوّره خالی ذهن
با نواب گفت اَلْقَهْوَةُ مُحَرَّمَةٌ عِنْدَ بَعْضِ الْعُلَمَاءِ نواب با فقیر خطاب کرد که مولانا
چه میفرمایند گفتم - غرض مولانا این است که قهوه نزد بعضے علما معظم است و محرم از
مادهٔ احترام است نواب ساکت شد و سید هم فهمید - و بعد برخاستِ مجلس ادائے
شکر کرد که کلام مرا عجب توجیهے فوراً بخاطر رسانید -

روزے در عرض راه فیل سواری نواب و فیل سواری فقیر برابر می رفت و
باهم حرف داشتیم - حدیث جبل احد مذکور شد که هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ فقیر

آن را نظم کردم و اخلاص نواب را با خود باقتباس حدیث شریف ادا ساختم ؎

هُوَ نَاصِرُ الْإِسْلَامِ سُلْطَانُ الْوَرٰی   اَبْقَاهُ فِی الْعَیْشِ الْمُخَلَّدِ رَبُّهٗ
حَازَ الْمَنَاقِبَ وَالْمَآثِرَ کُلَّهَا   حُبِلَ الْوَفَاءِ یُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهٗ

فقیر سوای این قطعه عربی که بطریق اخلاص برزبان گذشت و رباعی که در استعانت سفرحج نسبت به نواب آصفجاه نظم شد لب بمدح دولتمندے نکشوده - رباعی این است ؎

ای حامی دین محیط جود و احسان   حق داد ترا خطاب آصف شایان
او تخت بدرگاهِ سلیمان آورد   تو آلِ نبی را به درِ کعبه رسان

نواب شهید ذکاءِ طبع و سرعتِ اندیشه بدرجهٔ کمال داشت - و در لمحهٔ غزل طولانی آبدار به نظم می آورد - روزے از علو مزاج خود حرف زد که هرگاه غزلی در زمینِ اُستاد فکر کرده مے شود دل می خواهد که قوافی تازه بهم رسد - گفتم قافیه اجیر مشترک است اشتراک قوافی هیچ مضایقه ندارد - بسیار شگفته شد -

دیوان ضخیمی دارد - بعد شهادتِ او شخصے دیوان او را کشود سرِ صفحه این مطلع برآمد ؎

گر ترا خواهشِ قتل است بیا بسم الله   دم شمشیر تو و گردنِ ما بسم الله

و بیاد دارم که شبے غزلے مشق کرد و هرگاه در خانهٔ فکر می نشست اشعار آبدار مسلسل می تراوید - چون این بیت از طبعش سر زد ذوقی کرد که ؎

از پنجهٔ اجل نه هراسیم هیچ گاه   ما ناف خود به تیغ شهادت بریده ایم

این چند بیت از و در خزانهٔ حافظ موجود بود ؎

کدام گل به چمن گوشهٔ نقاب شکست   که شبنم آینه بر روے آفتاب شکست
ای دل ز زلفِ یار مدد میتوان گرفت   سر رشتهٔ زعمر ابد مے توان گرفت

گر بیخودی بمیکده فال سفر زند | از چشم مست یار بلد مے توان گرفت
ای شوخ هوائی مفگن تیر نگه را | این ناوک بیداد بکار جگرے کن
مرنجان خاطرم جانان مزاج نازکی دارم | تو گر از حسن مغروری من از عشق تو مغرورم
از گل گوشهٔ دستار خود مے لرزد | قد او تازه نهالی است که من مے دانم

بعد شهادت نواب نظام الدوله۔ افاغنه و نصاری هدایت محی الدین خان رالبسرداری بر داشتند۔ و افاغنه در جلدوی این حرکت تلاع و ملک بسیاری از هدایت محی الدین خان نوشته گرفتند۔ هدایت محی الدین خان با افاغنه به پهلچری رفت۔ و کپتان یعنی حاکم آنجا را ملاقات کرده جمعے از سپاه نصاری همراه گرفته عازم حیدر آباد شد۔ و بر سرار کات عبور نموده در ملک افاغنه در آمد۔ قضا و قدر اسباب انتقام نواب نظام الدوله آماده ساخت۔ و در دل هدایت محی الدین خان و افاغنه غبار نفاق بر انگیخت۔ روزی که در سرزمین لکریت پلی مخیم شده ناخوشی طرفین به اعلان رسید۔ و عائد پرخاش شد۔ از یک طرف هدایت محی الدین خان و نصاری و از طرف دیگر افاغنه مستعد شده صف آرای قتال گردیدند۔ همت خان و دیگر سرداران افاغنه بقتل رسیدند۔ و کار هدایت محی الدین خان نیز بزخم تیرے که در حدقهٔ چشم رسید آخر شد۔ اعیان لشکر نواب صلابت جنگ بن آصفجاه راسردار ساختند۔ و سر همت خان و دیگر سرداران افاغنه را بر نوک نیزه کرده و شادیانه نواخته داخل خیام گردیدند۔

و این سانحه هفدهم ربیع الاول سنه اربع و ستین و مائة و الف (۱۱۶۴) واقع شد۔ خون نواب شهید طرفه گیرا افتاد کسانیکه با نواب شهید به دغا پیش آمدند۔ همه به سزا رسیدند۔ و بعد شصت روز این همه قاتلان در آن واحد مقتول گردیدند

دیدی که خون ناحق پروانه شمع را | چندان امان نداد که شب را سحر کند

از اتفاقات آنکہ روزیکہ این جنگ واقع شد یعنی ہفدہم ربیع الاول فرصت دفن مقتولان نشد۔ ہژدہم آنہارا از معرکہ برداشتہ در صحرای لق ودق مسکن وحوش وسباع روزانہ دفن ساختند وتابوت نظام الدولہ درہمین تاریخ ہژدہم بروضۂ مقدسہ۔ وبعد شام درجوار اولیاء اللہ مدفون گردید۔

سبحان اللہ نواب اوّل قاتلان خودرا زیر زمین فرستاد وبعد ازان خود درکنار زمین آسود فَاعْتَبِرُوْا يَآ اُولِي الْاَبْصَارِ

وہرجا در اثناء راہ تابوت اورا گزاشتہ اند۔ مردم مکانے ترتیب دادہ زیارت می کنند ونیازہا می گزرانند۔ ازینجاست کہ برای انتقال او تاریخ دیگر "حسن خاتمہ" برخاطر فقیر القاشد ودر رشتۂ نظم منسلک گردید کہ ؎

نواب آفتاب جہانتاب معدلت — محشور با جناب حسین ابن فاطمہ

تاریخ خواستم زبرای شہادتش — ارشاد کرد پیر خرد۔ حسن خاتمہ ۱۱۶۴

ازجملہ سرداران افاغنہ کہ با نواب شہید طریق دغا پیمودند عبد المجید خان است کہ جدش عبد الکریم خان میانہ از عمدہ امراء سلاطین بیجاپور بود۔ واولاد او تاحال بہ حکومت بنکاپور وغیرہ از توابع کرناٹک می پردازند۔ عبد المجید خان پسر خود بہلول خان را بہ اتالیقی نصیب یاور خان دررکاب نواب فرستاد امّا باطناً پسر خود ودیگر سرداران افاغنہ را براہ غدر دلالت می کرد ومنصوبۂ شطرنج دغابازانہ می باخت۔

وہمت خان کہ نواب را بہ شہادت رسانید پسر الف خان بن ابراہیم خان بن خضر خان پنی است۔ خضر خان مدار کار عبد الکریم میانہ مذکور بود۔ وداؤد خان پنی کہ با امیر الامرا حسین علی خان بے وفائی کرد وجنگیدہ کشتہ شد پسر خضر خان است چون صوبہ داری دکن درعہد شاہ عالم بہ ذو الفقار خان پسر اسد خان وزیر تفویض یافت د

نیابت به داؤد خان پنی مرحمت شد- داؤد خان برادر خود ابراهیم خان را نیابت حیدرآباد مقرر کرد- و چون حیدر قلی خان در اوائل عصر محمد فرخ سیر دیوان دکن شد ابراهیم خان را به فوجداری کرنول مامور ساخت - ازان وقت کرنول در دست اولاد ابراهیم خان است-

در جنگ انتقام همت خان و دیوان او امانت الله خان که تخم این همه فساد کِشتهٔ او بود و بهلول خان و نصیب یاور خان و دیگر بدخواهان از طرفین بیاسا رسیدند- و چون لشکر بر سر کرنول آمد شهر را غارت کرد و اهل و عیال همّت خان همه به اسیری در آمدند- و از شامتِ عملی که ازان بے همّت صادر شد جان و مال و آبرو همه بر باد رفت - حالتِ دُنیا خود این است تا آل عُقبی چه خواهد بود- وَسَیَعلَمُ الَّذِینَ ظَلَمُوٓا اَیَّ مُنقَلَبٍ یَّنقَلِبُونَ-

و حسین دوست خان عرف چندا هم به تیغ انتقام مذبوح شد و سرش بنوک نیزه رسیده -تفسیر این مقال آنکه محمد علی خان پسر انور الدین خان گوپاموی بعد شهادت پدر قلعه ترچناپلی را قائم کرد- چون طرهٔ پرچم رایات نواب نظام الدّوله عرصهٔ ارکات را معطّر ساخت محمد علی خان آمده دولت ملازمت دریافت و بخطاب پدر مخاطب گشت- و بعد شهادت نواب نظام الدّوله پناه به قلعه ترچناپلی برد- درین وقت ریاست ارکات به چندا که در پهلچری نشسته بود عائد شد- و همان جماعهٔ نصارای فرانسیس که بر نواب نظام الدّوله شبخون آورده بودند همراه گرفته با فوجی دیگر بر سرِ ترچناپلی رفت- انور الدین خان[۱] فوج خود و فرنگیان انگریز ساکن دیوناپتن را با خود متفق ساخته بمقابله بر آمد- چندی آتش حرب شعله خیز بود- آخر انور الدین خان غالب آمد و چندا زنده دستگیر شد و غرهٔ شعبان سنه خمس وستین

---

[۱] مراد ازین محمد علی خان پسر انور الدین خان است که بعد وفات پدر بخطاب پدر مخاطب گشته-

ومأته والف (۱۱۶۵) چندا را مذبوح ساختند و سرش را بر نوک نیزه کرده تشهیر نمودند
وہمچنین سرداران فرانسیس با قوم خود ہزار و یکصد فرنگی سفید پوست ولایت زا سوای
فرقه کاروی زنده دستگیر شدند

وبعد شهادت نواب نظام الدوله جاعتی که شبخون آوردند۔ ہیچ کس روی
آسایش ندید و مآل کار باین حالت کشید اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ
اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ۔

(۸۶) نصرت[۱]۔ دلاورخان

نام اصلی او محمد نعیم است وطن اسلافش سیالکوت از توابع لاهور۔

میر عبدالعزیز پدر دلاور خان نوکر شاهزاده داراشکوه بود۔ بعد برهم
خوردن داراشکوه و آرایش یافتن اورنگ دارائی به خلدمکان در سلک نوکران
خلدمکانی انخراط یافت و رفته رفته بمنصب دو هزاری و خطاب دلاور خان امتیاز
پذیرفت

میر محمد منعم با دختر عنایت الله خان کشمیری که از امراء عالمگیری است
ازدواج یافت۔ و در عهد شاه عالم بخطاب پدر مخاطب گشت۔

و چون صوبه داری دکن در بدایت جلوس محمد فرخ سیر به نواب نظام الملک
مقرر گردید دلاور خان در رفاقت او رخت به دیار دکن کشید۔

و چون امیر الامرا سید حسین علی خان رایت حکومت دکن افراخت دلاور
خان را فوجداری رایچوره از توابع بیجاپور تفویض نمود

وبعد زوال دولت سادات بارهه و استقرار نواب نظام الملک در ممالک

---

[۱] مآثر الامرا جلد دوم صفحه ۶۹ و تاریخ الافکار صفحه ۴۳۴

دکن با نواب بسر می بُرد و بمزید قربت و احترام اختصاص داشت۔

و در سنہ تسع و ثلثین و مائۃ والف (۱۱۳۹) بہ سرابُستان بقا خرامید و برطبق وصیت در پای قبر مرشد خود مدفون گردید۔

شاہ ابراہیم

نام مرشدِ او شاہ ابراہیم است۔ قبر شریفش درون حصار روضۂ شاہ بُرہان الدین غریب قریب دیوار حصار واقع شدہ۔ محوطۂ مختصرے و مسجد سنگینے دارد۔

دلاور خان اقسام شعر خوب می گوید و مضامین مرغوب می بندد۔ دیوانش مرتب است این یواقیت از آن معدن استخراج می شود ؎

بسکہ می دارد حیا در پردہ محبوبِ مرا | دیدۂ بیگانہ داند مہر مکتوبِ مرا

مژگان بہم نیاید دلدار بی نقاب است | کی خواب می توان کرد در خانہ آفتاب است

بی ابروی تو از نظرم نور مے رود | این تیر بے کمان چہ قدر دور می رود

بہ محفلے کہ بیک درد صد دوا بخشند | چہ می شود دلِ ما را اگر بما بخشند

نیست ممکن کہ بروی تو دمے خواب مرا | می زند دست بہ پہلو دلِ بیتاب مرا

چشم پوشیدہ توان کرد سفر | چہ قدر راہِ فنا ہموار است

شیشۂ ساعت بود آئینۂ دنیا و دین | گر یکی آباد گردد دیگرے ویران شود

بر زمینی کہ او بناز نشست | خاک بر سر گر آسمان نشود

بہ عقبی رسیدیم از ترکِ دنیا | نشد آنچہ از دست از پشتِ پا شد

روز بد یاری نمی آید ز یاران دیدہ ام | سایہ ہم در زیر پاگم می شود وقتِ زوال

(۸۷) قبول میرزا عبد الغنی کشمیری

فاضل ممتاز بود۔ و سخن سنج معنی نواز۔ شاگرد رشید میرزا داراب جویا ے

کشمیری است در شاہجہان آباد بسر می برد۔ و در سنہ تسع و ثلثین و مائتہ و الف (۱۱۳۹) پیمانۂ ہستی او لبریز گردید۔ مورخی تاریخ وفاتش ازین مصراع برآورد کہ ؎

"گنج معنی بود کرد افلاک در زیر زمین"
۱۱۳۹ھ

شعلۂ آوازش چنین می بالد ؎

بہر حالت کہ می بینی زعیب سرکشی پاکم
چو لای بادہ گر در عالم آبم ہمان خاکم

نہان کرد است صیادِ من از راہِ فسون سازی
چو تخم عشق پیچان دامہا در دانۂ خالی

(۸۸) گرامی۔ میرزا گرامی کشمیری

خلف و شاگرد میرزا عبد الغنی قبول کشمیری۔ رعنا طرز خوش مقالان است۔ و کلاہ گوشہ شکن نازک خیالان۔ در شاہجہان آباد قلندرانہ می گزرانید۔ و بہ کہنہ شراب تازہ گوئی دماغہا را می رسانید۔

وفاتش در سنہ ست و خمسین و مائتہ و الف (۱۱۵۶) واقع شد۔ تاریخ گوئے سال وفاتش درین مصراع ضبط می کند ؎

"رندے عجبے ازین جہان رفت"
۱۱۵۶ھ

طوطی ناطقہ را چنین در گویائی می آورد ؎

خونِ عشاق بران گردنِ سیمین باشد
چون بیاضی کہ پر از معنیِ رنگین باشد

ہمچو آن شمعی کہ روشن می کند صد شمع را
سوختم تا در غمِ او عالمے را سوختم

(۸۹) گلشن۔ شیخ سعد اللہ دہلوی قدس سرہ

از فقراء شعر است۔ منشأ خیالاتِ رنگین و مصدر اشاراتِ دلنشین۔ از جنت کدۂ دنیا رم۔ و در تجرد و توکل ثبات قدم داشت۔

ومرید شاه گل متخلص به وحدت بن شیخ محمد سعید بن شیخ احمد مجدد سرهندی بود قدس الله اسرارهم باین مناسبت گلشن تخلص می کرد۔

نسبتش به زبیر بن العوام صحابی رضی الله تعالی عنه مے پیوندد و اسلام خان که به وزارت بعض سلاطین گجرات احمد آباد رسیده از اجداد اوست

بعد انقراض سلاطین گجرات و استیلای اکبر بادشاه یکی از اسلاف او از گجرات به دارالسرور برهان پور نقل کرد۔ شیخ سعد الله از برهان پور برآمده رحل اقامت به دارالخلافه شاهجهان آباد افگند۔ و به اراده سیاحت هم بر خاست و وطن اجداد یعنی احمد آباد و دیگر بلاد را سیر کرده به شاه جهان آباد برگشت و در همین مصر بیست و یکم جمادی الاولی سنه احدی و اربعین و مائة والف (۱۱۴۱) متوجه روضهٔ رضوان شد۔

دیوان سیر ضخامت دارد و شاهد سخن را باین رعنائی برکرسی می نشاند ؎

بچشم خویش نگر سحر سامری این است   نظر به آئنه کن شیشه و پری این است
گشتم شهید تیغ تغافل کشیدنت   جانم ز دست برد غزالانه دیدنت

(۹۰) یکتا - احمد یار خان

از نژاد قوم برلاس است۔ اسلاف او در قصبه خوشاب از اعمال لاهور توطن داشته اند۔ پدرش اله یار خان به صوبه داری لاهور و ملتان رسید و آخر سالها به فوجداری غزنین قناعت کرد۔

احمد یار خان در اواخر عهد خلد مکان صوبه دار ٹته شد۔ یکتای اماثل بود و مستجمع فنون فضائل۔ خطوط در نهایت جودت مے نگاشت۔ و تصویر در کمال تخفگی می کشید۔ و اقسام شعر بقدرت می گفت۔

در سنہ تسعہ عشر و مأته و الف (۱۱۱۹) وارد بھکر شد۔ و با علامۂ مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی صحبت معتقدانہ داشت۔ و نسخۂ کلام اللہ بخط نسخ از تحریر خود بطریق یادگار تسلیم نمود۔ و امروز موجود است۔

نگارندۂ اوراق وقت معاودت از سفر سندھ بہ ملتان رسیدہ استماع یافت کہ احمد یار خان بیست و سیوم جمادی الاولی سنہ سبع و اربعین و مأته و الف (۱۱۴۷) در قصبۂ خوشاب خلوت نشین تراب گردید۔ و بہ استدعاے مہربانے قطعہ تاریخی در سلک نظم کشیدم و یک عدد زیادہ را بحسن تعمیہ برآوردم ؎

خانِ والا رتبہ احمد یار خان ذاتِ او آئینۂ خلقِ عظیم
در فنونِ فضل یکتایِ زمان زادۂ افکار او دُرِّ یتیم
کرد از معمورۂ گیتی سفر ماتم او ساخت دلہا را دو نیم
چونکہ یکتا[۱] رفت۔ شُد تاریخ او جای احمد یار خان بزمِ نعیم

مثنوی متعدد دارد مثل "گلدستہ حسن" و "شہر آشوب" وغیر ذلک

وقتے محمد عاقل یکتا لاہوری با احمد یار خان مناقشہ کرد کہ یکتا تخلص از من است۔ تخلص مرا بمن وا باید گذاشت۔ احمد یار خان گفت یکتا نشدیم بلکہ دوتا شدیم و قرار داد کہ با ہم غزلے طرح کنیم۔ ہر کہ خوب گوید تخلص از و باشد۔ خان مذکور زمانے و مکانے معین ساخت۔ و جمیع صاحب طبعان لاہور را فراہم آورد۔ و غزلی کہ طرح کردہ بود بر یاران عرض کرد و صدای آفرین و تحسین از ہر جانب بلند شد محمد عاقل مہر سکوت برلب زد۔ ہر چند یاران تکلیف کردند۔ غزل خود را دون یافتہ بر زبان نیاورد۔ احمد یار خان محضری درست کرد و بہ مہر و دستخط حضار سخن سنج مزین گردانید۔

---

[۱] ای ہرگاہ از مصرع تاریخ یک عدد کم نمودہ شد تاریخ مطلوب بیرون آمد۔

آفرین لاهوری این بیت دستخط کرده

بدین معنی گواهیم آفرین ما — که احمد یار خان یکتاست یکتا

ودیگرے این مصراع ثبت نموده

"گوهر یکتاست احمد یار خان"[1]

این چند بیت ازان غزل طرحے است

تا خطش طرح جهانگیری کاؤسی ریخت — لشکر زنگ چو رومی بسر روسی ریخت

با امیدیکه شود جلوه گر آن سرو روان — خاک شد جبهه و در راه قدمبوسی ریخت

سرمه آلود نگاهی که بیادم آمد — که سرشک شفقی از مژه ام طوسی ریخت

بر در بتکده از ناله زارم ناقوس — همه تن اشک شد و در بر ناقوسی ریخت

شمع از اشک تپش تو تلون سوخت ببزم — جای اشکش همه خاکستر طاؤسی ریخت

ازبسکه سراپا زغم عشق تو داغم — چون کاغذ آتش زده یک شهر چراغم

چه پرسی از سر و سامان من غربت چون کاکل — سیه بختم پریشان روزگارم خانه بردوشم

(۹۱) شهرت - شیخ حسین شیرازی

از شعراء راست اندیشه - و اطباء حذاقت پیشه است - اصلش عرب بود - در ایران نشو و نما یافته - آخر سر به هندوستان کشید - و در سرکار محمد اعظم شاه بن خلد مکان بعنوان طبابت نوکر شد - و در عهد شاه عالم باعزاز و احترام بسر می برد

و در زمان محمد فرخ سیر بخطاب حکیم الممالک سربلندی یافت - و در عصر محمد شاه احرام بیت الله بست و بعد ادای مناسک بدرگاه خلافت معاودت نمود - و بمنصب چهار هزاری سر افتخار بفلک چهارم رسانید -

[1] نتائج الافکار صفحه ۷۴م مطبوعه مدراس ۱۸۴۳ء -

وفاتش در شاهجهان آباد ماه ذی الحجه سنه تسع و اربعین و مائة و الف (۱۱۴۹) اتفاق افتاد۔ محرر سطور گوید ؎

بی نظیر زمانه شیخ حسین گوی معنی ز نکته سنجان برد
هاتفی از برای رحلت او سال تاریخ گفت۔ شهرت مرد
۱۱۴۹ھ

منتخبی از دیوانش بنظر رسید و از انجا بتحریر در آمد ؎

کی برای مطلبی دل را منور ساختیم ما لوجه الله این آئینه را پرداختیم
نه من شهرت تمنا دارم و نی نام میخواهم فلک گر واگذارد یکنفس آرام میخواهم
ناله پنداشت که در سینهٔ ما جا تنگ است رفت و برگشت سراسیمه که دنیا تنگ است
ای گل سر کوی تو جدا از وطنم کرد من خار تو بودم که برون از چمنم کرد
صبح شو تا در فروغت روز عالم بگذرد یکنفس دم را غنیمت دان که این هم بگذرد
مرا زلفت ز دام آزاد خواهد کرد میدانم ولی بعد از رهائی یاد خواهد کرد می دانم
مفلسی می آورد از یاد دستی حاتمی هر کجا دیدیم آخر کرد بسیاری کمی
خواب گران مردم بیدار کرد ما را بدمستی عزیزان هشیار کرد ما را
در خرابیهای دل هرگز ندارم مهلتی در شکست نقد قلب خود ندارم فرصتی
پس از عمری که کردم همچو قمری خدمت سروی برائی دارم و بر عالم بالاست تنخواهش
غیر در بزمم شکستم نکند پا قائم زانکه من خاصیت ریزهٔ مینا دارم
بر یکدگر زیادتی از بسکه می کنند این قوم نیستند ز ابن زیاد کم
به قاتل هم توان بخشید خون خویش گر مردی نه کم از حنا ظالم کسی را دستگیری کن
می رسند از بسکه پیش از من بعیب کار من دوستر می دارم از خود دشمنان خویش را
قطرهٔ من گرچه گوهر شد ز سعی روزگار کار آسان سخت شد از منت یاران مرا
اهل دولت غلط است اینکه همه بی دردند هر کرا دیدیم ازین طائفه آزاری داشت

ای کہ می گوئی کہ از صحبت گریزانی چرا | در بساط عمر ضائع کردنی کم مانده است
بغیر ظلم توقع مدارا ز ظالم | کہ نخل شعلہ اگر بار می دہد شرر است
کدام واسطہ پروانہ را بہ شمع رساند | برای مردم گم گشتہ خضر راہ کہ دید

(۹۲) ثابت میر محمد افضل الہ آبادی

از احفاد میر ضیاء الدین حسین مخاطب بہ اسلام خان خوستی سفیدونی متخلص بہ والا است کہ از امراء درگاہ خلد مکان بود۔

میر محمد افضل ثابت آسمان والا فطرتی۔ وسیار سپہر بلند فکرتی است۔ پایۂ فضیلت درسی محکم داشت۔ و در شعر گوئی و شعر فہمی و محاورہ دانی فرس اُستاد بے نظیر و مسلم صاحب کمالان شہر دہلی می زیست۔ چندگاہ در اُردوی پادشاہی بتلاش منصب و جاگیر سلسلہ طالع جنبانید آخر پای سعی در دامن قناعت کشید و در دارالخلافہ شاہ جہان آباد منقطعانہ بسر مے برد

و دوازدہم شہر ربیع الاول سنہ خمسین و مآتہ والف (۱۱۵۰) رخت زندگانی بر بست۔ و در شاہ جہان آباد مدفون گردید۔

جمیع اقسام شعر استادانہ می گوید خصوص در قصیدہ شانی بلند دارد۔ دیوانش حاوی انواع سخن است۔ در وقت تحریر۔ نسخہ بدخطی بدست اُفتاد۔ و بمشقت تمام این ابیات حاصل شدہ

تا تماشای دہانت کرد حیران غنچہ را | شاخ گل دستیست در زیر زنخدان غنچہ را
مرد ہر دم قطع اسباب معیشت مے کند | ہر چہ می اُفتد بدست تیغ قسمت مے کند
قسم بمصحف گل عندلیب باغ توام | بہ برگ شمع کہ پروانۂ چراغ توام
بندد رقیب پیش تو بر خود نیاز را | چون نا مقیدے کہ گزارد نماز را

صد بار گر توانی مانند نبض جستن — صورت نمی پذیرد از دست خلق رستن

صیاد بی مروت شوق طپیدنم کشت — تا چند پا شکستن بر بال رشته بستن

بخانهٔ نه نشستم بغیر خانهٔ خویش — شدم برنگ نگین سنگ آستانهٔ خویش

غنی در آتش سوزان همیشه چون حمام — عذاب می کشد از پهلوی خزانهٔ خویش

شمع افروخته را کس نفروشد ثابت — داغم و گرمی بازار ندارم چه کنم

این تیر خاکی نگه شرمگین او — می چوبد از مزار شهیدان نشان ما

چون ماهی تصویر که در آب بیفتد — در جلوهٔ معشوق شود کم اثر ما

هیچو گردی که بلند از اثر قافله شد — داد بر باد فنا رفتن یاران ما را

خواب دیدیم که آئینه معارض بتو شد — می کند صورت این واقعه حیران ما را

شبنم من خوردهٔ گل را نه بندد در کمر — آبرو غافل ز فکر سیم و زر دارد مرا

یافتیم از سلام مردم هند — سرسری بود آشنا یها

چشم بیمار ترا حاجت تعویذی نیست — هیکل ناخن شیر است صف مژگانت

نذر این یاران کنی گر خوردهٔ جان عزیز — خورده گیران بر نمی دارند دست از کار خویش

چو نرگس نخواهم داشت چشم از قامت سبزان — بود تا در سواد گلشن هندوستان جایم

هست چون سبحه بهم ربط عزیزان جهان — نیکی ماند ازین سلسله بر جانه صدی

عکس رخ تو آینه را رونمے دهد — تسکین خاطرش بچه صورت کند کسی

رباعی

در مملکت قدس شهنشاه حسین — بر اوج سپهر کبریا ماه حسین

برخاست کمر بسته پے دعوے حق — انگشت شهادت ید الله حسین

(۹۳) راجح - میر محمد علی سیالکوٹی

از سادات سیالکوٹ من اعمال لاهور است مردی آزاد مشرب خوش خلق

خوش صحبت بود- و در شهر خود قلندرانه گذرانید- و هنگامهٔ سخنوری گرم می داشت عمری دراز یافت- گویند در منتهای عشرهٔ خامسه بعد مائة و الف (۱۱۰۰) مرحلهٔ زندگانی طی کرد-

فقیر در سنه سبع و اربعین و مائة و الف (۱۱۴۷) از سفر سنده معاودت نمود- و عبور بر سر لاهور افتاد- دران ایام عزیزی از سیالکوت از صحبت او آمده و خبر قدوم فقیر شنیده رسم زیارت بجا آورد- و برخی از اشعار میر بده آورد و فقیر ساخت از ان جمله است

روز وصل از بیم هجران تو ام گریان گذشت — آه عید آمد بس از عمری و در باران گذشت
چه سان آموخت پیر جانه بر فتراک سر بستن — ز طفلی آن شکار افگن نمی داند کمر بستن
اگر با حق نیازی هست حاجت نیست تعمیری — ستون و سقف درویشان همین دست دعا باشد

(۹۴) آفرین- فقیر الله لاهوری

در محلهٔ بخارای لاهور سکونت داشت- راقم الحروف وقتی که از هند جانب سنده رفت بیست و نهم محرم سنه ثلث و اربعین و مائة و الف (۱۱۴۳) در لاهور با او برخورد- بسیار خوش خلق متواضع بود- در ان ایام قصهٔ هیر و رانجها نظم می کرد- پیش فقیر داستانی خواند- این بیت از قسمی یاد مانده

بعریان یتیمی تمنا نورد — که عید آمد و جامه گلگون نکرد

و چون از بلاد سنده عطف عنان نمودم و هفتم رجب سنه سبع و اربعین و مائة و الف (۱۱۴۷) وارد لاهور شدم تا دوازدهم ماه مذکور در انجا اقامت اتفاق افتاد- ملاقات مشارٌ الیه مراتب واقع شد- مسودهٔ اول تذکرهٔ "ید بیضا" تالیف فقیر که نقش ناتمام بود خواه نخواه گرفت- و از منظومات خود مثنوی "اشان

معرفت" بخط خودش بطریق یادگار تسلیم فقیر نمود۔ عنوانش این است ؎

ای مُغنّی به وضوے تجرید　　صبح شد صُبح نمازِ توحید

صبح یعنی که ظهورش همه جاست　　شش جهت سجدۂ خورشید رواست

دیوان آفرین مشتمل بر قصائد و غزلیات و دیگر جنس شعر بنظر در آمد۔ و این چند بیت فرا گرفته شد ؎

ستم بزیر دستان مرد سرکش را خطر دارد　　فلک را شیوۂ عاجز کشی زیر و زبر دارد

شہ سپاه تغافل پیِ صف آرائی است　　نقیب نالہ صدائی که اشک صحرائی است

هنوز حسنِ تو نو مشق جلوه پیرائی است　　هنوز اولِ درسِ کتاب رعنائی است

هنوز چشمۂ نوشِ تو بوی شیر دہد　　هنوز لعل لبت غافل از مسیحائی است

هنوز سرو قدت گرچه گرد آغوش است　　هنوز لعل شکر خا در آشنائی است　(کوچه گرد جز نغمه شام ؟)

هنوز دامن حسنت ز صبح پاکتر است　　هنوز ماه تو ایمن ز داغ رسوائی است

نهال مهر و وفا تا چه بار بندد　　بهار حسن ترا آفرین تماشائی است

بقدر تاب و طاقت مگذر از تسکینِ محتاجان　　نداری قوتِ دستِ کرم دستِ دعا بکشا

حسن را در اضطراب آرد شکوۂ عجز عشق　　شمع می لرزد بخود از شوخی پروانها

گلِ آفت بود در ناتوانی خود نما بودن　　عروجِ شاخِ نازک در بغل دارد تنزل را

داغِ دلِ افتادگان از غیب باشد رونمے　　شد کشف این معنی مرا از قرعۂ رمالها

هست کارِ عاشقان بعد از فنا هم جذب دوست　　تشنگی بسیار دارد آنکه ماهی خورده است

بزور هزل زبردست من شود حاسد　　چنانکه طفل پدر را بخنده زیر کند

تجردِ حجتِ قاطع بود صاحب کمالے را　　قبای بیضه بر تن می درد مرغی که کامل شد

مرد حق محکوم نادان گر شود بیقدر نیست　　عزّت مصحف زدست اندازِ طفلان کم نشد

ذلت بود نتیجۂ آمیزشِ خسیس +　　بر گرد می زنند و نمد چوب مے خورد

بامید محقق مے پرستم هر مزوّر را   ازین ویرانها شاید رسم روزی بمعموری

(۹۵) روحی سید جعفر رنبیر پوری

رنبیر براء مهمله در اول و آخر و نون و باء موحده و یای تحتانی بر وزن زنجیر قصبه ایست پانزده کروهی از لکهنؤ

سلسلهٔ نسب سید جعفر به سید نعمت الله ولی مے پیوندد۔ و سید محمود حاجی الحرمین الشریفین که یکی از اجداد اوست سواد هند را به پرتو قدوم خود روشن ساخت۔ و در قصبهٔ جالیسر از مضافات آگره متوطن گردید و یکی از احفاد سید محمود به تقریبی در موضع رنبیر پور وارد شد و رحل اقامت افگند

سید جعفر در عشیرهٔ شیوخ عثمانی بلگرام کدخدا شد۔ سیدے پاک نژاد صوفی مشرب بود۔ و در توحید مذاقی عالی داشت۔ مدتها سید العارفین میر لطف الله بلگرامی قدس سرهٔ را خدمت کرد و فیضها فراهم آورد۔ اکثر از رنبیر پور بدار السلام بلگرام که چهار منزل است برای ادراک صحبت سید العارفین قدس سرهٔ مے رسید و غنچه های اسرار از بهشت محفل اقدس مے چید۔

و در عهد شاه عالم بہ شاه جهان آباد تشریف برد۔ و چندی بسیر آن مصر جامع پرداخت و با صاحب طبعان آنجا سیما میرزا عبد القادر بیدل رحمه الله تعالی صحبت داشت۔

در اواخر عمر سالها در بلدهٔ لکهنؤ رخت بدار الامن انزوا و توکل کشید۔ و عرض عمر را بطول مشق فنا خوش گزرانید۔ مردم بسیار با و گرویده بودند و از روی اعتقادِ صادق خدمت بجا مے آوردند۔

فقیر و آن مرحوم باهم محبت مفرط داشتیم۔ و دوام مجلس صحبت مے آراستیم

ملاقات آخر این است که در تاریخ هژدهم ذی الحجه سنه ثمان و اربعین و مائة و الف (۱۱۴۸) عبور فقیر بر لکهنؤ و نزول در تکیهٔ ایشان اتفاق افتاد - آن روز در انجا مجمع صاحب طبعان بود مثل شیخ عبدالرضا متین اصفهانی و آقا عبدالعلی تحسین کشمیری و میرزا داؤد اکبرآبادی از آخر روز تا نیم شب صحبتی رنگین گزشت -

سید جعفر غره رمضان سنه اربع و خمسین و مائة و الف (۱۱۵۴) بحظائر قدس انس گرفت - و در زنبیل پور مدفون گردید - کاتب الحروف گوید ؎

سید نکته سنج حق آگاه کرد آهنگ بزم سبوحی
سال تاریخ او شود پیدا وقت تکرار - جعفر روحی

۵۷۷
۲
۱۱۵۴

دیوان مختصری دارد این چند بیت از انجا بقلم می آید ؎

سیر نزول ذات بانسان رسید و ماند چون وحی آسمان که بقرآن رسید و ماند
کشتهٔ چشم تو ولی فتنهٔ قامت باقی است نیست آرام بمردن که قیامت باقی است
اسیر مفلسی می دارد استغنا هنرور را کند گردن کشی از دانه کم قسمت کبوتر را
از غم بیداری دل هست ره آورد ما آب چشم خفتگان چون صبح باشد گرد ما
چه ماه نو کمند جذبهٔ حسن است هر مویم بسر خورشید غلطان آید از تحریک ابرویم
ز فیض مفلسی قیمت فزاید اهل جوهر را لباس عریانی می زیبد لعل و گوهر را
یکرنگ شد دو جهان پردهٔ یک راز نماند سنگ گر سنگ رهم گشت نگه باز نماند
صاحب دل از شکوه حرف و صوتم محرم است چون سویدا نقطهٔ شعرم سواد اعظم است
کی روسیاه گردم از منت سوادی حرفم ز خود تراود چون خامهٔ فرنگی
شگفته جبهه کرام آفتاب می آید که خنده چون سحر از گرد کاروان پیداست

(۹۶) اُمید - قزلباش خان ہمدانی

نام اصلی او میرزا محمد رضاست - در عنفوان جوانی از ہمدان به اصفهان آمد و با میرزا طاہر وحید نسبتِ تلمذ درست کرد

و در عهد خلد مکان به هندوستان رسید و به عطای منصبی امتیاز پذیرفت و در عهد شاه عالم بخطاب قزلباش خان سرفراز گردید - و در زمان محمد معز الدین بتقریب خدمتے به دار السرور برہان پور آمد - و در ایام ایالت امیر الامرا سید حسین علی خان از خدمتے که در برہان پور داشت معزول شده به خجسته بنیاد رسید و به داروغگی احشام کرناتک مامور گردید - و باین تقریب به ارکات رفت و بعد چندگاه رفاقت مبارز خان ناظم حیدرآباد اختیار کرد - و روز جنگ با مبارز خان حاضر بود - بعد کشته شدن مبارز خان در قید نواب آصف جاه اُفتاد - و غزلے طرح کرده بجناب نواب ارسال داشت - نواب شفقت فرمود - و به مزید عنایت و بحالی جاگیر مرہمے بر جراحت گذاشت - و حراست قلعه منی مرک از توابع کرناتک که الماس از سواحل دریای کشنا برآورده در انجا درست مے سازند - تفویض فرمود -

قزلباش خان بعد چندی رخصتِ حرمین شریفین گرفت - و بعد تحصیل زیارت مراجعت نمود - نواب آصف جاه بدستور سابق مورد الطاف ساخت - و چون نواب آصفجاه در سنه خمسین و مأته و الف (۱۱۵۰) حضور طلب شد قزلباش خان در رکاب نواب به شاهجهان آباد رفت و در سفر بھوپال ملتزم رکاب نواب بود - درین سفر فقیر را با قزلباش خان مکرر برخورد اتفاق اُفتاد - خوش خلق رنگین صحبت بود و موسیقی هندی با وصف ولایت زا بودن خوب می دانست و می گفت و چون نواب آصف جاه از سفر بھوپال به دار الخلافه شاهجهان آباد

معاودت فرمود قزلباش خان همراه رفت وازان وقت در دار الخلافه بار اقامت کشاد ودر سنه تسع وخمسین ومائة والف (١١٥٩) در انجا جهان فانی را وداع نمود محرر اوراق گوید؂

خان سخن گستر سحر آفرین   رخت سفر بست ازین خاکدان
سالِ وفاتش دلِ نالانِ من   یافته - جان داده قزلباش خان
١١٥٩

ازو منقول است که روزی پیش ذو الفقار خان بن اسد خان وزیر شکایتے از دست روزگار کردم - ذو الفقار خان در جواب گفت دنیا را با امید خورده اند گفتم پس چرا نواب صاحب بی من مے خورند -

این چند بیت از دیوانش نقل افتاد؂

زمانه بر سر جنگ است یا علی مددے   وگرچه وقت درنگ است یا علی مددے
روشن شود به پیش تو چون شمع سوز من   یکشب اگر تو هم نشینی بروز من
خوشا وقتی که می بالید از جانان بر و دوشم   برنگِ ماهِ نو هر شام پر می گشت آغوشم
گشت روگردان زبس آبادی از ویرانه ام   چون کمان حلقه بیرون شد درونِ خانه ام
خدا نا کرده اندوهت چرا از دوستان باشد   شنیدم کلفتے داری نصیبِ دشمنان باشد
بدشمن دوست - با من سرگرانی بارها گفتم   نمی خواهم چنین باشی تو میخواهی چنان باشد
بسا کشاد که در بستگی شود ظاهر   کلیدِ روزیِ استاد قفل گر قفل است
سر گشتگی بطالعم هست   بر گرد سرت چرا نگردم

(٩٧) زائر - شیخ محمد فاخر

خلف الصدق شیخ محمد یحیی ودختر زادهٔ شیخ محمد افضل الٰه آبادی است قدس اللہ اسرارهما نخست احوال این دو نیر اوج کمال بر ساحت قرطاس پرتوے اندازد وسواد

کتاب را به لوامع انوار برکات معمور می سازد۔

شیخ محمد افضل الہ آبادی قدس سرہ سرحلقۂ خلفاء حضرت میر سید محمد کالپوی است قدس اللہ اسرارہما۔ مہر سپہر ولایت و کوکب دری اوج ہدایت بود و فضائل صوری و معنوی فراہم داشت نسبش بہ سیدنا عباس عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم منتہی می شود و غیر بنی الخلفا است۔ شیخ محمد افضل الہ آ

ولادت او شب دہم ربیع الاول سنہ ثمان وثلثین و الف (۱۰۳۸) دست داد و در آغاز حال بطور طلباء پورب در بعضے امصار تنقل و ترحل نمود و نزد قاضی محمد آصف کہ از متوطنان بعض قریات الہ آباد بود و قضاء بلدہ مذکور داشت۔ و از شاگردان مُلّا عبد السّلام دیوہ است و مولانا نور الدین جعفر جونپوری و دیگر فضلا عصر تلمذ کرد۔ و در فضائل رسمی شانے عالی بہم رساند۔ و در عمر بیست و پنج سالگی بہ سعادت ارادت میر سید محمد کالپوی قدس سرہ فائز گشت و نعمت برکت محمدیہ فراوان اندوخت و بہ اجازت و خلافت مستسعد گردید۔

اصل وطن او سید پور از توابع غازی پور است بہ اشارۂ پیر در الہ آباد رحل اقامت افگند۔ و بہ تلقین اصحاب و تعلیم آداب مشغول گشت حق تعالی قبول خاص عام عطا کرد و طالبان بسیار از فروغ التفاتش چراغ دل برافروختند۔

تصانیف عربی و فارسی و افر دارد از انجملہ حل مثنوی مولانا روم بین الجمہور مشہور است

روز جمعہ پانزدہم ذی الحجہ سنہ اربع و عشرین و مأتہ و الف (۱۱۲۴) بہ عالم علوی شتافت۔ مرقد منور در الہ آباد یُزَارُ وَ یُتَبَرَّکُ بِہٖ

شیخ محمد یحیی المعروف بہ شیخ خوب اللہ الہ آبادی برادر زادۂ حقیقی و داماد و سجادہ نشین شیخ محمد افضل است قدس اللہ اسرارہما بحر مواج علوم شریعت و طریقت شیخ محمد یحیی

بود۔ و جواہر سیراب در دامن دریوزہ گران کوچہ طلب می ریخت

درسن دوازدہ سالگی نہال استعدادش بتربیت عم بزرگوار نشو و نما یافت۔ و از بحث حال کافیہ ابن حاجب حالش برگردید و تا منتہای تحصیل از خدمت شیخ استفادہ نمود۔ و مدتہا مدارج سلوک درنوردید۔ و بشرفہ کمال وتکمیل عروج فرمود و بخلافت و دامادی حضرت شیخ اختصاص یافت۔ و بعد ارتحال شیخ باستحقاق نائب مناب گشت وقبولی عظیم یافت و خارق عادات بسیار سرزدہ کتب و رسائل کثیرہ تصنیف کرد و در کشف مشکلات علوم ظاہر و باطن شانے بلند داشت مکتوبات ایشان در چہار مجلد برہانی است جلی بر علو فطرت وکمال تبحر۔

شب دوشنبہ یازدہم جمادی الاولی سنہ اربع واربعین ومأتہ و الف (۱۱۴۴) درجوار رحمت آسودہ آیۂ کریمہ "لقد مضی" تاریخ است۔ مرقد مطہر در پہلوی قبر شیخ محمد افضل قدس اللہ اسرارہما

شیخ محمد فاخر بمصداق فعززنا بثالث زیب سجادۂ ابوین و فرع آسمان سای اصلین طیبین است۔ صاحب صفات رضیہ و مناقب سنیہ۔ اساس محکم مدارج علیا قیاس منتج ولایت کبری۔ میزان عدل نقلیات۔ برہان نقد عقلیات۔ تشرع بدرجۂ کمال داشت و ہمیشہ ہمت بتعدیل قسطاس شریعت می گماشت۔ بسیار کشادہ دست شگفتہ پیشانی بود مفتوح ذخیرہ نمے ساخت و یگانہ و بیگانہ را بہ احسان بیدریغ مے نواخت اکثر اوقات در سفر گذرانید۔ در جمیع اسفار جمعی کثیر از ابناء سبیل بہ او مے پیوستند۔ شیخ از ماکولات و ملبوسات خبرہم مے گرفت۔ و مادامی کہ عامہ رفقا را طعام بہم نمے رسید خود بہ اکل تنہا نمے پرداخت۔

از عنفوان شعور بخدمت والد ماجد و برادر کلان خود شیخ محمد طاہر تلمذ نمود۔ و کتب تحصیلی مرتب گذرانید و بر صدر استادی نشست و در سفر حجاز میمنت طراز علم

حدیث از مولانا و استاذنا شیخ محمد حیات مدنی قدس سره سند نمود۔ جوہر فہم و ذکای او از بس عالی اُفتادہ بود و در مقدمات غامضہ علمی بسرعت تمام تر می رسید۔

جدا مجدش شیخ محمد افضل او را در صغر سن مرید ساخت و تربیت حوالہ شیخ محمد یحیی کرد۔ مشارٌ الیہ در ظل پدر بزرگوار تربیتہا یافت و مجاز و مرخص گردید و بعد ارتحال والد ماجد جانشین گشت۔

قدرے در سنہ اربع و اربعین و مائۃ و الف (۱۱۴۴) والد فقیر با نواب مبارز الملک سربلند خان تونی ناظم صوبہ الہ آباد وارد این شہر شد۔ و فرزندان و قبائل را از بلگرام دران مقام طلبید۔ و با اہل بیت فقیر و اہل بیت شیخ محمد افضل قدس سرہ اتحاد و ارتباط بدرجۂ کمال شد۔ و چون محرر اوراق در سنہ سبع و اربعین و مائۃ و الف (۱۱۴۷) از کشور سندہ معاودت نمود و در شاہجہان آباد خبر اقامت اہل بیت خود بہ الہ آباد شنیدہ راست از اکبر آباد بہ الہ آباد شتافت با اعزہ کرام دلبستگی تمام بہم رسید و ایام اقامت آن بلدہ بہ مجالست و موانست این اکابر بحظ وافر گذشت۔ و الحال آن عہود حمی بیاد می آید و ناخن حسرتی بر دل می زند۔

و عمدہ جہت جامع با این اعزہ اخوت طریقت است کہ سلسلۂ جانبین بحضرت سید محمد کالپوی قدس سرہٗ متصل می شود۔ و با شیخ محمد فاخر جہتی دیگر ضم شد کہ علم حدیث در مدینہ منوّرہ از یک استاد سند کردیم یعنی مولانا و مخدومنا شیخ محمد حیات السندی المدنی قدس سرہٗ

شیخ محمد فاخر در سنہ تسع و اربعین بعد مائۃ و الف (۱۱۴۹) عازم حرمین شریفین شد و در سنہ خمسین و مائۃ و الف (۱۱۵۰) باین سعادت فائز گشت۔

و در ہمین سال راقم الحروف احرام بیت اللہ بست و سفر دریا بانجام رسانید نوزدہم محرم سنہ احدی و خمسین و مائۃ و الف (۱۱۵۱) بہ بندر جدہ نازل شد۔

مشارٌ الیہ در جدہ تشریف داشت وخبر مقدم فقیر از مردم جہازی کہ دو روز پیش از جہاز ما رسیدہ بود استماع یافتہ برلب دریا چشم در راہ انتظار داشت۔ بمجرد نزول از کشتی ہم آغوش ملاقات شدیم طرفہ سروری دست داد و کلفتہای غربت بیکبار رخت سفر بربست از جدہ باتفاق بمکّہ رسیدیم و دیدۂ نیاز بر آستان رب العزّت تعالیٰ شانہٗ مالیدیم۔

مشارٌ الیہ (شیخ محمد فاخر) در اوائل سنہ احدی وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۱) برجہازی کہ راقم الحروف رفتہ بود معاودت نمود وبوطن مالوف برگشت۔ و در سنہ اربع وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۴) کرت ثانی داعیۂ حرمین شریفین مصمم ساخت۔ و رخت کوچ از الہ آباد بربست

و درین سفر سید غلام حسن برادر اعیانی فقیر برفاقت شیخ ارادۂ حرمین شریفین کرد۔ بعد طی مراحل داخل بندر سورت شدند وبیست وچہارم محرم سنہ خمس وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۵) درکشتی نشستند ناگاہ دران بحر پرشور جہازات قوم مرہتہ دکن کہ از چندی بندر بسبی را از دست فرنگیان انتزاع نمودہ در دریا قطع طریق شعار ساختہ اند نمودار شد۔ بیست ونہم محرم سنہ خمس وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۵) وقت صبح بضرب توپہا آتش حرب اشتعال گرفت۔ ہنگام نماز عصر گولہ توپی تختہای بسیار متقابل یکدیگر سوراخ کردہ بہ سید غلام حسن رسید۔ شیخ محمد فاخر مکتوبے بہ فقیر فرستاد در انجا می نویسد کہ :-

"میر غلام حسن چون مرغ نیم بسمل درحرکت شدند گفتم میر صاحب شما شہید شدید باید کلمہ بخوانید۔
"ما ہم اگر قسمت است بشما ملحق مے شویم۔ لبہای شریف ایشان درحرکت بود۔ چون در اجل
"موعود۔ اندکی توقف دیدم بار بار مقید مے شدم کہ کلمہ بخوانید۔ اول سخن کہ از ایشان سرزد
"این بود کہ می خوانم وبہ این نہج مے خوانم لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ

"علیه وسلم گفتم بخوانید ہمین بکارے آید۔ باز گفتند خوب شد آنچه شد و پرسیدند امروز
"کدام روز است گفتم پنجشنبه۔ متبسم شدند۔ غالباً بیاد حدیثے که در فضل موت روز جمعه و شب
"آن وارد شده در تبسّم آمدند۔ والاکرام وقت تبسّم بود۔ باز گفتند من نماز عصر نخوانده ام مرا
"تیمم سازید۔ به تیمم نماز عصر بر پشت غلطیده خواندند و بدستور مغرب وعشا۔ تمام شب پیش
"ایشان نشسته بودم کلمے خواندند۔ درمیان حرفے هم می گفتند۔ یک یک رفقا را طلبیده
"استغفار کردند و کلمه خوانان شب را بآخر رسانیدند۔ هرگز اثر جزع از ایشان ظاهر نشد۔
"می گفتند هرگز اثر درد معلوم نے شود۔ مزاجی که سابق داشتم دارم این چگونه زخم است
"که اثرے از شدت سکرات با این زخم جگر دوز نیست۔ وقت صبح که به نماز برخاستم ایشان
"را آشنا نیافتم۔ بعد از نماز دیدم انتقال روح شده است اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ
"در عرشهٔ کشتی غسل داده و تکفین نموده و نماز خوانده بدریا سپردیم۔ باوجود آنکه آب ساکن بود
"و هوا غیر متحرک۔ جثهٔ ایشان چون تیر از جهاز دور تر رفت۔ تا بدن مبارک ایشان بر جهاز
"بود توجه جهاز جانب مکهٔ معظمه بود۔ بعد از آن فلینم جهاز را قابض گردید زخمے شدن میر غلام حسن
"روز پنجشنبه و انقطاع نفس روز جمعه سلخ محرم سنه خمس و خمسین و مأته والف (۱۱۵۵)
" انتهی المکتوب ملخصاً۔

میرزا عنایت اللّٰہ بیگ اندجانی متخلص به راجی این مصراع تاریخ یافت ؎

"شهید شد به رهِ کعبه سید سندم"
۱۱۵۵ھ

و مهر کلمات شرارے از آتشکدۂ دل بیرون مے دهد رباعی

تارِ نفسم گسسته شورم بردند	بازوی مرا شکسته زورم بردند
داغ است دلم که رفت نورِ بصرم	نارم بگذاشتند و نورم بردند

از ظهور این سانحه شگرف عبرتے دست داد و برأی العین مشاهده افتاد که بے عنایت
ازلی کثرت اسباب کارے نتواند ساخت۔ و بے جنبش ابروی قضا صد هزار ناوک

صیدی نتوانند انداخت۔ برادر شہید با سامان طریق وفراوان رفیق جادہ پیما شد و بندہ تن تنہا بے زاد و راحلہ از وطن مالوف سر بہ صحرا زد۔ نیرنگی قدرت تماشا باید کرد کہ طوفان حوادث خاکِ او را بہ باد فنا داد۔ و بدرقہ عنایت سرمدی بندہ را در آغوش امن و امان بمنزل مقصود رسانید و بدستور باز آورد والحمد للہ والمنہ برادر شہید اگرچہ بمنزل نارسیدہ غریق لجۂ فنا شد اما در حقیقت چست تر بمنزل رسید و شاہد مقصود بروجہ اتم در آغوش کشید بحکم وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ۔

وحضرت لسان الغیب قدس سرہٗ فرماید ؎

دست از طلب ندارم تا کار من بر آید — یا تن رسد بجانان یا جان ز تن بر آید

و دیگرے سراید ؎

بہر نحوی کہ باشد کام خود را از تو می گیرم — ترا یا دست من یا خون من در گردن است امشب

ازین دو صورت اول نصیبِ ما شد و ثانی نصیبِ شہید مرحوم۔ و او را رتبۂ دیگر عظیم تر حاصل گشت یعنی سرخ روئی بجرعۂ شہادت کہ شرف این رتبہ حاجت بشرح ندارد

القصہ بعد شہادت سید غلام حسن کفار غالب آمدند و جہاز را با متاع و مسلمین گرفتہ بہ بندر بسی بردند و بحال شیخ محمد فاخر این قدر ترحم کردند کہ سوارے از جانب خود دادہ از بسی بسورت رسانیدند۔ و اشیا و اسباب ایشان را جز صندوق کتب ہمہ را بتصرف آوردند۔ شیخ محمد فاخر بانتظار موسم جہاز در سورت توقف کرد و در ماہ صفر سنہ ست وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۶) بر جہاز عازم جدہ نشست۔ قضارا جہاز بہ تباہی شد۔ و بہ کنار بندر مخا رسید۔ شیخ چند ماہ در مخا اقامت کرد و در موسم کشتی متوجہ مکہ معظمہ گردید۔ و بیست و دوم رمضان سنہ ست وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۶) بحرم آمن واصل شد۔ و ہم درین سال حج روز جمعہ کہ آن را در عرف حج اکبر

می گویند- دریافت- و در سنه تسع و خمسین و مائة و الف (۱۱۵۹) باز به هندوستان عطف عنان نمود- و در جمادی الاولی سال مذکور از بندر سورت روانه پیشتر گردید
برادر فضائل مرتبت میر محمد یوسف سلمه الله تعالیٰ قلمی نمود که:-

"شیخ محمد فاخر در رجب سنه تسع و خمسین و مائة و الف (۱۱۵۹) به شاه جهان آباد تشریف
"آوردند- فقیر را از ملاقات مسرتها حاصل شد و بعض رؤیا که در ملاقات ایشان دیده بودم
"و بعید از عقل می نمود- بقدرت حق سبحانه و تعالیٰ صادق بر آمد- و میرزا جان جانان
"مظهر از ملاقات ایشان بسیار محظوظ شدند و باهم صحبتها گذشت- ششم رمضان سال مذکور
"نقل مکان بخانه فقیر کردند- هشتم منه رخت کوچ بر بستند و در همین ماه به اکبر آباد رسیدند
"و بیست و سیوم متوجه اله آباد شدند انتهی

شیخ یک سال در اله آباد ماند و در ماه شوال سنه ستین و مائة و الف (۱۱۶۰) از راه بنگاله عازم دریای محیط شد که از انجا در جهاز نشسته سری بحرمین کشد- و در عظیم آباد و مرشد آباد و دیگر امصار سر راه حکام خدمتها بتقدیم رسانیدند- از بندر هوگلی بر جهاز نشست- قضارا مسافت چند روز قطع کرده چوبی از جهاز شکست سه ماه جهاز در دریا بتباهی ماند آخر الامر به موضع چاتگام که منتهای دیار شرقی عمل پادشاه هند است از جهاز فرود آمد و به علت موسم برشکال سه چهار ماه در چاتگام گذرانید از راهی که رفته بود به اله آباد برگشت- درین مرتبه نیز حکام سر راه نذور فراوان گذرانیدند- قریب دو ماه در اله آباد مانده قصد شاه جهان آباد کرد و بیست و پنجم رمضان سنه اثنتین و ستین و مائة و الف (۱۱۶۲) واصل آن شهر شد- و چندی به اقامت آنجا پرداخت و باز نطاق همت بزیارت حرمین شریفین بر بست- و محض به ارادهٔ ملاقات راقم الحروف اول قصد دکن کرد- و غرهٔ شعبان سنه اربع و ستین و مائة و الف (۱۱۶۴) از شاهجهان آباد روانه شد و پنجم

ذی الحجہ سال مذکور بہ برہان پور رسید۔ فلک نافرمان بین فرصت نداد کہ بہ رویت یکدیگر کہنہ تمنا برآید۔ بعد عبور دریای نربدا بیماری سرسام اورا عارض شد۔ و پس از وصول برہان پور بیماری قوت گرفت و یازدہم ذی الحجہ روز یکشنبہ وقت اشراق سنہ اربع وستین و مأتہ والف (۱۱۶۴) جان عزیز را در راہ بیت اللہ فدا ساخت تاریخ تولد او کہ در سنہ عشرین و مأتہ والف (۱۱۲۰) واقع شد "خورشید" است و تاریخ انتقال "زوال خورشید" عمرش چہل و چہار سال۔

در حالت مرض وصیت کرد کہ از مشائخ برہان پور۔ شیخ عبد اللطیف قدس سرہ در کمال تشریع بودند و بر مرقد مبارک ایشان بدعتہای اہل زمان بہ عمل نمی آید مرا در جوار ایشان دفن سازند۔ موافق وصیت بعمل آوردند

وا حسرتا کہ این چنین صاحب کمال در ایام شباب ازین عالم رحلت کرد و داغ مفارقت بر دل یاران گذاشت۔ سپہر دوار اگر عمرہا چرخ زند مشکل کہ چنین ذات قدسی صفات بہم رساند۔

قول میرزا جانجانان است کہ:۔

"بسیارے از کبراء دین را مشاہدہ نمودم بعد از یازدہ صد سال یک شخص کہ عبارت از شیخ محمد فاخر است موافق کتاب و سنت دریافتم۔"

و نیز قول میرزا است کہ:۔

"بسا ارباب کمال را برخوردم آن قدر کہ نزد شیخ محمد فاخر ارزان شدم ہیچ جا اتفاق نیفتاد۔"

یعنی میرزا برخلاف وضع خود بہ ملاقات شیخ محمد فاخر اکثرے رسید

شیخ محمد فاخر صاحب دیوان است۔ این چند بیت از انجا فراگرفتہ شد ؎

بباغ عاشقی از میوہ و گل نیست سامانے | کنم بادام و نرگس را فدائے چشم گریانی
آئینہ باصفائی رخت روگرفتہ است | گل پیش آن دہن دہن بوگرفتہ است

دارم دلے کہ بردم تیغ ست راہ او | مژگانِ چشمِ یار بود سیر گاہ او
برمیان بر زدہ دامان نہ کجاسے آئی | مرحبا گر بشکارِ دلِ ما می آئی
حُبِّ دنیا می فریبد خاطرِ افسردہ را | گوشمالی می دہد روباہ شیرِ مُردہ را
مور را در خمِ زلفِ تو بہ بیند مارسے | عینکِ داغِ دلم از چہ کلان بین شدہ است
مرا از آمد و رفتِ نَفَس روشن شد این معنے | کہ اقبالِ جہان دردم زدن اِدبار می گردد
دنیا عزیز کردہ دنیا طلب بود | از التفات شوی بود قدر زن بلند
کنند گور پرستان زیارتِ زاہد | کہ زیر گنبدِ دستار زندہ در گور است
بعد مردن نیز بارم نیست بر دوشِ کسے | ہمچو رنگِ گل عدم پیمایم از پرواز خویش
در گلستانی کہ مارنگِ تماشا ریختیم | آسمان یکبال برہم خوردۂ طاؤس بود

رباعی

تا پیرو چار یار اخیار نۂ | از چار اصول دین خبردار نۂ
در طبع تو این چہار عنصر باہم | تا ہست باعتدال ۔ بیمار نۂ

رباعی

گر تن بہ بلاہای قضا نتوان داد | از کف سر رشتہ رضا نتوان داد
در ہرچہ نشد مگو چنین بایستے | تعلیم خدائی بخدا نتوان داد

(۹۸) افضلی ۔ شیخ محمد ناصر

برادر اعیانی شیخ محمد فاخر زائر است ۔ کسب کمالات از حاشیۂ محفل والد جد خود شیخ محمد یحیی و برادر کلان خود شیخ محمد طاہر قدس اللہ اسرارہما نمود ۔ و از علوم صوری و معنوی بہرۂ وافر اندوخت ۔

جد بزرگوارش شیخ محمد افضل او را در خورد سالی مرید گرفت ۔ و بہ دست

تربیت شیخ محمد یحییٰ حوالہ نمود۔ و بعد فوت پدر والاگہر بر مسند آباء کرام مربع نشست۔ و طریقۂ انیقۂ اسلاف را باہتمام تمام نگاہبانی فرمود۔

فیما بین فقیر و او اخلاص خاصے بود۔ حیف کہ در ریعان جوانی آن شجر سایہ فگن از پا افتاد و این حادثہ ببیست و یکم جمادی الاولی روز چہارشنبہ وقت نماز مغرب سنہ ثلث و ستین و مائۃ و الف (۱۱۶۳) واقع شد و پائین روضہ منورۂ شیخ محمد افضل جد خودش مدفون گردید۔

مسود اوراق در تاریخ وفات مشار الیہ و شیخ اسد اللہ غالب کہ ذکرش می آید۔ گویدے

افضلی شیخ کامل و غالب	آرمیدند در ریاضِ ارم
سال تاریخ گفت غمزدۂ	آہ رفتند ہر دو زبن عالم

ذکاء ذہن بدرجۂ کمال داشت و شعر بسرعت تمام می گفت۔ صاحب دیوان است

صفای خاطرِ روشندلان ہمین سخن است	چو صبح صافی آئینہ ام زدم زدن است
زاہد از خلوت نشینی فکر صید عام کرد	چون نگین در حلقہ خود را از برائے نام کرد
سخنور چون بمیرد شعر او مشہور تر گردد	کہ صافی تر کند گرد یتیمی آب گوہر را
لب گزیدۂ اغیار را چہ بوسہ زنم	عقیق کندۂ نام دگر چہ کار آید

(۹۹) غالب۔ شیخ اسد اللہ

دختر زادۂ شیخ محمد افضل الہ آبادی است و برادر خالہ زادۂ شیخ محمد ناصر افضلی اصلش از جونپور است۔ جد کلانش سجادہ نشین شیخ محمد افضل جونپوری اُستاد علامۃ العصر ملا محمود جونپوری بود۔ غالب بانتساب افضلین تفاخر داشت۔ جوان صاحب استعداد شایستہ بود۔ ہمیشہ رگ خامۂ سخن ریز را بہ نشتر اندیشہ مے کشود۔

وقتیکه راقم الحروف از دیار سندھ بولایت ہند معاودت نمود۔ مقارن طلوع ہلال رمضان المبارک سنہ سبع واربعین و مائۃ والف (۱۱۴۷) داخل الہ آباد گردید۔ مشارٌ الیہ این رباعی گفتہ غبیافت طبع فرستادست

چون کرد ورود سوی من یار سعید . فی الحال مہ نو بفلک گشت پدید

از بسکہ فزود عشرت از آمدنش . ماہِ رمضان برای من شد مہ عید

اواخر ایام زندگانی بہ دار الخلافہ شاہجہان آباد آمد و نہم ذی القعدہ سنہ ثلث وستین و مائۃ والف (۱۱۶۳) از لباس حیات مستعار عاری شد و دران شہر مدفون گردید۔

از افکار اوست

دل دیوانۂ دارم کہ خاموشی است تقریرش . برنگ زلف خوبان بی صدا افتادہ زنجیرش

گذر از کوچہای تنگ کوصاحب دماغان را . نمی آید برون از خامۂ نقاش تصویرش

سیر مہتاب دوچندان کند آرایشِ حسن . سایۂ زلف برخسار تو زلف دگر است

پی بفکر آن دہان از یاد ابروسے برم . تیغ قاتل رہبر ملک عدم را جادہ است

ز بیماری نیفتد تا بہر جا سرمہ را نازم . عصای آبنوسی داد از دنبالہ چشمش را

روز محشر غبارِ تربتِ ما . دامن بو تراب مے خواہد

(۱۰۰) مخمور مرشد قلی خان

نام اصلی او میرزا لطف اللہ است پدرش حاجی شکر اللہ تبریزی از ایران دیار وارد ہندوستان شد و در بندر سورت طرح توطن انداخت۔

مرشد قلی خان در بندر سورت سنہ خمس وتسعین والف (۱۰۹۵) متولد شد سال ولادت این مصرع مستفاد مے شود

"بر سپہر سعادت آمد ماہ"
۱۰۹۵ھ

بعد از انکہ سنین عمرش بسر حد تمیز رسید در خدمت آقا حبیب اللہ اصفہانی کہ از فضلاء مقرری و از شاگردان رشید آقا حسین خوانساری بود و در بندر سورت سکونت داشت۔ بتحصیل علوم پرداخت و بقدر خصائلی اکتساب نمود

بعد فوت والد بر سبیل تجارت جانب بنگالہ رفت نواب شجاع الدولہ ناظم بنگالہ جوہر قابلیت او دریافتہ صبیۂ خود را درعقد ازدواج اودر آورد۔ و از حضور سلطانی بمنصب عمدہ وخطاب مرشد قلی خان سرافراز شد وسالہا بصوبہ داری ممالک اودلیسہ فرق امتیاز افراخت

آخر از ورق گردانی روزگار و دغا سازی نوکران خود از دار الامارۃ بیجا شد و خود را در ظل نواب آصف جاہ ناظم دکن کشید و مدتی با او بسر برد۔ انجام کار در حیدر آباد (دکن) رخت اقامت انداخت۔ و شانزدہم رمضان سنہ اربع وستین ومأتہ والف (۱۱۶۴) مسافت زندگانی بپایان رسانید[۱]۔

در شعر زبان خوبی دارد۔ ومضامین تازہ ہم یابد۔ دیوان مخزونہ بخط خودش بنظر در آمد واین چند شعر فرا گرفتہ شد ؎

کو ساغر مے تا د مے از ہوش خود افتم | مانند سبو دست در آغوش خود افتم
پشت فلک نجاک رساند غرور ما | کہسار را کند کمر سنگ زور ما
بسان شیشۂ ساعت رفیق کار پیدا کن | بیک ساعت زمین وآسمان را زیر و بالا کن
باشد دوجہان قائم ازان ذات یگانہ | برپا چو کمان است بیک تیر دو خانہ
تعجب نیست بد طینت اگر حاجت روا گردد | کہ زخم کہنہ را خاکستر عقرب دوا گردد
زدو نان کی بجود در ماندگان را کار بکشاید | گرہ امکان ندارد باز از انگشت پا گردد

[۱] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۷۵۴ ذیل تذکرۂ مؤتمن الملک جعفر خان۔

زان نسبتی که هست بسنگ آبگینه را — ای سنگدل شکست من آخر شکست کیست
بگذار رشتهٔ محبت گلدسته را مانم — که عمرم جمله صرف اجتماع دوستان گردد
سر از مضمون آن زلف سیه بیرون نمی آرم — که در چشمم چو مکتوب مرکب خورده مے آید
تسکین دل ز صحبت روشندلان طلب — آئینه بیقراری سیماب مے برد
چرا بسر نرود زود دفتر ایام — که خود بخود ورق این کتاب مے گردد
مے زداید چو نگین سجده سیه روئی را — کاش پیشانی خود وقف زمین می کردم
می فریبد نازنینان را بهر صورت که هست — کاش چون آئینه من هم جوهری می داشتم
چون درختی که ز هر شاخ دهد ریشه بخاک — در سجود تو ز هر عضو زمین گیر شدم
منم آن مست که گر مے ندهد دست بهم — بفشارم لب ساقی و به پیمانه کنم
رتبهٔ شخص فزاید ز صفاے باطن — چون نگینے که گذارند ورق در ته او
درین چمن بچه امید خوش کنم دل را — چو نخل موم ندارم بخود گمان ثمرے
مپندار از ضعیفان کار سنگین بر نمے آید — که کوهی می شود صورت پذیر از خامه موئی

(۱۰۱) اقدس میر رضی شوستری

والد او سید نور الدین شیخ الاسلام بلدهٔ شوستر بود۔ و منصب شیخ الاسلامی آن دیار از قدیم الایام به آباء و اجداد او تعلق دارد۔

ولادت میر رضی در شوستر سنه ثمان و عشرین و مائة و الف (۱۱۲۸) واقع شد از آغاز شعور دامن به کسب فضائل بر زد۔ و علوم عقلی و نقلی در شوستر از خدمت والد خود۔ و بعضی از فضلاء آن دیار اخذ نمود۔ بعد از ان شبدیز سیاحت جولان داد و اصفهان و قم و کاشان و سائر بلاد عراق عجم را تماشا کرد۔ درین اماکن نیز بتحصیل علوم پرداخت۔ و ایضا عراق عرب را سیر نمود و پیشانی سعادت در عتبات

عالیات مالید- آنگاه نطاق عزم بگلگشت هندوستان بربست- و در سنه تسع واربعین و مائة والف (۱۱۴۹) از بندر بصره به بندر سورت رسید- و ایامی درین شهر توقف نموده از راه دریا سری بدیار بنگاله کشید و در سایهٔ عاطفت نواب شجاع الدوله ناظم بنگاله بصیغهٔ مصاحبت مدتے بسر برد- و بعد از انتقال نواب مذکور رفاقت نواب مرشد قلی خان صوبه دار او دلیسه برگزید-

و چون مرشد قلی خان به دکن آمد میر هم مرافقت نمود و بعد چندی از مرشد قلی خان جدا شده در ظلال مرحمت نواب آصفجاه خدیو کشور دکن مدتے روزگار گذرانید-

چون مسلک او وارستگی و استغناست آخر الامر دست از مصاحبت نواب آصفجاه برداشت در حیدر آباد دکن گوشهٔ انزوا گرفت و بایکی از سادات تفرش که از مدتی متوطن حیدر آباد اند وصلت نموده بتأهل پرداخت-

فقیر را اول در لشکر نواب آصفجاه سنه ستین و مائة والف (۱۱۶۰) با میر الطاف نهانی مشتوفی دست داد- بعد از ان در سنه خمس وستین و مائة والف (۱۱۶۵) در ورود فقیر به حیدر آباد صورت بست و دیده وا دیده مکرر بعمل آمد-

امروز میر بے نظیر زمان است و در طلاقت لسان و صنوف فضائل ممتاز اقران-

صریر کلک اقدس سامعه می افروزد

ظالم از عربده بار ستم خویش کشد ... عقرب از کجروشی بر سر خود نیش کشد

نباشد خودنمائی مردم افتاده از پا را ... که رنگینی نباشد سایه گلهاے رعنا را

عمر بهیچ مے رود رحم و جفاے یار کو ... وصل سبک عنان چه شد هجر گران وقار کو

نرم شو کز سخت گیران کار صورت گیر نیست ... خامهٔ فولاد هرگز لائق تصویر نیست

رفته رفته ظلم گردون بیشتر از عدل شد ... این کمان از بسکه پیچا ماند آخر خانه کرد

پرتو خورشید را آئینه سازد گرم تر ... مهر کم را سینه صافیها فراوان مے کند

ریاضت در جهادِ نفس باشد حربهٔ مردان خوش آن پهلو که ترکش بند نقشِ بوریا گردد

سخت رویان فارغ اند از کاوشِ اہلِ جہان در زمینِ سخت رسمِ کندنِ بنیاد نیست

دولتِ بے زنگان سرمایهٔ سنگین دلی ست خاک چون یاقوت گردد سنگ خارا می شود

تا چند بار خاطرِ دلها توان شدن یک چند گر به سیر گلستانم آرزوست

(۱۰۲) حزین شیخ محمد علی

سلسلهٔ نسبش بهژده واسطه به شیخ زاہد گیلانی مرشد شیخ صفی الدین اردبیلی جد سلاطین صفویه می پیوندد۔

و مولد و منشأ شیخ اصفہان است ۔ چون نادرشاه بر ممالک ایران استیلا یافت و امنی که در عهد سلاطین صفویه بود برہم خورد ۔ شیخ رخت سفر به دیار ہند کشید و در سنه سبع و اربعین و مأته والف (۱۱۴۷) از راه دریا به بندر تتہ رسید ۔ و از طریق سیوستان و خدا آباد وارد بلده بھکر گشت ۔

اتفاقاً دران ایام عطف عنان فقیر از سنده بجانب ہند واقع شد و در بلدهٔ بھکر باشیخ ملاقاتہا دست داد ۔ جامع علوم عقلی و نقلی است و در نظم و نثر مرتبه بلند دارد ۔

آخر از راه ملتان و لاہور متوجه دار الخلافه دہلی شد ۔ و قریب چہارده سال درین شہر بعنوانِ انزوا اقامت گزید ۔

و در سنه احدی و ستین و مأته والف (۱۱۶۱) از شاہجہان آباد برآمده چندی در اکبرآباد وقفه کرد ۔ و از انجا به شہر بنارس شتافت ۔ و بعد چندے از انجا به عظیم آباد پٹنه رفت

در بھکر جزوے از اشعار طبعزادیه بخط خود تواضع فقیر نمود ۔ و اکنون دیوان

شیخ بخط خودش شخصی نزد فقیر آورد۔ فرصت انتخاب نہ شد۔
این چند بیت از نتائج طبعش کفایہ است ؎

شمع را شعلہ مسلسل ز دل آید بیرون | آہ دل سوختہ کان متصل آید بیرون
باشد بہ چمن ہر رگِ گل دام ہوسہا | رشک است بآزادیِ مرغانِ قفسہا
پیش از ظہور جلوۂ جانا نہ سوختیم | آتش بسنگ بود کہ ما خانہ سوختیم
ای وای بر اسیری کز یاد رفتہ باشد | در دام ماندہ باشد صیاد رفتہ باشد
شادم کہ از رقیبان دامن فشان گزشتی | گو مشتِ خاکِ ماہم بر باد رفتہ باشد
دلم ز وعدہ بر آتش فگندی و رفتی | بیا کہ سوختنِ این کباب نزدیک است

(۱۰۳) متین۔ میرزا عبدالرضا صفاہانی

از صاحب طبعان حال ونکتہ سنجان بلند مقال است۔ سلسلۂ نسبش بہ مالک اشتر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منتہی مے شود۔

مولد و منشاً او اصفہان است۔ مدتہاست کہ بسیر ہند تشریف آوردہ اول بانواب برہان الملک سعادت علی خان نیشاپوری ناظم صوبۂ اودھ۔ قرین اعتبار بسرمے برد۔ وبعد انتقال برہان الملک رفاقت نواب ابوالمنصور خان صفدر جنگ برگزید۔

فقیر در بلدۂ لکھنؤ اورا دیدم چنانچہ در ترجمۂ سید جعفر روحی تحریر یافت۔ مردی درویش سیرت فانی مشرب است۔ خلق وشکستگی بمرتبۂ کمال دارد۔ وصحبت او ہمنشینان را سرمایۂ سرور مے افزاید۔

صاحب دیوان است اما اشعار ایشان بفقیر کم رسیدہ۔ رباعی

نو خطِ چہرہ نیاز است مرا | در ہر سر موی خویش ناز است مرا

صد بار چو برگرد سرش سے گردم　　یک دورۂ تسبیح نماز است مرا

(۱۰۴) آرزو-سراج الدین علی خان اکبر آبادی

از شعرای حال- و تازہ گویان خوش خیال است- قریب پنجاہ سال است کہ در گلستان سخن عندلیبی می کند و بہ سنیاری ثعبان قلم بازار سحر آفرینان می شکند-

فقیر در حین تالیف این کتاب دوستی نامہ مشتمل بر طلب ترجمہ بقلم آورد- مشارٌالیہ بمنطوق وَ اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا عمل نمود- و مکرر بہ تحریر جواب و ارسال احوال و اشعار خود مسرور ساخت و قلمی نمود کہ :-

"فقیر بخدمت میر عبدالجلیل مرحوم بلگرامی مکرر مستفید شدہ و صحبت شعر اتفاق افتاد- حالا بادۂ ارتباط دو آتشہ شد و گل دوستی رعنا گشت"

نسب آرزو از جانب پدر بہ شیخ کمال الدین خواہرزادۂ شیخ نصیر الدین محمود نَوَّرَ اللّٰهُ ضَرِیْحَهٗ و از جہت مادر بہ شیخ محمد غوث گوالیاری شطاری عطاری رَوَّحَ اللّٰهُ رُوْحَهٗ منتہی می شود-

و نسب شیخ محمد غوث بہ شیخ فرید الدین عطار نیشاپوری عَطَّرَ اللّٰهُ ضَرِیْحَهٗ مے پیوندد و لہذا ایشان را عطاری گویند-

ولادت شیخ سراج الدین در منتہای مائۃ حادیۃ عشر (۱۱۰۰) واقع شد- از بدو شعور بہ تحصیل علوم رسمیہ پرداختہ- و در سن چہاردہ سالگی خود را بہ سخن مشغول ساختہ- و تا بیست و چہار سالگی کتب متداولۂ درسی در خدمت فضلاء عصر گزرانیدہ در فنون فراوان استعداد بلند بہم رسانیدہ- سپس در سلک منصبداران پادشاہی در آمد-

و در اوائل سلطنت محمد فرخ سیر بخدمتے از خدمات گوالیار مامور گردید و در

سنه اثنتین وثلثین ومائة والف (۱۱۳۲) به دار الخلافه شاهجهان آمد وازان وقت تا زمانِ حال درین شهر بسر می برد۔ وهنگامهٔ سخنوری گرم دارد

صاحب فراوان تصانیف است مثل رساله "موهبتِ عظمیٰ" درفن معانی ورساله "عطیهٔ کبریٰ" درفن بیان۔ هردو بزبان فارسی بطریق "مفتاح" و "تلخیص" که سابق کسی برین منوال ننوشته۔ وفرهنگ "سراج اللغة" بطور برهان قاطع و "چراغ هدایت" دربیان لغات واصطلاحات شعراء جدید که درکتب سالفه نیست و "نوادر الالفاظ" مشتمل بر لغات هندیه که فارسی وعربی آن در هند غیر مشهور است۔ و "شرح سکندرنامه" و "شرح قصائد عرفی" و "سراج منیر" اجوبهٔ اعتراضاتِ ابوالبرکات منیر بر اشعار عرفی وغیره و نسخه "داد سخن" شرح قصیدهٔ ابوالبرکات منیر که در اعتراضاتِ شیدا بر قصیدهٔ قدسی محاکمه نموده۔ و شرح گلستان مسمی به "خیابان" و تذکرهٔ اکثر شعراء متقدم ومتاخر که درین ایام بتحریر آن اشتغال دارد و کلیات او نظماً ونثراً قریب سی هزار بیت است

وبعد ازانکه خط مشارٌ الیه چهرهٔ وصول نمود مختصر دیوانش شخصے تازه از شاهجهان آباد آورد و این ابیات ازانجا سمت تحریر یافت ؎

مگو که چارهٔ دل از سبوے نمے آید   کدام کار که از دستِ او نمے آید
چند چشم دوستی زین ساده لوحان داشتن   چشم حفظ الغیب از آئینه نتوان داشتن
درهوای آن پری رو چشم من پرواز کرد   طفل بازی گوش اشکم را کبوتر باز کرد
نجیبی نیست در طریق خدا   بنگیبن راست می کنند دعا
محض معدومیم و در عالم هویدا ایم ما   خوب اگر فهمد کسے نصوبر عنقائیم ما
نماند همچو حنا هیچ اختیار مرا   سپرد بسته بدستِ تو روزگار مرا
چو شبنم آبله پیدا ابروی آن گل شد   تماشِ حسن به بیند که چشم بلبل شد

اگر از ناز بتان اون تماشا گیرند ‏ ‏ از کف آئینه گذارند و دلِ ما گیرند

دفعِ غفلت زندگی افزای انسان می شود ‏ ‏ عمر از شب زنده داری بها دو چندان می شود

گلرخان تنگ دلم خاطرِ من شاد کنید ‏ ‏ چون شود بندِ قبا باز مرا یاد کنید

دلبران باهم آشنا مشوید ‏ ‏ مبتلائیم ما شما مشوید

بنوش خونِ دلِ من که خوش نمک دارد ‏ ‏ شراب میکده ام لذت گزک دارد

می کند ناز خطِ او نه دمیده است هنوز ‏ ‏ بید مانع است که بنگش نرسیده است هنوز

عرض بے طاقتی خود بچه انداز دهم ‏ ‏ بشکنم شیشهٔ دل تا بتو آواز دهم

وحشت آموزِ غزالانم من ‏ ‏ شهر استاد بیابانم من

به بزم می پرستان خودنمائی شیخ کمتر کن ‏ ‏ بسانِ شمله اسباب معیشت را بسر کن

شنیدم از رهِ دور آمد آن شوخِ فریبنده ‏ ‏ شودای کاش شمعِ محفل من ماه آینده

ندارد یاد ایام جدائی چشم مستِ او ‏ ‏ حسابی نیست در پیشِ فرنگی سال هجرت را

فریب خوش لبیران خوردن آرزو رسم است ‏ ‏ ز روی تجربه گفت این چنین پدر ما را

شکسته پا بنشین آرزو بگوشهٔ صبر ‏ ‏ که شاه مملکتِ فقر چون تمر لنگ است

هر که خود تربیتِ خود نکند حیوان است ‏ ‏ آدم آنست که او را پدر و مادر نیست

تغافل این همه رسم کجاست جان کسی ‏ ‏ بخلف وعده دلم نیز شرمسار تو نیست

گرفت آن مهِ هندی ببر دگر در بر ‏ ‏ دگر مپرس حکایت که چند در چند است

گر مصحفِ عذار تو افتد بدست من ‏ ‏ ختم قمی بشوق بیک بوسه کردن است

نیست خالی از تناسب عضو عضوِ آن پری ‏ ‏ ساق سیمین دستهٔ آئینهٔ زانوی اوست

چنین که منع ز سرگوشی خودم کردی ‏ ‏ بخاطرِ تو ندانم چه احتمال گذشت

می دوانند آسمان را بهرِ کارِ خاکیان ‏ ‏ از بزرگیها بود گر بے وفا رم کرده اند

خجالت می کشم بسیار از روی وفای خود ‏ ‏ تو گاهی کرده باشی یادِ من یادم نمے آید

حسود پست شد آنجا که بیت خود خواندم   چنانکه بر سر کس خانهٔ فرود آید

نمی فهم زبانِ ترکیِ چشمِ سخن گویت   اشارتهای ابرو شاید اینجا ترجمان باشد

نقش در عالم نشاند آنکه سود عمر او   همچو خوش خط مهرکن در نیکنامی صرف شد

دیده باشی گلِ شبنم آلود   گریه را هم دلِ خوش می آید

آرزو بیجاست سعیت در تمنائے وصال   عاشقے گر جان دہد آن شوخ کی تن میدہد

کم بود از شوق خالی حسنِ موزونِ بتاں   سرو این باغ است دارِ عشق پیچاں بیشتر

لیکن دل ما آخر از ان شوخ کشیدی   ای آینه ما قدر تو نشناخته بودیم

پامال کرد خونِ منِ تیره روز را   زانو سیه سمند سواری که دیده ام

نصیب اہل کمال است از جہان تعذیب   که در شکنجه فتد چون شود کتاب تمام

ربود از دلِ عشاق بیحضوری را   غبار خط تو خاک شفاست پنداری

زنّار و قشقهٔ ما بے سبحهٔ نباشد   چون شمع جمع کردیم رندی و پارسائی

خطاست اخذ معانی ز فکر ہم طرحان   زمینِ شعر کجا حقِّ شفعه داشته است

شود چو بازوِ من ناز بالشِ خوابت   تو خود بگو که مرا آن زمان چه باید کرد

واجب القتلی نخواهد بود زینسان در جهان   خونِ عاشق تیز چون شنجرف باشد کشتنی

آرزو اطفال را هم هست افیونی ضرور   حیف آن عاقل که ماند زنده بے کیفیتے

هرچند از وئیم و لیکن همه اوئیم   مانندهٔ فیلے که تراشیده زعاج است

آن دو گیسوے سیه بر روی رخشان آرزو   شعر ہندی بوده است از میرزا روشن ضمیر

پوشیده نماند که بعد تمام سرو آزاد- سراج الدین علی خان آرزو از شاهجهان آباد برخاسته رخت سفر به دیار شرقی کشید- و در بلدهٔ لکھنو آمد- و بوساطت اسحق خان با نواب صفدر جنگ ناظم صوبه اوده برخورد و لطف اختصاص یافت و چون نواب صفدر جنگ ہندهم ذی الحجه سنه سبع وستین ومائة

والف (۱۱۶۷) درگذشت۔ آرزو باشجاع الدّوله خلف نواب مذکور که قائم مقام پدر شد بسر مے برد۔ و در جمادی الاُخری سنه تسع وستین و مأته والف (۱۱۶۹) در بلدۂ لکھنؤ فوت کرد۔ و درہمین شہر مدفون گردید

مؤلف کتاب گوید ؎

سراج الدین علی خان نادرِ عصر　　زمرگِ او سخن را آبرو رفت

اگر جوید کسے سال وفاتش　　بگو۔ آن جانِ معنی آرزو رفت ۱۱۶۹ھ

(۱۰۵) مظہر۔ میرزا جانجان سلّمہ اللہ تعالےٰ

مظہر فیض الٰہی است۔ و مشرق صبح آگاہی۔ شاہ مسند فقر و فنا۔ و مقیم آستان توکل و استغنا۔

نام والد ماجد او میرزا جان است ازینجا وجہ تسمیۂ او توان دریافت امّا نام تخلص او گویا عنایتِ ترجمان اسرار قیومی مولانای رومی است که پانصد سال پیش ازین در دفترِ ششم مثنوی ارشاد فرموده و کرامتے نمایان بحضار انجمن استقبال وا نموده یعنی ؎

جان اول مظہرِ درگاه شد　　جانجان خود مظہرِ اللہ شد

لیکن نام او بر السنه میرزا جانجانان جاری شده۔ این اسم ہم معنی بلند دارد فقیر را با میرزا ملاقات صوری صورت نه بسته اما غائبانه اخلاص کامل است و ہمیشه به آمد و رفت مراسلات خط ہمکلامی حاصل۔

میرزا جامع فقر و فضیلت و سخن گستری است۔ و به اقتضای اسم خود روح الروح معنی پروری۔ نوعروس مقال را بمشاطگی ذہنش طرز تازه۔ و تصویر خیال را بتردستی فکرش حسن بے اندازه۔ شعلۂ آوازش آتش زنِ خرمنہا۔ و شوخی اندازش شور

افگن انجمنها۔

فقیر در اثناء تحریر این کتاب تکلیف ترجمه کرد۔ میرزا ترجمه خود و اشعار آبدار به تحریر
در آورد۔ و متاع نفیس از انفاس خود هدیهٔ دوستان ساخت نسخهٔ ترجمه این است

"فقیر جانجان متخلص به مظهر پسر میرزا جان جانی تخلص - علوی نسب - هندی مولد حنفی مذهب
"نقشبندی مشرب است - در عشرهٔ اولی مأئهٔ ثانیه بعد الف ولادتش اتفاق افتاد - نشو و نمای
"ظاهری در بلدهٔ اکبرآباد یافته - تربیت باطنیش در محروسه شاهجهان آباد از جناب حضرت سید محمد
"بدادنی نقشبندی مجددی واقع شد سلسلهٔ نسبش به بیست و هشت واسطه بتوسط محمد بن حنفیه
"به شیر بیشهٔ کبریا علی مرتضی کرم الله وجهه منتهی می شود۔

"جد اعلای او امیر کمال الدین در اوائل مأئهٔ تاسعه از خطهٔ طائف بجذب قسمت بحدود
"ترکستان رخت اقامت انداخت - و بفرمان روائی بعضی ازان ممالک عمر گذرانیده - اولاد
"کثیر بهم رسانید از انها امیر مجنون و امیر بابا در حین فتح هندوستان که بردست همایون
"پادشاه اتفاق افتاد - درین مملکت وارد شدند - ازان باز خدمت و رفاقت سلاطین گورگانیه
"شعار مردم این خاندان بود

" میرزا جان مذکور که در ششم مرتبه از امیر بابا و در درجهٔ دوازدهم از امیر کمال الدین مسطور
" واقع است بعهد عالمگیر پادشاه علیه الرحمة بعالی منصب ترک دنیا سرافراز گردید۔

" و این خاکسار از بدو طفلی هوای مال و جاهش در سر نه پیچید - بعد تحصیل ضروریات این مشت
"غبار خود در ابدامن دولت از خود رفتگان بسته بامید آنکه چشمی در عالم دیگر باز کند - چون نقش قدم
" بر در ایشان نشسته است - از بس دماغش ضعف قوی دارد تاب تدبیر اسباب نمی آرد تجرید و تفرید
" اختیار کرده نان بر خوان دونان نخورده - و چون گل عمر خود را بیک خرقه بسر برده بتحریک شور عشقی
"در نمک خمیر اوست گاه لبی بفریاد وا می کند - چون نالهاش موزون واقع می شود احباب از راه جوهر
" شناسی به میزان اشعارش می سنجند - وگرنه او را از غایت انصاف نظر به بی سرمایگی خود دکانی بر

«سخن نجیده - زیاده برین نیست که نظر بزرگان یافته حسن قبولی بهم رسانیده است - او سبحانه حسن خاتمه هم نصیب کند

"ومن اشعاره ـ

باغبان رو بمن آور که ثنا خوانِ تو ام
چون صبا باد فروشِ گل و ریحانِ تو ام

همچو سیلاب روم گریه کنان جانبِ دشت
من که جاروب کشِ گورِ غریبانِ تو ام

طرفه شمعی تو که چون صورتِ فانوسِ خیال
متصل گرد توی گردم و حیرانِ تو ام

خوب گفتی غزلِ مرثیهٔ من مظهر
جان ندارم که دهم کشتهٔ احسانِ تو ام

آنکه روز و شب بلا گردانِ دیدار خود است
داغ همچون آفتاب از دستِ رخسار خود است

پشت پا ئے بر حنا زد سر مرا در خاک ریخت
از پیِ آزار من ناحق در آزارِ خود است

خدایا آتشِ سودا ز سر تا پای من گیرد
اگر عریانیم چون شمع نام پیرهن گیرد

هنر در کار باشد عشق را چون پا بسنگ آمد
درین ره تیشهٔ باید که دستِ کوهکن گیرد

ازان پیراهنِ خود چاک می سازم که می ترسم
گریبانم بمحشر آید و دامانِ من گیرد

ازین عالم مجرد می روم چون بوی گل مظهر
که ترسم حق عریانی گریبانِ کفن گیرد

نسب و رست کند گر بها به زاریِ ما
همین بس است پس از مرگ خیر جاریِ ما

کاهید دخلهای سخن گر چه تن مرا
بالید چون نگین مُثبّت سخن مرا

مرا کشت است دیا زاین مرگ با من سرگران دارد
ترا بر نعش من چون دید گفت این مرده جان دارد

سوز دل از سرِ موئیم نمایان کرده اند
این جفا جویان مرا سر و چراغان کرده اند

سحر عیدِ گل و عاشور بلبل در چمن دیدم
برنگ آمیز گردون چون سحر بسیار خندیدم

نیاز مشهد پروانه شمع خواهم برد
اگر وصالِ تو این بار رو نمود مرا

مبادا بلبل دیگر پس از من آشیان بندد
توان آویخت از شاخ بلندی استخوانم را

چشم بر چشم چو افتاد گرفتار بهاست
حلقه بر حلقه چو افزود دگر زنجیر است

عکس رنگِ پان نمایان است از پشتِ لبت
این بدخشی از کجا در سبزه زار افتاده است

ہیچ کس بر جامہ زیبان قتل من ثابت نکرد | گرچہ خونم چون سجاف سرخ دامن گیر بود
نداشت ہستی من تا عدم سر مو فرق | کمر تو بستی و من مفت از میان رفتم
مبین آئینہ گردی زخمیِ تیغ نگاہِ خود | ضرور است ای پسر از جہت سیفی حذر کردن
جز تو در دیدۂ من کس نگذارد قدمے | شہرہ دارد کہ درین خانہ پری سے باشد
بتان اگرچہ ندانند قدر مظہرِ ما | خدا گواہ کہ دیوانہ سخت محتشم است

(۱۰۶) دردمند ـ فقیہ صاحب

از نجباء اودگیر است ـ و شعراء خوش تقریر ـ

اودگیر شہری است از توابع محمد آباد بیدر ـ مرقد منور شیخ صدر الدین قدس سرہ کہ از مشاہیر اولیاء دکن است درین شہر واقع شدہ ـ راقم الحروف مکرر بزیارت مزار فائض الانوار سعادت اندوختہ ـ

مولد فقیہ صاحب اودگیر است ـ در صغر سن ہمراہ والد خود مطابق سنہ ست و ثلثین و مأتہ و الف (۱۱۳۶) از دکن بہ دار الخلافہ شاہجہان آباد رسید ـ و در ظل عاطفت شاہ ولی اللہ نبیرۂ شاہ گل متخلص بہ وحدت سہرندی قدس اللہ اسرار ہما جا گرفت ـ و بہ تہذیب اخلاق و تحصیل حیثیات مشغول گردید ـ بعد چندی والد او رخت زندگانی بربست ـ میرزا جانجان مظہر سلمہ اللہ تعالیٰ او را در سایۂ شفقت خود گرفت و بہ یمن عنایت و تربیت ایشان مجموعۂ کمالات شد و در فن سخن رتبۂ شایستہ بہم رسانید و میرزا در حق او گوید ؎

مظہر مباش غافل از احوالِ دردمند | تعلیست اینکہ در گرہ روزگار نیست

شعر فارسی و ریختہ ہر دو خوب می گوید ـ ساقی نامہ ریختہ او مشہور است کہ مقبول طبائع گردیدہ ـ

فیمابین فقیر و مشارٌ الیہ غائبانہ اخلاص وافی است و ہمیشہ طریق مراسلات مسلوک
دریں ایام بہ تقریبی از شاہجہان آباد بسمت بنگالہ رفتہ و نزد ناظم بنگالہ بہ جمعیت
مے گزراند

اشعار او بہ فقیر کم رسیدہ۔ چند بیت پیش ازین برپشت خطی نوشتہ بود از ان است ؎

برزخم خویش از ان کوہکن نمک ریز است | کہ شور خندۂ شیرین بکام پرویز است
در کوی میفروشش نماند آبرو مرا | لب تشنگی فروخت بدست سبو مرا
جان بیکسانہ دادم و شادم کہ عمرہا | بوداست برمراد تو مرگ آرزو مرا

رباعی

از فیض تو ای شافع روز محشر | ہر روز بود عید غدیر دیگر
چون جام بود چشم امیدم در حشر | بر دست تو ای ساقی حوض کوثر

رباعی

یکچند عتاب و ناز ظاہر کردی | وین عمر دوروزہ بار خاطر کردی
بعد از مرون رہت بخاکم افتاد | اول بایست آنچہ آخر کردی

(۱۰۷) شاعر گل محمد معنی یاب خان

از مردم سرکار محمد شاہ پادشاہ است۔ بعنایت شاہی ممتاز بود۔ و بہ خطاب
معنی یاب خان سرفراز نسبت تلمذ بخدمت میرزا بیدل درست کردہ۔ و در تلامذۂ میرزا
فائق برآمدہ۔ امروز منتخب شعراء شاہجہان آباد است و قلمرو معنی یابی بمیامن نظم و نسق
او آباد۔

گلدستۂ خیالات رنگین چنین می بندد ؎

بگلشن چشم شہلایش چو می آشام مے گردد | دکان حسن خوبان تختہ چون بادام مے گردد

اگرچہ داخلِ بزمم ولے نیم داخل　　جدا از صحبتِ ہم ہیچو شاخ پیوندم

(۱۰۸) عزلت میر عبد الولی

بن سید سعد اللہ سلونی سورتی کہ ترجمہ اش در فصل ثانی از دفتر اول گذارش یافت از مستعدان وقت است۔ کتب درسی نزد پدر والا گہر خوانده۔ و در معقولات جلیشینی خوب بہم رسانده۔

فقیر را بعد مراجعت از سفر بیت اللہ در بندر سورت ملاقات او اتفاق افتاد خوش صحبت است۔ موسیقی ہندی خوب می داند۔

مشار الیہ را اشتیاق سیر شاہجہان آباد در حرکت آورد۔ و از بندر سورت روانہ شده۔ بعد از طی عرض راه بیستم جمادی الاولی سنہ اربع وستین ومأتہ والف (۱۱۶۴) واصل آن بلدهٔ فاخره شد۔ وتا وقت تحریر۔ ہمان جاست

منتخبی از دیوان خود برای مطالعہ فقیر در بندر سورت فرستاده بود این چند بیت از انجا فرا گرفتہ شد ؎

نشود مرد کسی کوه گر از جا بر داشت　　رستم است آنکہ دلِ دوست ز دنیا برداشت
بہ گرم جوشیِ یارانِ عصر تکیہ مکن　　کہ چون معانقۂ عید اعتمادی نیست
دوستان از دوستان محروم و دشمن کامیاب　　چیده مقراض از نہالِ شمع گل پروانہ سوخت
دلم افسرده خواہد ماند یا وا می شود روزے　　ندانم غنچہ ام در دستِ گلچین یا صبا افتد
خدا نا کرده گر صیاد از دامم رہا سازد　　اسیرِ حلقۂ بر گرد سر گردیدنش گردم
سر بر نداشت نکہتِ گلشن ز شرمِ او　　بوی گلے نبود کہ پا در حنا نداشت

(۱۰۹) جرأت[۱] میر محمد ہاشم

مخاطب بہ موسوی خان کہ خطابش بہ بداہت نظر اصل ونسب نشان می دہد در

[۱] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۱۱۹۔

سنہ ثمان و ثمانین و الف (۱۰۸۸) در نزہتکدہ عالم ناسوت خرامید و ہلال استعدادش

در سنہ چہاردہ سالگی بہ استفاضۂ انوار تربیت والد ماجدش بعروج بدر کامل رسید۔

سلسلۂ نسبتش بہ بیست واسطہ بہ سابع ائمہ ہدی علیہ التحیۃ والثنا منتہی می شود

جدش سید علی بہ اقتضاء آبخوردا از خطۂ گیلان بہ دیار ہند وارد شد پدرش میر

محمد شفیع بن سید علی از فنون فضل و کمال آگہی داشت۔ و در خجستہ بنیاد اورنگ آباد

رنگ توطن ریخت۔

موسوی خان نخست دامن دولت امیر الامرا سید حسین علی خان گرفت و

بہ قلعہ داری دھارور امتیاز یافت۔ و چون امیر الامرا در سنہ احدی و ثلثین و مأتہ و

الف (۱۱۳۱) از دکن جانب ہند حرکت کرد۔ موسوی خان در رکاب امیر الامرا

بسیر ہند شتافت۔ و صحبت اکثرے از صاحب کمالان آنجا مثل میرزا بیدل و میر

عبد الجلیل بلگرامی دریافت۔ مے فرماید:۔

"ہمیشہ در دکن از زبان امیر الامرا اوصاف کمال میر عبد الجلیل سامعہ افروز بود۔ چون ملاقات

واقع شد عجب نسخہ جامعی یافتم۔"

بعد از برہم خوردن طبقۂ سادات از سن سی سالگی تا انتہای سن انحطاط در نزہتکدۂ ظل نواب

آصفجاہ طاب ثراہ اوقات زندگانی را صرف گلگشت بہشت برین نمود۔ و بمنصب دو ہزار

و پانصدی و خدمت دار الانشا سرافرازی داشت۔

و بعد رحلت نواب آصفجاہ و تمکن نواب نظام الدولہ شہید بر مسند ریاست

دکن خدمت انشاء سرکار والاہم بر موسوی خان قرار یافت۔ الحال نیز نزد رئیس

دکن قیام دارد۔ و بہ عہدۂ انشاء و منصب چہار ہزاری و خطاب معز الدولہ فرق

امتیاز می افرازد۔

فقیر را بعد ورود ممالک دکن با خان مذکور مجالس مستوفی اتفاق افتاد نسیم گفتگویش

گره کشای غنچهٔ دلهاست - و گلریزی تقریرش رنگ افروز چهرهٔ مدعا -

این چند بیت از دیوانش فرا گرفته شد

پاس دل گرمی توانی داشت سلطان می‌شوی　　این نگین را گر بدست آری سلیمان می شوی

نه بهر آنکه منزل دور و پالنگ است می نالم　　دلم را چون جرس جای طپش تنگ است می نالم

در دیده ام خیال رُخ خوب یار ماند　　این نقش بر جریدهٔ لیل و نهار ماند

فارغ از هر دو جهان بندهٔ احسان توام　　سرو آزادم و پابند گلستانِ توام

بسملم کردی و پرسے طپم آزرده مشو　　می کنم رقص که در ذیلِ شهیدانِ توام

بے بهاره خلق شهرت با هُنر دمساز نیست　　نکهتِ گل بے شگفتن قابلِ پرواز نیست

منتهای کار عاشق از بدایت روشن است　　شمع را آئینهٔ انجام جز آغاز نیست

شد صرف سوز عشق بیانی که یافتم　　مانند شمع سوخت زبانی که یافتم

منظور از نظارهٔ حسنت شهادت است　　از قتل بدتر است امانی که یافتم

راز جانان نیز معشوق است باید پاس داشت　　بهر این لیلی نباشد بهتر از دل محملی

لذت همه در مناسبتهاست　　از شیر دل شکر کشاید

هوس زخم بمهتاب تجلی دارم　　کاش عریانیِ من زنگ کتانی می داشت

توان خدنگ نگاهی بسوی ما افگند　　هنوز با تنِ مجروح نیم جانی هست

آمد اندیشهٔ دُنیا بطلبگاریِ دل　　گفتم آن شیفتهٔ بے سرو پا حاضر نیست

بخاک میکده رندانِ مست محترم اند　　سبوی می چو مرا دید دست بر سر شد

تا در فتند از پیِ روزی بیکدگر　　صف بسته اهل حرص چو دندان نشسته اند

(۱۱۰) رسا - جان میرزا

مخاطب به میرزا خان الحسینی است موطن آبائیش همدان - و نسبتش به میر

سید علی ہمدانی رحمہ اللہ می رسد۔

از اجدادش میر شاہ طاہر در عہد اکبر بادشاہ وارد سواد اعظم ہندوستان گردید و قبول تمام یافت۔ و پس از چندگاہ متوجہ کالگشت دکن گشت سلاطین عصر مقدمش را گرامی داشتہ بآئین ارباب عقیدت احترام مالاکلام بعمل می آوردند۔ پس ازان اخلافش در گجرات احمدآباد توطن اختیار نمودہ مرجع اہل فضل و کمال بودند۔ و بہ سنت سنیۂ مشائخ عمل می کردند۔ و از چند قریہ کہ اکبر بادشاہ بطریق سیورغال مقرر کردہ بود صرف مایحتاج می نمودند

والدش سید میر خان در زمان خلد مکان خود را در سلک ارباب مناصب منتظم ساخت و بخدمات عمدہ ممتاز بود و از علوم آگاہی داشت۔

مولد میرزا خان۔ حیدرآباد است نشو و نما در لشکر نواب آصفجاہ یافتہ و از مجلسیان خاص نواب بود۔ و در اواخر عہد آصفجاہ بخدمت انشاء سرکار والا قیام داشت۔ و در رکاب نواب سیر شاہجہان آباد کرد۔ و صحبت شعراء آنجا دریافت۔ بسیار خوش خلق۔ رنگین صحبت است۔ و جامۂ میرزائیت بر قامتش او دوختہ اند۔

فقیر را در دکن یکجہتی فراوان با او صورت بست۔

این چند بیت از بیاضش و بین سوادنقش می بندد ؎

خود را ز تنگیِ قفس آزاد می کنم | این منت بہ تواضعِ صیّاد می کنم

در سراپردۂ دل ہر نفس آوازی ہست | کہ درین خانہ نہان خانہ براندازی ہست

نرسم اگر بہ بزمش ز ہجوم نارسائی | بخیال آستانش من و مشق جبہہ سائی

کہ برد پیام ما را بحریم خوش نگاہان | رقمی نمود آہم دو سہ مصرعِ ہوائی

رحم کن ای باغبان گلدستۂ پیش من بیار | مجمعِ یارانِ رنگین یاد می آید مرا

به گلشنِ دلِ پر داغ سیرها دارم | معاشرانِ چمن انتظارِ من مبرید
نمی توان به فلک طرحِ اختلاط انداخت | مرا ز صحبتِ این سفله ننگ مے آید
خو بغربت کرده را در بیکسی هم عالمی است | بلبلِ ما در قفس کم مے کند یادِ وطن

(۱۱۱) ایجاد۔ میرزا علی نقی

از قوم قاچار است۔ مولد پدرش نقد علی خان۔ همدان۔ و با شیخ علیخان وزیر شاه سلیمان صفوی قرابت قریبه داشت۔ نقد علی خان از ولایت خود بگلگشت هند شتافت۔ و در عهد آصف جاه مدتها بدیوانی پادشاهے بلده حیدرآباد سرافراز بود۔ و باین علاقه پای توطن در حیدرآباد افشرده۔

محل ایجاد میرزا علی نقی ایجاد دار السرور برهان پور است۔ بمصاحبت نواب آصفجاه رسید و فراوان اختصاص بهم رسانید۔ و بعد فوت پدر در سنه اربع و ستین و مائة و الف (۱۱۶۴) بخطاب موروثی نقد علی خان و خدمت دیوانی حیدرآباد نقد امتیاز بدست آورد۔

اول مرتبه در اورنگ آباد دار دفتر خانه شد و بعد ازان در لشکر نواب نظام الدوله شهید و در حیدرآباد مجالس متوالی اتفاق افتاد۔ جوهر قابلیت سرمایهٔ اوست۔ و زیور تهذیب اخلاق پیرایهٔ او۔

این چند بیت از دیوانش به تحریر مے آید۔

بدست یار سپردند اختیار مرا | توان ز رنگ حنا یافت رنگ کار مرا
یار آمد و دمی ننشست و شتاب رفت | عمر عزیز حیف به این اضطراب رفت
ای مصوّر از لباسِ یار دامانش بکش | بر رقیبم دست گریانی گریبانش بکش
دلم تو بُردی و من انتظارها دارم | بیا به پهلوے من با تو کارها دارم

پرسند هرچه از تو بگفتن شتاب کن   خود را مثال آینه حاضر جواب کن

خطاست اینکه بگویم به جبهه چین داری   خدا نکرده مگر در گره همین داری

خطِ پشتِ لب و حرفِ تو در دل کرد تاثیری   بقربانت روم ظالم چه تحریری چه تقریری

گفتهٔ دل شکنان به که فراموش کنی   این گهر هیچ ندارد که تو در گوش کنی

گیرم که در کفم همه رنگِ حنا شوی   آخر تو رفته رفته ز من بیوفا شوی

بروی مشهدِ پروانه شمع را دیدم   که چادری ز گلِ داغ میکشید امشب

بی خورده دلِ لاله پرد داغ ز گلشن   آرام متاعی ست که بی زر نتوان یافت

بالیده بود پر بخود آخر خراب شد   چشم حباب کور شود این سزای اوست

راست می گوید اگر سرو که همدوشِ توام   بر سرِ دعویِ خود مصحفِ گل بردارد

دلم از تست میخواهی ببر من پیشکش کردم   بهر صورت ترا آیینه در کار است می دانم

اول بروی تو دیدیم ز معمورهٔ حسن   ما درین شهر مبارک شب ماه آمده ایم

دارد همیشه در بر پیراهنِ معطر   ما را ز گل خوش آمد این وضع میرزائی

(۱۱۲) افتخار عبدالوهاب دولت آبادی

از خوش فکران این عصر است - در ایام تالیف این کتاب ترجمه خود را باشارهٔ فقیر انشاء کرد - و نسبت به مؤلف کتاب تکلّفی بکار برد - هرچند بساط عذر گستردم ناطقه را مُهرا برام بند ساخت -

نسخهٔ ترجمه این است :-

"فقیر عبدالوهاب متخلص به افتخار از سادات بخاری الاصل است سلسلهٔ نسبش از طرفین به "مخدوم جهانیان بخاری قدس سرهٗ منتهی مے شود - مولد و منشا این خود بے بود احمد نگر "دار السلطنة سلاطین نظام شاهیه - چون ازدواج فقیر با صبیهٔ سید مرتضی خان بخاری حارس

"حصار شهرپناه دولت آباد اتفاق افتاد - باین تقریب طرح اقامت در قلعه دولت آباد
"ریخته شد - بعد از ان که حیثیت استفاضه بهم رسید از چشمه سار نکته سنجان بقدر زلالی برداشت
"دمشت خاک خود را بتقویت این آبحیات کامیاب عمر جاودانی ساخت - گویند شخصی این بیت
"تکراری کرد

خدا ناکرده گر آید اجل پیش　　　　بامید که بگذارم جنون را

"فرزندی داشت صاحب کمال گفت "بامید من" لله الحمد و المنه که جگر گوشگان اشعارم
"هریکی بزبان حال ادا نمود که آن شخص بیک فرزند تسلی شد تو خود به عنایت ایزدی چندین
"نتائج ارجمند داری همه را از نظر مؤلف کتاب گزرانیدم و از زیور اصلاح محلی ساختم - سخن
"آفرین تعالی شانه این غریب نزادها را بحسن قبول صاحب طبعان رساند و از سواد به بیاض
"بلند فطرتان جلوه گر گرداند

بود فیضان دیگر چشمهٔ داد الهی را　　　　زماهی قیمت افزون تر بود دندان ماهی را
چو سبز غنچه کردم اعتبار این چمن دیدم　　　　زند بر هم نسیمی منصب صاحب کلاهی را

غیرت افزای بهار است گل رخسارت　　　　شمع افروز تماشاست مه دیدارت
می کنی جلوه بصد رنگ چو آئی بخرام　　　　گردش خامهٔ نقاشش بود رفتارت

ابرو که بود نازکش وسمه نخواهم　　　　چون پی بکمانی که دو کار است بخیهم

بدوری هم ترا بر من نظرها هست می دانم　　　　که چشم دوربین نزدیک بیند دوردستان را

تا چشم باز کرد خدا شد دیده ور　　　　اول به بیند آینه آئینه ساز را

سازنده است سرو قدش را زمین چشم　　　　تا دل دواند ریشه اگر یک زمان نشست

سنگین دل است آن بت و من آبگینه دل　　　　دل را بدل رهیست الهی تو خیر کن

ابروی دیگران نرسد ابروی ترا　　　　هر ماه نو مقدمه عیش عید نیست

نگینم بندگیها هیچکس چون من نمی داند　　　　بنامی آشنامی گردم و با سجده می سازم

او بزلف آنجا گره زد شد دلم اینجا بدام — می توان دادن سر انجام امور از راه دور

(۱۱۳) امداد۔ شیخ غلام حسین

ہاشمی النسب۔ قادری الطریقہ۔ برہان پوری المولد است۔ کتب اوائل درسی تحصیل نمودہ۔ ونقش او بامشق سخن درست نشستہ۔ از و می آید

از تو پنہان می کند آئینہ روی خویش را — ہر کسے منظور دارد آبروے خویش را

گل کند از باطن صاحبدلان بی قصد فیض — درگرہ بستن نداند غنچہ بوے خویش را

گر بصحرا نگہ او چمن آرا گردد — شاخ آہو قلم نرگس شہلا گردد

صندلی رنگ بتی گر سر درمان دارد — درد ہم گرد سر ما بہ تمنا گردد

رباعی

رونق دہ تخت شرع شاہ نجف است — روشن کن آفتاب ماہ نجف است

شاہی خواہی وگر تو راہے طلبی — شاہ نجف است وشاہ راہ نجف است

تا اینجا ذکر شعراء غیر بلگرام است واسامی کتبی کہ ماخذ این تالیف است بعضے جا در طی کتاب مسطور شد ومقصد استیعاب اشخاصی کہ در کتب ماخذ مذکور اند نیست مبدء فیاض کسی را کہ بر خاطر القا کرد برزبان قلم گذشت۔ اکنون بہ تمہید شعراء بلگرام می پردازم وذکر این طائفہ را طراز دامن کتاب می سازم۔

تمہید شعراء بلگرام

بر صیرفیان نقود اخبار ومبصران جواہر آثار ہویدا است کہ چون ماہچۂ رایت اسلام بر سواد ہند پرتو انداخت۔ وطلیعۂ غازیان کفر شکن کوس کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا نواخت۔ اقسام صاحب کمالان عرب وعجم با قامت این دیار پرداختند وعلوم ابو البشر آدم را علیہ السلام کہ از چندین ہزار سال مندرس شدہ بود تازہ ساختند۔ از انجملہ سخن موزون کہ از ان وقت تا زمان حال ماہران این فن شورہا

برانگیخته اند۔ ورنگہا از خامۂ بوقلمون ریختہ۔ امّا در عہد قدیم این طائفہ بیشتر در پایۂ تخت سلاطین بوده اند و در اطراف واکناف ملک کمتر توان یافت مثل ابوالفرج رونی و امیر خسرو و امیر حسن و شیخ جمالی کہ ہر سہ از شہر دہلی برخاستہ اند وغیرہم رحمہم اللہ تعالی و از عہد اکبر پادشاہ سکۂ سخن را رواجی دیگر بہم رسیده اکثر امصار بوجود موزونان معمور گردید۔ از انجملہ شہر بلگرام حَفِظَہُ اللّٰہُ عَنْ حَوَادِثِ الْاَیَّامِ

من سواد خوان نسخۂ نادانی کمترین یاران وطنم۔ و خادم صاحبان این انجمن امّا باثبات مآثر این اعزۂ کرام بر صفحۂ روزگار حقِ عجیبے ثابت کرده ام و خدمت نمایانے بقدر طاقت بجا آورده۔ سیما طائفۂ شعراء قدیم و جدید کہ باصلاح سخن اینہا پرداختم محلط کردم خود را از خدمت ایشان ممنون ساختم عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃِ تَعَالٰی شَانُہٗ می داند کہ باعث اظہار این معنی نہ برخود بالیدن است و دکان خود فروشی چیدن۔ بلکہ از سر عجز و نیاز زبان بہ تحدّث عطیات الٰہی کشوده ام۔ و لب بہ تذکرہ عنایات شاہی وا نموده۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَبِرَحْمَتِہٖ تَنْزِلُ الْبَرَکَاتُ۔

(۱۱۴) ضمیری شیخ نظام بلگرامی

از قدماء شعراء این مقام۔ و نکتہ سنجان شیرین کلام است۔ محل سکونت او محلہ قاضی پوره در دامن بلندی۔

پدرش او را صغیر السن گذاشتہ متوجہ عالم قدس گردید عمش شیخ سلیمان کہ از نوکران باامتیاز درگاه اکبر پادشاہ بود در حجر عاطفت تربیت کرد۔

مشارٌالیہ بعد از تحصیل حیثیات مشق سخن پیش گرفتہ درین فن رشدی بہم رساند۔

ومخدرات صنائع وبدائع رابیشتر بکرسی نشاند۔

ہمواره با اُمراء عهد بسر می برد و به اعزاز و اکرام مخصوص بود۔ و ایام زندگانی را به تجرد و تفرد گزرانید۔ آخرالامر در قصبهٔ سفیدون از توابع دارالخلافه دهلی وارد شد و همانجا به گلگشت نزهتکدهٔ آخرت خرامید۔ و این سانحه در سنه ثلث و الف (۱۰۰۳) واقع شد۔ **مبارک خان دهلوی** تاریخ وفاتش درین قطعه بضبط آورده ؎

مالکِ مُلکِ نظم شیخ نظام | شاعرِ نادر و فصیح کلام
در قصیده شده ظهیر زمان | در غزل گشته خسروِ ایّام
بست رخت بقا ز ملکِ فنا | کرد آهسته سوی خلد خرام
کردم اندیشه بهر تاریخش | خردم گفت۔ آه آه نظام ۱۰۰۳

دیوانش قصیده و غزل و رباعی و صنائع شعری پانزده هزار بیت است و قصیده به از دیگر اقسام می گوید۔

سید محمد اشرف درگاهی که ترجمه او در فصل دانشمندان از مجلد اول تسطیر یافت۔ فرمود۔ دیوان ضمیری بخط مصنف بنظر من درآمد۔ بر پشت دیوان مُهر خود زده که این بیت نقش داشت ؎

خدایا بحق رسولِ انام | پذیرای کارِ ضمیرِ نظام

کلامش بطور آن عصر واقع شده لهذا درین جریده کم گرفته مے شود ؎

جز آئینه در روی تو دیدن که تواند | جز شانه بزلفِ تو رسیدن که تواند
بس مدعیان گوش بر آواز نشستند | در عکدهٔ عشق طپیدن که تواند
آنجا که صبا را بنود بار ز تنگی | جان بخش کلام تو شنیدن که تواند
هر گل که به گلزار جمالِ تو بخندد | ای وای بجز دستِ تو چیدن که تواند

صد تیغ کشیدند ز هرسو به ضمیری | پیوند هوای تو بریدن که تواند

آن تُرک شوخ دیده خود از دودمانِ کیست | یا رب چنین خراب کنِ خانمانِ کیست
از ناله و فغانِ من آید جهان بجان | آن سنگدل نگفت که آیا فغانِ کیست
این سرو سرفرازه که خوش می چمد بناز | یا رب چنین کشیده سر از بوستانِ کیست
هر تیر بر دلم که دو ابروے او کشید | دانستم از طپیدنِ دل کز کمانِ کیست
چون نامۂ نیاز ضمیری رسید و خواند | پرسید بر سبیلِ تغافل از آن کیست

برزمے که شوی جلوه گرای سیمتن آنجا | گویند ثنای تو همه بے سخن آنجا
چشمم که بود خانۂ خوش آب و هوائے | شایستۂ آنست که سازی وطن آنجا
خواهم که کنم پیش تو دردِ دلِ خود عرض | لیکن بمقامے که تو باشی و من آنجا
تا کرد خریداریِ خاکِ سرِ کویت | از نقد روان داد ضمیری ثمن آنجا

رباعی

یا رب بدرت نامه سیاه آمده ایم | وز آتشِ دوزخ به پناه آمده ایم
هرچند که ما غرقِ گناه آمده ایم | با قافلۂ عذر براه آمده ایم

در تاریخ گنبد حاجی افضل علیه الرحمه گوید ؎

بدورانِ شهِ اکبر که گشته | خطابِ او جلال الدین محمد
چو حاجی افضل از تقدیرِ حق رفت | ازین دارِ فنا در دارِ سرمد
ز تُردی بیگ سلطان یافت بنیاد | برای مرقدش این پاک گنبد
ضمیری جست سالِ این بنا را | بلفظ پارسی و هم به ابجد
بتاریخش نهان و آشکارا | خرد گفتا سنه هشتاد و نهصد
۹۸۰

حاجی افضل
و این حاجی افضل مردے بزرگ معتقد فیه بود و در بلگرام بر مسند هدایت و ارشاد بسر می برد۔ و تردی بیگ سلطان از امراء اکبری بخدمت او اخلاص و

اعتقاد داشت - وچون حاجی افضل از قصر بینا بسرا پردهٔ کبریا خرامش فرمود و درسواد شهر مدفون گردید - ترِدی بیگ سلطان بر مرقد او گنبد عالیشانی از سنگ عمارت کرد وقطعه مذکور را بخط نستعلیق در نهایت خوشخطی بر لوح سنگ کنده در پیشانی باب گنبد تعبیه نمود - اما این گنبد بنام سالار بیگ که میر اهتمام تعمیر بود شهرت یافت ونام ترِدی بیگ سلطان را کسے نمے داند - شاعرے مناسب این مقام گوید ؎

چون نگین مطلب ندارم غیر کام دیگران
می نشانم نقش خود اما بنام دیگران

(۱۱۵) شاهدی میر عبد الواحد حسینی واسطی بلگرامی قدس سره

دفتر اول از ترجمهٔ مفصل زینت یافته وخامهٔ خوش نصیب شاهراه سعادت شتافته واینجا هم طریق اجمال می پیماید - وصدر ورق را بر سالهٔ جواهر آبدار می آراید -

آنجناب از بیعتیان خاص شیخ صفی سائی پوری است نَوَّرَ اللّٰہُ ضَرِیحَہٗ وازخلفای پیش قدم شیخ حسین سکندره رَحِمَہُ اللّٰہُ رَحْمَۃً - عمری دراز مسند ارشاد را بجلوس میمنت مانوس زینت بخشید - وسالکان مناهج حق پرستی را بسرا ئبستان کبریا رسانید -

تصانیف والا "سنابل" و "حل شبهات" و "شرح کافیه ابن حاجب" بطور تصوف - وغیرها متداول است -

احیاناً بنابر موزونی طبع گوهر قافیه مے سنجید وطلای خوش عیار سخن برمے کشید - در حل شبهات مے فرماید :-

"این کس در فن غزل تلمیذ خواجه حافظ شیرازی است قدس سره وخواجه نیز بشاگردی خود "مرا قبول کرده وگویا باین ضعیف ایماے نموده ؎

"ہر کہ در طورِ غزل نکتۂ حافظ آموخت یار شیرین سخن نادرہ گفتار من است"

و میر علاؤ الدولہ قزوینی صاحب نفائس المآثر می طرازد کہ:-

"میر سلیقۂ شعر خوب دارد از واست"

"مرو بجنگ چو اول بصلح آمدۂ وی بہ لطف نشین تاز خویش برخیزم"

و شیخ عبد القادر بدایونی در منتخب التواریخ مے نویسد کہ:- میر طبع نظم بلند دارد"

آنجناب شب جمعہ سیوم رمضان سنہ سبع عشر و الف (۱۰۱۷) بعالم قدس خرامید- و در بلگرام مغرب خاک را مشرق انوار گردانید مورخی تحفۂ تاریخی بہ روح اقدس گزرانید

چو رفت واحدِ صوری و معنوی گفتم ہزار و ہفدہ و شب جمعہ ماہ صوم سیوم

مصرع ثانی تاریخ صوری و معنوی است- اما بیست عدد بقاعدۂ جمل افزون میشود آن را بتعمیۂ نازک خارج کرد یعنی واحد صوری کہ نوزدہ است و واحد معنوی کہ یک است بر آمد-

دیوان غزل موجزی ازو موجود است- و کلامش روشِ زمان خود دارد لہذا بر قلیلی اکتفا رفت

زگریہ خانۂ مردم خراب خواہم کرد خیال غیر تو نقشی بر آب خواہم کرد

کوتہ چہ کنم قصۂ زلف تو دراز است بو رانتوان لبست درین نافہ کہ باز است

دانی کہ خوشنویسیِ ما از برای چیست ماییم واسطی و قلم نیز واسطی است

(۱۱۶) عشقی- سید برکت اللہ

الملقب بہ صاحب البرکات بن سید اویس بن میر عبد الجلیل بن میر عبد الواحد مذکور بلگرامی قَدَّسَ اللہُ اَسْرَارَہُم-

ذات مفیض البرکات پیشتر شمع حلقۂ فقر است و اینجا انجمن افروز شعرا۔ در اوائل حال دست بیعت بجناب سید مربی بن سید عبد النبی بلگرامی قدس اللہ اسرارہما کہ ترجمۂ هر دو در دفتر اول نگارش یافت۔ داد۔ و از عنفوان سن تمیز تا مبادی ایام کہولت بخدمت سید العارفین میر سید لطف اللہ بلگرامی سعادت اندوخت و از فیض تربیت والا جادۂ سلوک بنہایت رسید و در نیز ہنگدہ تسیر فی اللہ بخرامش درآمد۔ و از مشرب خاص آنحضرت حظی مستوفی حاصل کرد۔ و سند خلافت و اجازت اخذ نمود و بہ دار الولایۃ کالپی شتافتہ از خدمت مخدوم زادہ عالیجناب شاہ فضل اللہ بن میر سید احمد بن میر سید محمد کالپوی قدس اللہ اسرارہما تیمناً و تبرکاً مثال اجازت و خلافت گرفت۔ و ہمین سلسلہ را جاری کرد

و چون مرقد منور جد امجد او میر عبد الجلیل قدس سرہ در مارہرہ از مضافات مستقر الخلافہ اکبرآباد واقع شدہ۔ دران مقام رفتہ رنگ توطن ریخت۔ و روز عاشورا سنہ اثنتین و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۲) عنان از عالم سفلی تافت و بارواح مقدس امام علیہ السلام بہ گلگشت فردوس اعلی شتافت۔ راقم الحروف گوید ؎

بیدار دلی رفت سوی محفل قدس ۔۔۔ بربست ز صحرای جہان محمل قدس

تاریخ وصال او خرد کرد رقم ۔۔۔ صاحب برکات واصل منزل قدس
۱۱۴۲ ھ

ہموارہ چراغ ارشادی افروخت۔ و احیاناً لباس فارسی و ہندی بر قامت معنی موزون می دوخت۔ منظور نظر او از نظم و نثر ضبط معانی حقائق بود۔ و بر قول مولوی معنوی عمل می فرمود کہ ؎

قافیہ اندیشم و آن یار من ۔۔۔ گویدم مندیش جز دیدار من

دیوان شعر موجزی و مثنوی مختصری مسمی بہ "ریاض عشق" دارد۔ این چند بیت از و تیمناً قلمی می گردد ؎

به دیر پیر مغان باش و می پرستی کن | زلعل ساقی ما جرعه گیر و مستی کن
چشم حیرت پیشه را خار و گل رعنایی است | دل خرابی دیده را آبادی و صحرایی است
چشم دل داریم دیگر از نگاه ما مپرس | گرد کوی خویش می گردیم راه ما مپرس
خانهٔ دیده شود رشک پریخانهٔ چین | گر قدم رنجه کند یار بسر منزل ما

محل ذکر سید برکت الله قدس سره مابعد است امابرای اتصال ترجمهٔ او با ترجمهٔ جد امجدش میر عبد الواحد شاهدی قدس سره دربنجا تحریر یافت۔ و نظر این وجه در تقدیم و تاخیر تراجم دیگر هم ازین فصل منظور است۔

(۱۱۷) ضیا۔ حافظ سید ضیاء الله بلگرامی قدس سره

مشارٌ الیه چنانچه در حوزهٔ دانشمندان ورود کرامت آمود نموده در مجمع تلامذهٔ رحمن نیز بطرز موزون جلوه فرمود

در بدایت حال کلام الله را با تجوید حفظ کرد۔ و دامن الکتساب کمال بر زد و در قصبات صوبهٔ اوده بطور طلاب این ملک گلگشت نمود و از دانشمندان عصر فنون درسی فرا گرفت و با جناب سید احمد بن سید محمد کالپوی قَدَّسَ اللّٰهُ اَسْرَارَهُمَا غائبانه عقیدتی بهم رساند و این بیت بنظم آورده

کالپی مکه بلگرام یمن | ای تو احمد منم اُویس قرن

بعد ازین با دراک رؤیت والا دیده و دل را مظهر تجلی ساخت۔ و در بلگرام محله میدانپوره مسند خدا پرستی و تدریس علوم آراست۔ و عالم عالم طلبه را از حد بدایت بسر منزل نهایت رسانید۔ و در عصر خود بغایت معزز و مکرم می زیست۔ و در تقاوت و طهارت و حفظ حمای سنن نبوی قدمی راسخ داشت۔

انتقال او بیست و پنجم شعبان روز سه شنبه سنه ثلث و مائة و الف (۱۱۰۳) واقع

شد۔ و موافق وصیت پایان مرقد خواجه عماد الدین بلگرامی که صاحب ولایت آن مقام است بیرون حریم متصل دیوار جنوبی منزل آرام یافت۔ راقم الحروف گوید ؎

زہے سید ضیاء الله تحریر — منور ساخت از خود محفل قدس

خرد تاریخ او درخواست از غیب — ندا آمد۔ ضیاء[1] منزل قدس ۱۱۰۵

نظمش در ثمین است و نثرش ماء معین۔ شعر و انشا دون مرتبۂ آنجناب است و اشعاری که ثبت می شود پرتوی ازان آفتاب ؎

قطرۂ می که لبی بی تو چشیدن گیرد — بگلو تا شده از چشم چکیدن گیرد

براه دیده دو رویه درختهای مژه — نشانده ام که خیال تو راه گم نکند

رباعی

ای لطف تو آب بر سر شعلۂ خشم — چون موم بدست خلق تو خارۂ وکشم

گویا گردد ادب چو آئی به سخن — بینا گردد حیا چو بکشائی چشم

(۱۱۸) میر طفیل محمد بلگرامی

آفتاب جهان افروز یکتائی است۔ و در اوج دفتر اول سرگرم جلوه آرائی نسخۂ جامع فنون عقلی و نقلی بود۔ و در تجرد و تفرد و خصائل رضیه و شمائل سنیه بی مثل می زیست۔

اصل و الا از سادات اترولی من اعمال آگره است و همانجا در تاریخ هفتم ذی الحجه سنۂ ثلث و سبعین و الف (۱۰۷۳) شبستان امکان را روشنی بخشید۔ و در

---

[1] درین ماده همزۂ ضیاء را یک عدد محسوب است و الاتاریخ تام نمی شود و در اصل سال وفات ضیا این نیست۔ مصنف خود در مآثر الکرام دفتر اول صفحه ۲۴۰ مطبوعه مفید عام آگره ۱۳۲۸ھ می گوید که آخر به تحقیق رسید که تاریخ انتقال مشارٌ الیه سنه اربع و مائة و الف (۱۱۰۴) است و مادۂ تاریخ "ضیا بمنزل قدس" ۱۱۰۴

سن پانزده سالگی سنه ثمان وثمانین والف (۱۰۸۸) بارادهٔ کسب علم از اترولی بخطهٔ بلگرام تشریف آورد- واز فضلاء بلگرام وعلماء جوار فنون درسی برگرفت- و در حوزهٔ درس مولوی سید قطب الدین شمس آبادی مسافت تحصیل بنهایت رسانید-

وبعد از تکمیل تحصیل در بلگرام طرح اقامت انداخت- اول بخانهٔ سید فیض زمیندار که از اعیان سادات بلگرام است سکونت داشت- بعد ازان قریب سی[۳۰] سال تادم آخر در محله سیدانپوره در دیوانخانه علامهٔ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی نوّر الله مرقده اقامت ورزید- و درین مدت احیانا بجانب گجرات شاه دولاو کشمیر ومکانهای دیگر بطریق سیر برخاست- و در هر نوبت بفرصت قلیل معاودت فرمود وقریب هفتاد سال برمسند تدریس باحیاء علوم پرداخت- وعالم عالم طلبه را از حضیض شاگردی به اوج استادی رسانید- از انجمله ما دو برادریم یعنی فقیر و میر محمد یوسف که ذکرش می آید-

رحلت والا در بلگرام بیست وچهارم ذی الحجه سنه احدی وخمسین ومائة و الف (۱۱۵۱) واقع شد و بر وفق وصیت در "باغ محمود" متصل مرقد علامهٔ مرحوم میر عبد الجلیل نوّر الله مضجعه- جانب شرق مدفون گردید- مؤلف اوراق گوید ؎

افسوس که آفتاب معنی | از حلقهٔ آسمان برون رفت
تاریخ وصال او خرد گفت | علامهٔ ازجهان برون رفت ۱۱۵۱

احیاناً بنابر تشحیذ طبع به ترتیب نظم می پرداخت- وفرق شعر را بر شعری می افراخت این رباعی نتیجهٔ فکر عالی است ؎

گر بوالهوسی نیاز ظاهر آموخت | کی آتش سوز دل تواند افروخت
چون صورت پروانهٔ فانوس خیال | گرد سر شمع گشت و یک ذره نسوخت

(۱۱۹) واسطی میر عبدالجلیل حسینی واسطی بلگرامی نوراللہ ضریحہ

عندلیب ناطقہ در چمن پنجتن زمزمۂ مناقب والا سنجیدہ۔ و گوش ارباب ہوش را شگفتگی یکچمن گل بخشیدہ۔

اینجا ہم بتحریر فصلی از احوال میمنت اشتمال مے پردازد۔ و پیشانی صفحہ را بانوار قدسیہ منور می سازد۔

× × × × × × × × × × × × ×

× × × × ×

آنجناب باتفاق جمہور از خواص اتقیا و اجلۂ علماء عالی مقدار است۔ و در تقدس ذات و جلائل صفات یگانۂ روزگار۔ و از عنایات ایزد کامیاب دولت نشأتین بود۔ و بہ منطوق آیہ فیض پیرایہ وَ اٰتَیْنٰہُ فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ اِنَّہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ از جمعیت صوری و معنوی حظی وافر داشت۔

و از مناقب والا اینکہ بیمن طالع بیدار شاہ ولایت کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ را در خواب مے بیند و دستِ بیعت می دہد و در قصیدۂ منقبت زبان بادای شکر می کشاید کہ ؎

دین پناہا تفضل آگاہا	دلِ پاکِ تو شمع عرفان است
کردہ ام بیعتِ تو در رویا	این سعادت ز فضل رحمن است
دستم آخر گرفتۂ بکرم	می شناسم کہ این چہ احسان است
من و این رتبہ از کجا لیکن	مور پروردۂ سلیمان است

کتب اوائل از بعض علماء بلگرام و قصبات پورب اخذ نمود۔ و در حلقۂ درس شیخ غلام نقشبند لکھنوی قدس سرہٗ سررشتۂ تحصیل بانتہا رسانید۔ و علم حدیث

ازخدمت میر سید مبارک محدث بلگرامی کہ از تلامذۂ خاص شیخ نورالحق خلف الصدق شیخ عبدالحق دہلوی است سند نمود۔ و در جمیع علوم منقول و معقول خصوص تفسیر و حدیث و لغت و فنون عربیت و تاریخ و موسیقی اقتداری عظیم بہم رسانید۔ و حافظۂ شریف بمرتبۂ بود کہ قاموس اللغۃ از اول تا آخر از بر داشت

ملاقات آنجناب با سید علی معصوم مدتی در اورنگ آباد دکن اتفاق افتاد سید علی می گفت:۔ من در تمام عمر خود جامع غرائب علوم مثل میر عبدالجلیل ندیدم'' و شیخ غلام نقشبند لکنوی ہمیشہ تعریف و توصیف مے نمود۔

آنجناب در سنہ اربع و مأتہ و الف (۱۱۰۴) بہ دکن شتافت۔ و عنقریب عطف عنان نمود۔ وکرت ثانی در سنہ احدی عشر و مأتہ و الف (۱۱۱۱) بہ ارادۂ تلاش معاش جادۂ مسافت دکن پیمود و بعد از طی مراحل در اسلام پور (عرف برہماپوری) از توابع بیجاپور اردوی خلد مکان را دریافت۔ میرزا یار علی بیگ سوانح نگار حضور پادشاہی لوازم قدرشناسی بجا آورد۔ و بملازمت سلطان رسانید۔ پادشاہ بمنصبی شایستہ و جاگیر جیّدہ از محال سائی پور قریب بلگرام و خدمت بخشیگری و وقائع نگاری گجرات شاہ دولا۔ قرین عنایت ساخت۔ آنجناب در تاریخ خدمت انشامی کند ؎

مرا از جناب خلافت عطا شد — ز روی کرم خدمت عیش افزا

خرد گفت تاریخ تفویض خدمت — وقائع نگاری گجرات زیبا

بعد حصول خدمت از دکن محمل سفر بخطۂ بلگرام بربست و از انجا متوجہ گجرات شد و غرۂ ربیع الاول سنہ ثلث عشر و مأتہ و الف (۱۱۱۳) گجرات را مورد برکات ساخت۔ وقریب چہار سال ہر دو خدمت را بہ دیانت و استقلال تمام سرانجام داد

و در سنه ست عشر و مائة و الف (۱۱۱۶) عزل درمیان آمد آنجناب در ماه جمادی الاولی سال مذکور بمحروسهٔ بلگرام تشریف آورد۔

میرزا یار علی بیگ غائبانه نقش قدردانی زد و هم دران سال خدمت بخشیگری و وقائع نگاری و سوانح نویسی سرکار بھکر و سرکار سیوستان از جناب خلد مکان برای ایشان گرفت و سند حاصل کرده همراه قاصد اجیر روانه بلگرام ساخت آنجناب بعد وصول این بشارت سمند عزم جانب ملک سند به خرامش در آورد و بیست و چهارم رجب سنه سبعه عشر و مائة و الف (۱۱۱۷) سواد بھکر را از پرتو قدوم برافروخت۔ و سالها خدمات را به دیانت و امانت پرداخت و بعد رحلت خلد مکان چون قدر و منزلت آنجناب نقش خاطر شاهزادها و جمیع ارکان سلطنت بود در طبقات لاحقه بی آنکه از بھکر حرکت کند ارکان سریر خلافت در هر عصر سند استقلال خدمت روانه ساختند تا آنکه در عهد محمد فرخ سیر پادشاه از نیرنگهای قدرت الهی در پرگنهٔ جنوبی از اعمال بھکر ریزهای نبات بقدر ژالهٔ خورد از ابر بارید۔ و به نزول این حلاوه غیبی کام و زبان عالمے شیرین گردید آنجناب درین سانحهٔ غریب رباعی انشا کرده در فرد وقائع معروض بارگاه خلافت داشت که ؎

فرخ سیر آن شهنشه با برکات — چرخ از ادب او شده شیرین حرکات

در سند زمین عهد عشرت مهدش — بارید سحاب ریزهٔ قند و نبات

میر جمله سمرقندی که دران زمان رانق و فاتق مهمات سلطنت بود و سوانح حضور معلی باو تعلق داشت۔ و آخر صدر الصدور جمیع ممالک هندوستان شد بمجرد ملاحظه فرد وقائع بی آنکه حکم بتحقیق کند حمل بر خلاف واقع نموده در اوائل سنه ست و عشرین و مائة و الف (۱۱۲۶) معزول ساخت۔ آن جناب درهمین سال از بھکر

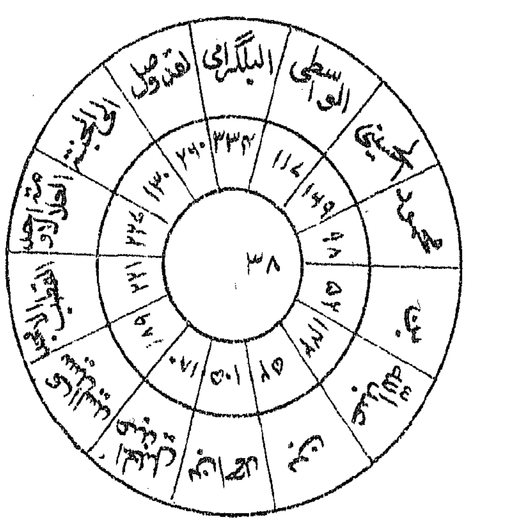
جانب دار الخلافه شاهجهان آباد حرکت کرد و خدمات بوساطت امیر الامرا سید حسین علی خان بحال ساخت۔ و شیخ محمد رضا بهکری را نیابت مقرر فرمود

و در سنه اثنتین و ثلثین و مائة و الف (۱۱۳۲) بعد شانزده سال بلگرام را از مقدم گرامی مستسعد ساخت و یک سال توقف کرده به دار الخلافه شاهجهان آباد تشریف برد۔

ولادت باسعادت سیزدهم شوال سنه احدی و سبعین و الف (۱۰۷۱) است وانتقال شب شنبه بیست و سیوم شهر ربیع الآخر سنه ثمان و ثلثین و مائة و الف (۱۱۳۸) در شاهجهان آباد واقع شد۔ نعش مبارک حسب الوصیة بدار السلام بلگرام نقل کرده روز جمعه اول وقت عصر ششم جمادی الاولی سال مذکور در قدم والد بزرگوار ایشان سید احمد مرحوم دفن ساختند۔

راقم الحروف کریمه لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ (۱۱۳۸) تاریخ یافته در تفسیر بیضاوی گوید:۔ "الْحُسْنَىٰ الْجَنَّةُ وَالزِّيَادَةُ هُوَ اللِّقَاءُ" و نیز دائرهٔ تاریخی به پرکار فکر کشیده و تواریخ لاتعد و لاتحصی بمرکز نشانده۔

دائره این است۔



طریق استخراج تاریخ ازین دائرہ این است کہ از خانہاے چہاردہ گانہ ہر خانہ را کہ خواہند مبدء قرار دہند۔ و بہر عددی کہ بخاطر برسد شمار نمایند سوای واحد و چہاردہ و اضعافش و اول با آخر بین۔ و بہر خانہ کہ شمار تمام شود عددش بگیرند۔ پس عددی کہ بدان شمار مقرر شدہ اگر فرد باشد، باز خانہ منتہی را مبدء گردانیدہ تعداد نمایند مَرَّةً بَعْدَ اُخْرٰی وَ دَوْرَةً فَدَوْرَةً تا آنکہ منتہی مبدء اصل گردد۔ آنون مقدار عددش بگیرند کہ مجموع اعداد حاصلہ تاریخ شود۔ و اگر زوج باشد خانۂ مابعد منتہی را مبدء گردانند۔ و ہمین نمط شمار منجر شود تا آنکہ منتہی خانہ ماقبل مبدء اصل گردد۔ پس بدستور مجموع اعداد حاصلہ تاریخ شود۔

مخفی نماند کہ مراد از اضعاف در اعداد مستثنے مثلین و سہ مثل فصاعداً باشد۔ و اطلاق ضعف از روی لغت بر سہ مثل فصاعداً آمدہ است بر خلاف مصطلح علماء حساب

فِی الْقَامُوْسِ :۔ اَلضِّعْفُ بِالْکَسْرِ الْمِثْلُ اِلٰی مَا زَادَ یُقَالُ لَکَ ضِعْفُہٗ یُرِیْدُوْنَ مِثْلَیْہِ وَ ثَلٰثَةَ اَمْثَالِہٖ لِاَنَّہٗ زِیَادَةٌ غَیْرُ مَخْصُوْصَةٍ ۔"

حالا خامۂ زبان آور فضائلی کہ تعلق بموزونی طبع اقدس دارد بیان می نماید۔ و لذت جویان معانی را حظوظ روحانی می افزاید۔

میر محمد مراد متخلص بہ لائق جونپوری کہ در عنفوان جوانی بشوق ملاقات میرزا صائب پیادہ از ہند بہ صفاہان رفت۔ و روزگارے بخدمت میرزا بسر بردہ بہ ہند برگشت۔ و از پیشگاہ خلد مکان مدتی بہ سوانح نگاری دار السلطنت لاہور سرافرازی داشت با علامۂ مرحوم بسیار مرتبط بود و باشارۂ ایشان خمسہ در سلک نظم کشید۔ چہار کتاب از خمسۂ او بنظر راقم الحروف رسیدہ۔ در خاتمہ مثنوی مقابل "مخزن اسرار" تصریح بتکلیف علامۂ مرحوم می کند و زبان بہ ستایش والا می کشاید کہ ؂

راقم این نامۂ معنی سواد محو سخن بندہ محمد مراد

بود شبی انجمن آرای فکر　　داشت سری گرم ز سودای فکر
یافته از قید تعلق خلاص　　خامه بکف منتظر فیض خاص
از درم القصه درآمد درون　　اهل سخن را به سخن رهنمون
نشئهٔ سرجوش خمستان هوش　　از پی تحقیق سخن چشم و گوش
صورت از و گشته بمعنی دلیل　　سید علامهٔ عبد الجلیل
کرده بموزونی طبع سلیم　　طالب خویشم چو کلام کلیم
می دهد از لفظ بمعنی پیام　　زودتر از نکهت گل بامشام
می برد از طرز بمطلب سراغ　　گرم تر از نشئهٔ می با دماغ
دید که فکر سخنم پیشه است　　دل گرو صورت اندیشه است
گفت سخن ساده و پرکار به　　تاب کش سبحه و زنّار به
بس بود از بهر سخنور گوا　　معنی بیگانهٔ لفظ آشنا
گفتن او فکر مرا تازه کرد　　روی سخن را بنفس غازه کرد
شد ز پری خانهٔ دل جلوه گر　　خیل معانی زپی یکدگر
جرعه کش بزم اویسی شدم　　پنجهٔ در خمسه نویسی شدم
خامه بتحریر گرو ساختم　　نقش دلاویز به پرداختم
از مدد باطن گنجوی　　طرز سخن یافت ز فکرم نوی

وناظم خان فارغائی قمی - در مدح سامی گفته وگوهر حق سفته ؎

چو تو ئی کجاست شاهی بقلمرو معانی　　نبود هیچکس نماند تو به هیچکس ثانی

قیمت شناسان لآلی فصاحت می دانند که تا در یتیم سخن منظور نظر معنی پرور گردیده بی سخن تا صدف آسمان برخود بالیده - شعر گفتن آنجناب تقریبی بود - مدتها می گذشت که مصراعی موزون نمی کرد - و هرگاه تقریبی رومی داد پری زادان معانی را باندک توجه

تسخیر می نمود۔ طبع معنی آفرین همین معنی دارد۔ و برهانی روشن تر از این بر علو قدرت و سمو فطرت نمی باشد۔ و در اصل توجه فکر عالی جانب شعر محض برای تفنن طبع و استیفاء صنوف کمال بود۔ والا شاعری را دون مرتبه خود می شناخت۔ و درین باب جرسی می جنباند ؎

مقصودِ من تفننِ طبع است از سخن　　　ورنه سزای رتبهٔ من نیست شاعری

آنجناب از هفوات شاعری بسیار احتراز داشت و فرزندان و تلامذه را سخت تاکید می کرد که زبان را از هفوات محفوظ دارند۔ سیما نسبت به انبیا صَلَوٰاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ مثل ترجیح معشوق مجازی بر یوسف وطعن عاشق بر صبر ایوب عَلَیْہِمَا السَّلَامُ و هرجا هفوتی از شاعری بنظر می آمد۔ آیهٔ خاتمهٔ سورهٔ شعرا بر زبان می آورد که سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔

و فقیر التزام کرده ام که درین صحیفه هفوات شاعری بر زبانِ قلم نیاید۔ و کام و زبان از تلوث آن محفوظ ماند آنجناب در ابتدا ”طرازی“ و بعده بنا بر آنکه سید واسطی الاصل است ”واسطی“ تخلص می کرد۔ اما اکثر اسم شریف خود می آورد۔

و در زبان عربی و فارسی و ترکی و هندی داد فصاحت می داد۔ غزل کم گفته و از دیگر اقسام سخن جواهر آبدار به الماس اندیشه سفته۔ و لاشک سلیقه صاحب طبعان مختلف اُفتاده شخصی واحد را مشاهده می کنیم که بسر انجام نوعی از شعر خوب می پرداز و در نوع دیگر با مقابل سپر می اندازد۔

عرفی شیرازی قصیده را بپایهٔ اعلیٰ رساند اما غیر قصیده را طرزے که باید بر کرسی نه نشاند۔

میرزا صائب در غزل داد سحر آفرینی داده اما در غیر غزل قدم پیش ننهاده اینجا کمال قدرت الٰہی تماشا باید کرد و بکمال عجز خود اعتراف باید نمود که این کس هیچ ندارد و

آنچه بر دل وارد می سازند بر زبان می آرد۔

ملاقات میر عبد الجلیل مرحوم با ناصر علی در اورنگ آباد دکن واقع شد۔

خود با فقیر نقل کرد که صحبت خوب بر آمد۔ مردم دیگر را جواب داد۔ و از اول روز تا نیم شب جلسه اتفاق اُفتاد۔ در آن ایام ناصر علی قصیدهٔ لامیه تازه گفته بود۔ تشبیب آن در وصف گرماست و گریز به نعت سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم۔ مطلعش این است ؎

گداخت بسکه هوای تموز مغز خیال　　　شرر ز سنگ بر آید بصورت تبخال

تمام قصیده برخواند و استفسار کرد که بیتی خوش آمد۔ گفتم تمام قصیده خوب است باز بجد شد که اگر بیتی پسند اُفتاده باشد نشان باید داد۔ گفتم یک بیت۔ بمجرد استماع این کلمه تغیری در چهره ظاهر شد۔ در یافتم۔ گفتم این همه جواهر ریزه هاست و در مرتبهٔ جوهر همه مساوی۔ اما آگاه می شود که آبداری یکی ممتاز می اُفتد۔ ازین حرف رنگ اصلی بحال آمد۔ و پرسید که کدام بیت خوش آمد۔ گفتم این بیت ؎

ز بسکه نم بزمین نارسیده می سوزد　　　چو شمع بر سر شاخ است ریشهای نهال

ناصر علی تحسین کرد که فی الواقع من هم این بیت را از سائر ابیات ممتاز می دانم۔

و نیز می فرمود که در دو بیت ناصر علی دخل کردم یک بیت از یاد راقم الحروف رفت و بیت دیگر این است که در مثنوی در مدح خلد مکان می گوید ؎

محی الدین محمد زیب اورنگ　　　فضای شش جهت بر شوخیش تنگ

میر عبد الجلیل فرمود که لقب پادشاه محی الدین است بی تشدید یا از باب افعال۔ ناصر علی اعتراف نمود

باز میر فرمود که درهمین مثنوی جاسے در مدح اسپ گفته اید که ؎

بفکر لامکان سیرش هم آهنگ　　　فضای نه فلک بر شوخیش تنگ

مدح پادشاہ و مدح اسپ بر یک وتیرہ واقع شدہ و شوخی نسبت بہ پادشاہ ملایمت ندارد۔ ناصر علی بیت را از مثنوی بر آورد۔ و در اکثر نسخہا نیست اما در یک نسخۂ کہنہ بیت مذکور بعینہ بنظر راقم الحروف رسیدہ۔ و در نسخۂ دیگر بتغیر مصراع چنین دیدہ شدہ

شہنشاہ جہانِ ہوش و فرہنگ محی الدین محمد زیب اورنگ

میر عبد الجلیل را غلامی بود کہ در سفر دکن خدمتہا کردہ و شرائط وفا بجا آوردہ ہنگامی کہ در لشکر خلد مکان وبا اُفتاد۔ و عالمی بتاراج فنا رفت۔ پیمانہ او ہم لبریز گردید۔ میر در مرثیۂ او مثنوی پرسوزی بنظم آوردہ و با ناصر علی ذکر مثنوی مسطور درمیان آمدہ مطلعش این است ؎

بیا ای خامۂ ماتم روایت پریشان ساز گیسوی حکایت

ناصر علی بسیار محظوظ شد و نسخۂ استدعا نمود۔ آنجناب نسخہ ارسال نمود۔ ناصر علی درجواب این بیت بدیہہ بر شقۂ کاغذ زر افشان نوشتہ فرستاد۔ و راقم الحروف آن را مشاہدہ کرد ؎

ندانم تا چہا از دستِ اُلُوپ تو می آید کہ بوی خونِ مظلومان ز مکتوبِ تو می آید

شخصی مصراعی از بیت میرزا بیدل در مجلسے خواند کہ ع

"روز سوار شب کند اسپ چراغ پا"

و گفت کسی نے تواند کہ پیش مصرع بہم رساند۔ علامۂ مرحوم فی البدیہ انشا کرد ؎

غرّہ مشو کہ ابلقِ ایام رام تست روز سوار شب کند اسپ چراغ پا

ازان شخص بے اختیار آفرین سرزد و گفت حق این است کہ مصرع شریف بہ از پیش مصراع میرزا واقع شدہ۔ میرزا چنین گفتہ است ؎

با طبع سرکش این ہمہ ریخ و فا مبر روز سوار شب کند اسپ چراغ پا

مہارت آنجناب در فن عروض عربی و فارسی بمرتبہ نہایت بود۔ میر نور اللہ احراری

در شرح قول شیخ سعدی که ؎

وَاِنْ سَلِمَ الْاِنْسَانُ مِنْ سُوْءِ نَفْسِهٖ　　فَمِنْ سُوْءِ ظَنِّ الْمُدَّعِیْ لَیْسَ یَسْلَمُ

نوشته که لَایَسْلَمُ فصیح تر از لَیْسَ یَسْلَمُ می نماید چه در نسخۂ لیس مصرع زیاده میشود انتہی آنجناب برین قول حاشیه تحریر نموده - دراینجا کلام شریف بجنسه نقل کرده می شود :-

"مخفی نماند که این بیت بروزن دوم از اوزان ثلثه بحر طویل است که عروض و ضرب آن مقبوض "می آید و تقطیع مصراع ثانی که مناط گفتگو ست و موزون به آن فعولن مفاعیلن فعولن مفاعلن باشد چنین "است فمن سو فعولن - ءظن نلمد مفاعیلن دعی لی فعولن س یسلمو مفاعلن - و چون تقطیع "مذکور معلوم گردید ظاہر شد که واجب و متعین است که نسخه لیس یسلم باشد نه لایسلم چنانچه "میر گمان برده - چه حرف لام و یا از حرف لیس در تقطیع بالفظ دعی مرکب شده بروزن فعولن خواہد "شد و سین کلمه لیس بالفظ یسلم منضم گشته بروزن مفاعلن خواہد گردید که ضرب مقبوض است - "و در صورتیکه نسخه لایسلم بقول میر اعتبار نمایند لفظ لا بالفظ دعی مرکب شده فعولن خواہد شد "و یسلم بروزن فاعلن خواہد ماند - و فاعلن در ضرب بحر طویل نمی آید چنانچه بر متتبع عروض پیدا "ست چه ضرب بحر طویل تام سے باشد یا مقبوض یا محذوف .. و فاعلن ازین ہر سه قسم خارج است "پس آنچه میر نوشته که از نسخه لیس مصرع زیاده می شود موافق میزان طبع میر است نه موافق میزان "عروض طرفه آنکه مصراع در صورتیکه لایسلم باشد کم می شود -

"و چه مناسب این مقام است بیتی که خلیل بن احمد واضع فن عروض در مثال وزن دوم بحر "طویل آورده ؎

"سَتُبْدِیْ لَكَ الْاَیَّامُ مَا كُنْتَ جَاهِلًا　　وَیَاْتِیْكَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدِ[1]

"و عبارت میر که لایسلم فصیح تر از لیس یسلم می نماید چه در نسخۂ لیس مصراع زیاده می شود انتہی "محل تامل است زیرا که منطوق عبارت دلالت دارد برین که زیادت مصراع منافی فصاحت است

---

[1] سبعه معلقه

"ووزن عروضی را وجوداً وعدماً در فصاحت وعدم آن دخلی هست وحال آنکه هیچ یکی از علماء معانی
"این معنی را در فصاحت کلمه وکلام وعدم آن اعتبار نکرده۔ بر فرض تنزل مقتضای عبارت میر
"آنست که بر تقدیر زیادت فصاحت مرتفع می گردد وحال آنکه لفظ فصیح تر که برای تفضیل است
"دال است برین که نسخهٔ لیس لیسلمہ هم فصیح است پس فصاحت این نسخه با زیادت وزن
"باعتقاد میر چه قسم جمع می تواند شد اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ هَفَوَاتِيْ وَاعْفُ عَنْ سَيِّئَاتِيْ
"اِنْتَهٰى كَلَامُهٗ

از عهد خلد مکان تا عصر محمد شاه پادشاه جمیع امراء عظام اعزاز واکرام میر بجا می آوردند وتشنهٔ صحبت والا بودند سیما امیر الامرا سید حسین علی خان که با ایشان الفتی خاص داشت۔ واکثر در مجالس خود برملا می گفت که میر عبد الجلیل درین عصر نظیر ندارند ولوازم احترام فوق الحد بتقدیم می رسانند لهٰذا آنجناب از تهٔ دل بمدحت او پرداخته ونام او را زندهٔ جاوید ساخته

وآنجناب با امیر خسرو علیه الرحمه تشابه تمام دارد۔ وخود در مثنوی می فرماید؎

اگرچه میر خسرو بود استاد — ندارد چرخ چون او دیگری یاد
بفکر دور دو پرواز دارد — نبی نبود ولی اعجاز دارد
در انواعِ سخن شور جهان است — بقدرت خسروِ صاحبقران است
ولی من هم ازین گلدستهٔ نو — درین عصرم بجای میر خسرو
کمال از هر نمط دلخواه دارم — امید تربیت از شاه دارم

تشابه ایشان با امیر خسرو هم از راه جامعیت علم وعمل وهم از جهت مصاحبت ارباب دول۔ چه امیر خسرو از آغاز تا انجام با سلاطین دهلی بسر برده وهفت پادشاه را خدمت کرد۔ طرفه آنکه علامهٔ مرحوم هم بلوازم خدمت هفت پادشاه دهلی از سلاطین تیموریه پرداخت یعنی خلد مکان عالمگیر وشاه عالم ومحمد معز الدین (جهاندار شاه)

و محمد فرخ سیر[۴] و رفیع الدرجات[۵] و شاهجهان ثانی[۶] و محمد شاه[۷] رحمهم الله تعالی

اما رفیع الدرجات و شاهجهان (ثانی) ایام معدودی بر سریر فرمان روائی نشستند و از غارت گر اجل فرصت نیافتند۔ قصیدهٔ میمیهٔ میر که عنقریب می آید بنام شاهجهان ثانی است

اشعار میر اگرچه در مدائح واقع شده اما مدة العمر صلهٔ شعر از احدی نگرفت الا یکبار وقتیکه این رباعی از نظر سلطان اورنگ زیب خلد مکان گزرانید ؎

کسری که بعدل بود عالم پرور　　بی جرم آویخت پای زنجیر ز در

ذاتت ز کمال عدل تجویز نکرد　　آویختن سلسلهٔ درهم در کشور

سلطان چهار خریطه از طلای مسکوک دکن که آن را هون نامند بدست شهزاده کام بخش داد۔ شاهزاده بدست مخلص خان میر بخشی داد۔ مخلص خان به میر رسانید۔ و این یکبار صله گرفتن میر در تمام عمر غالباً برای اشکال تشابه با امیر باشد چه امیر خسرو صلات از سلاطین و امرا قبول می فرمود چنانچه از تتبع تصانیف امیر واضح مے شود

سلطان قطب الدین بن سلطان علاء الدین خلجی جائزه کتاب "نه سپهر" زر برابر وزن جثهٔ فیل تسلیم نمود۔ امیر دران کتاب تصریح مے نماید و از زبان سلطان قطب الدین می فرماید ؎

بتاریخ هیچون من اسکندری　　کند هر که آرایش دفتری

ز گنج گرانمایهٔ بے شمار　　دهم بار پیلش نه آن پیلبار

مرا خود درین ره پدر شد دلیل　　که می داد زر هم ترازوی فیل

شناسد کسی کش خرد رهنمون　　که از پیلبار است وزنش فزون

چو میراث شد پیل زر دادنم　　نه زیباست زین سهل تر دادنم

شها گنج بخشا کرم گسترا　　معانی شناسا سخن داورا

مرا عمر کز شصت بالا گذشت — همه پیش شاهان والا گذشت
بسی بندگی کردم از عون بخت — کمر بسته در خدمت چار تخت
ز شاهان کسی کا ولم کرد یاد — معز الدنا بود شه کیقباد
ازان پس ز فیروزهٔ چرخ بلند — شدم پیش فیروز شاه ارجمند
ازان پس که در شه ستائی شدم — تونگر ز گنج علائی شدم
شد اکنون که اقبال همدم مرا — نوازنده شد قطب عالم مرا
چنین بخششی کز توجهم یافتم — در ایام پیشینه کم یافتم
کنون لابد از سحر سنج زمن — باندازهٔ بخشش آید سخن
جرائد کزین پیش پرداختم — چو این نامهٔ خاص کم ساختم

مخفی نماند که مراد از معز الدنا معز الدنیا است برای ضرورت شعر و نا در آورد و آن جمع دنیا ست و مراد از فیروز شاه سلطان جلال الدین خلجی باشد چه نام اصلی او فیروز است

اکنون سلسلهٔ مطلب اصلی می جنبانم - در عنفوان شباب "امواج الخیال" نام مثنوی در تعریف دار السلام بلگرام فرموده - و درین مثنوی اکثر قواعد موسیقی هندی ضبط نموده باثبات برخی ازان مثنوی روی اوراق رامز لف مے سازم ؎

آب و گل من که فیض عام است — از خطهٔ پاک بلگرام است
سبحان الله چه بلگرامی — کوثر می و آفتاب جامی
خاکش گل نوبهار عشق است — آبش می بی خمار عشق است
از عشق سرشته ایزد پاک — از روز ازل خمیر این خاک
هر لاله کزین دیار روید — تخم دل داغدار روید
هر گل که دمیده است زین خاک — خونین جگریست پیرهن چاک

نرگس نبود بصحن گلزار   منصور برآمداست بردار
گل با سنبل بہم دران خاک   آویختہ بسملی بفتراک
خورشید ازان بہار نیرنگ   پژمردہ گلیست باختہ رنگ
سنبل بچمن بود بصد ناز   زنگی بچۂ کند انداز
از فیض ہوای آن گلستان   سرسبز شود نفس چو ریحان
ز آتشکدہ سبزہ می زند جوش   ہمچون خطِ یار از بنا گوش
تا شد چمنش بدیدہ محسوس   شد پردۂ چشم بال طاؤس
تابستانش کہ عیش باراست   چون گرمیِ عشق سازگاراست
گرمیِ آنجاست مایۂ زیست   گوئی کہ حرارت غریزیست
سرما چو دران مقام آید   عنقای ہوا بدام آید
ہر دو کہ از جگر کند گل   افسردہ شود چو شاخ سنبل
چون موسم برشکال آید   حُسنش بحدِ کمال آید
جولانِ سحاب شوخ طناز   چون خیل پری بود بپرواز
درویش ہوا بسی نفس سوخت   تا خرقہ رقعہ رقعۂ دوخت
وز نشۂ ذکر جہر شد مست   تسبیح ہزار دانہ در دست
شاہنشہ یکہ تاز برسات   ساغر کشِ نشۂ مباہات
نقّارہ نواز حشمت خویش   مشکین علم سحاب در پیش
از برق نمودہ تیغ خون ریز   وز ابر سیہ سپر دلاویز
ترکش ز تقاطر بہارین   وز قوس قزح کمانِ رنگین
تا روی زمین بدست آرد   بر فوج خزان شکست آرد
باریدنِ ریزہ ریزہ باران   کردہ ورق نشاط افشان

تقصی است ازین بهار مرغوب　　ظلِّ ممدوْد ماء مسکوب
هر سو صنمی کرشمه پرداز　　از نوکِ نگه جگر رفو ساز
تا پای کشان کمند کاکل　　سرمست نگاه پر تغافل
تا در تتقِ حیا نشسته　　حق از مژه بر نگاه بسته
صفهای مژه بنز کتازی　　مشغول نبرد نیزه بازی
قدی و نهال جلوه نوخیز　　جسنے و بهار غمزه گل ریز
از چینِ جبینِ ناز نخچیر　　در پای نگاه بسته زنجیر
از وا شدنِ گل تبسّم　　در خونِ شفق طپیده انجم
از سینه شان که خوش بهار است　　پیشانیِ صبح داغدار است

دیگر مثنوی گفته در جشن طوی محمد فرخ سیر پادشاه با دُختر راجه اجیت سنگه راتهور که در سنه سبع وعشرین ومأته والف (۱۱۲۷) واقع شد- جولان فکر عالی ازین مثنوی هویدا است خصوص در مقامی که اسماء پرده های هندی در ضمن الفاظ فارسی آورده- و بے تصنع سحر حلال بکار برده- این چند بیت ازان مقام است ؎

چو صید دل نماید حُسن آهنگ　　پرد از چهرهٔ هر پار سارنگ
دران محفل کجا بر گوش می زد　　نوای کان نه راه هوش می زد
اگر شاپور با خسرو بخاک اند　　پی این نغمه از حسرت هلاک اند
مغنی بر نواز آنسان و تر زد　　که از بر بط بهار عیش سر زد
شگفتنهای دل در دست تار است　　که آن را نغمهٔ گل دیپس کار است
نوای نغمه گرم دلبری بود　　بنظم گوهری پیکو جری بود
شگفتن آنچنان سر می زد از تار　　که کرد سے سینها را صحن گلزار
اگرچه زهره دارد خوش نوائی　　بداند حال او این سوگرائی

مثل این نغمه را دانش نمی زد — بر و صد چوب لا والله نی زد
ز بس مدهوش شد زین نغمه شیدا — ندارد از آگه یارای رفتار
نوا گوید قوام ساحری ام — پی تقویم چون من پت جری ام
نوای نغمه بود از نقصها پاک — نباشد در نگار جور دبیس آک
چنان در نغمه باشد دل پذیری — کز افسون ترنم دیو گیری
لب هر ساز این معنی ادا کرد — که جشن شاه کام ما روا کرد
به الفت همگر را داده یاری — نوا و ساز از صحبت براری
چنان از نغمه دل بربیغمی زد — که بی اهمال کوس خرمی زد
کسی کو زین ترنم قوت جان کرد — ز شادی پک نیاز مطربان کرد
باستیفاء لذات ترانه — ترا کافی ست این جشن شهانه
جهان شد زنده ز آهنگ تبیره — کزو برخاست موج جان وتیره
چو منقار ازی آن جشن تر کرد — ره احسن گرا بر نغمه سر کرد
اگر وهلی نماید فخر شاید — نوای زین به اگره کی سراید
بود در گلشن گل ریز هر لب — سرود خارکن بابت در آن شب

حواشی ابیات

وتر بفتحتین تار ساز دبیس بکسر دال مهمله و یای مجهول بمعنی مانند پیگو (پیغو) نام ملکی است که جواهر آبدار را بدو نسبت دهند۔ اسدی گوید ع

"ز یاقوت سیصد گهر پیگوی[1]"

اله بفتحتین سرگشته شدن پت آله که بر کاغذ و جامه دهند و تقویم ازو حاصل آید آک بالمد عیب پک بفتح باء فارسی اسبابخانه تبیره دهل و نقاره گرا بالفتح مرغ جاری

[1] فرہنگ رشیدی جلد اول صفحہ ۱۸۹ مطبوعہ کلکتہ۔

هرچند حباری مُرغ نواسنج نیست اما مقصود مبالغه است یعنی شادی نوعی عام شد که حباری هم از می این جشن منقار تر کرده در نواسنجی درآمد خارکن نام شخصی که نوای خارکن باو منسوب است با بیت شب کننده مشتق از بیتونت ـ

واسماء پردهای فارسی دوازده مقام وبیست وچهار شعبه وشش آوازه وسی لحن بار بد نیز بیان کرده نوعی که بے ملاحظهٔ معنی اسمے معانی ابیات تمام است ـ چند بیت بر سبیل استشهاد آورده می شود ؎

ولت گر بر مقامِ عیش شیداست　　　زنار بساز راه راست پیداست
کند هر پرده از عشرت فزائی　　　چو معشوقِ مرقع دلربائی
باین لذّت چو زاهد آشنا شد　　　نمازِ پنج گاه از وی قضا شد
مغنی نغمهٔ چون باده انگیخت　　　بجامِ باده کحلِ اصفهان ریخت
بهارِ نغمه چون در دل دهی شد　　　نی از فیضِ نوا سروِ سهی شد
ز مطرب هر نوا دُرِّ ثمین است　　　بمعنی گنج باد آورد این است

وفائده آوردن اسماء نغمات هندی وفارسی به کیفیت مشهود درخاتمهٔ داستان نغمه بیان می نماید و می فرماید ؎

جگر چون دانهٔ یاقوت سفتم　　　که نام پردها در پرده گفتم
که تا هر سامعی کز نارسائی　　　بموسیقی ندارد آشنائی
نگردد گر ز حُسنِ صنعت آگاه　　　ز حسنِ نظم گیرد حظّ دلخواه
مغل با راگ هندی آشنا نیست　　　بجز فرس هندی را شنا نیست
اگر آن این وگر این آن نداند　　　بنظمِ من ز معنی در نماند
درین دریا شناسی ما به بیند　　　تلاشِ دست و پای ما به بیند

(ایضاً از آن مثنوی)

در وصف طائفهٔ رقاصان

گروهی از صباحت غازه بررو　　گروهی از ملاحت سبزهٔ جو
یکی از تابِ حُسنِ صندلی رنگ　　صدای شوق افزودی به نیرنگ
یکی از فیض رنگِ زعفرانی　　بهارِ دیده کروے ارغوانی
یکی بُردے زرنگِ سرمئی ہوش　　بعشقِ نالہ زن گفتے کہ خاموش
گره زن گشته بر شوخِ پری زاد　　زکاکل بر دل و از نغمه بر باد
رخی برهم زنِ هنگامهٔ گُل　　نگاهی قبلهٔ کیفیتِ مُل
ز موجِ جنبشِ ابروی ایشان　　فتاده کشتیِ دلها به طوفان
به ابرو کرده جا دلهای عشاق　　تو گوئی شیشها چیدند در طاق
ادای گردشِ چشمِ فسون ساز　　بچرخ آورده دلهای نظر باز
بسوی گردشِ چشم آرد آهنگ　　تماشائی ببالِ گردشِ رنگ
نگه دزدِ دلِ هر مستمند است　　زخطِّ سرمه در دستش کمند است
بگردِ چشمِ مستِ سحر پروانه　　نه پرگرد دیده مژگانِ فسون سا
که تا بسمل کند دلهای خسته　　کرشمه آستین را بر شکسته
بود کاکل باین معنی مُباهی　　که رنگے نیست بالاے سیاهی
میانِ زلف لعل گوشواره　　بهارِ عشق پیچان کن نظاره
کنارے مون نہین ملتا سو کونہ دین　　گھٹا ہے دامنی ہے اور بُوندین
ز مروارید بینی گاه دیدن　　چو قطره دل همیباید چکیدن
دران بینی نه مروارید و یاقوت　　نگاهے عالمے را کرده مبهوت
سرِ شک قطره خونِ دلِ ماست　　که سرگردانِ حُسنِ حیرت افزاست
دهن سرچشمهٔ گوهر فشانی　　تبسم موجِ آبِ زندگانی

تبسم را ز برق آخر چه فرق است   که هر دندان یعنی تخم برق است
مسی زیر لب اطراف دندان   تو گوئی ظلمت است و آب حیوان
تبسم در مسی دارد بهاری   چو شمشیری که رخشد در غباری
ترنم از لب‌شان می‌کند گل   ز برگ گل شنو آهنگ بلبل
لب از رنگ لطافت چهره افروز   شفق کرد است گل از صبح نوروز
بگرداب زنخ مائل جهانی   چو بر چاهی هجوم کاروانی
چنان سیب زنخ حسرت نورد است   که از فرط خجالت سرخ و زرد است
بود گوش از صفا بالای گردن   بلورین قبه بر مینای گردن
دو ترک چشم ساغر بر کف دست   چنان گشتند از صهبا سیه مست
که هر دو گوش نزد صاحب دید   دو ساغر از دو دست هر دو غلطید
گلوبندی ندی چون بر نظر زد   خطوط آفتاب از صبح سر زد
دو چشم و سینه را با هم بهاری است   چو بیماری که در پیشش اناری است
نمودی موج رنگ پان ز سینه   برنگ موج می از آبگینه
خم چوری بغایت دل پسند است   بصید هوشها چین کمند است
سیه چوری بود چون تار سنبل   که پیچیدند بر گلدستهٔ گل
ز انگشتان مپرس و خون بسمل   که ناخن می‌زند این حرف بر دل
در انگشتان نگین را فتنه کار است   همانا اختر دنباله دار است
نگین در دست گرم دلبری بود   بهم کف الخضیب و مشتری بود
سرین کوهی نهان در جوش گلشن   دلیل آن کمر و آنگاه دامن
نظرها در سرین مشغوف دیدار   چو مفلس در طلایی دست افشار
نگارین پای زیب ساق دلجو   سهی سروی دمیده بر لب جو

قدم در رقص زان روبقرار است	که بر دلهای گرم او در اگذار است
برنگِ شمع زانها قد کشیدن	برنگِ قطره از دلها چکیدن
کمر در پیچ و تاب رقص بیتاب	چو موئے کو فتند در جوش گرداب
بهنگام اشارت چشم و ابرو	کفِ دست و سر انگشتان و بازو
بنطق آیند در تصویر ایما	قیامت می نماید نطقِ اعضا
زمین از رقص شان گلزار چین شد	هوا تا چرخ طاؤس آفرین شد

در صفت چراغان

شبی روشن تر از صبح سعادت	مصفا چون دلِ اهل عبادت
هزاران شمع هر سو جلوه گر شد	تجلی پرورِ نورِ نظر شد
زده هر شمع بر سر طرهٔ زر	زهر وارید غلطان جامه در بر
درین شب شمعها را خوش ظهور است	سراسر بزم سر دستانِ نور است
صفِ فانوسها چون گنبدِ نور	بانواعِ تجلی گشته معمور
زهر فانوس بیند چشم انصاف	دل نورانی از پیراهن صاف
به فانوسِ خیالی دیده مانوس	نظر در سیرِ رنگِ بال طاؤس
شعاعِ مشعلِ تابان دل افروز	برنگِ پرتوِ حسنِ گلو سوز
چراغان صف زده چون شانهٔ زر	که در هم داشت شب زلفِ معنبر
چراغان جمله تن گشته دهانها	فتیله پای تا سر شد زبانها
دعا کردند بهرِ شاه چون من	که شمع سلطنت زو باد روشن

در صفت آتشبازی

هوائی عزم سیر آسمان کرد	بهر جانب جریبِ زر روان کرد
پی تعلیم حرفِ روشنائی	فلک شد صفحهٔ حرفِ هوائی

زجوش نور مهتاب و ستاره   هوا شد چرخ دیگر در نظاره
شجرها از طلای صاف کردند   پرندِ شب مشجر باف کردند
زچرخی شد عیان برعام و برخاص   که خورشید اندرین شب گشته رقاص
چنان در دود طالع شد ستاره   که در گیسوی شعاعِ گوشواره
بنفشه تختهای شعله افروز   سرِ شب را گرفته در بغل روز
نمودی روشنی از جام مهتاب   چو در بوته گداز نقرهٔ ناب

در صفت سقایان

زسقایانِ گوهر پاش درگاه   گروهی پیشِ پیشِ موکبِ شاه
عرق ریزان ز جبینِ خوش تلاشی   برنگ ابر گرم آب پاشی
قدم زن پای هر یک برنگ ابر   دوالِ مشک هر یک چون رگِ ابر
بگردراه مشکِ شان جدل داشت   که هر یک موج دریا در بغل داشت
چو گرد از آب پاشی شست و شو یافت   زمین هم زینِ عروسی آبرو یافت
بگیتی محو شد بر وجه دلخواه   غبار از خاطر و گرد از سرِ راه

مخفی نماند که این مثنوی بموانع وقت از نظر پادشاه نگذشت و چون پادشاه عنقریب سریر آرای ملک جاودانی شد۔ آنجناب دل به تبییض مسودهٔ مثنوی نداده متوجه عالم قدس گردید۔ بعد رحلتِ ایشان محرر اوراق مسوده را از سواد به بیاض برد و ابیات مشکل را حسب الطاقة حل کرده حواشی بقلم آورد۔ و درین محل چند بیت مشکل با حواشی در معرض تحریر می رسد که خالی از فوائد نیست۔

در مدح پادشاه ؎

وَاِنْ فَاقَ الْوَرٰى فِي الْجِنْسِ وَالْفَضْلِ   فَاِنَّ اللّٰهَ بَعْضُ الْقَطْرِ فِي الْاَصْلِ

ان شرطیه است و جزاء آن محذوف ای فلا باس معنی چنین است که اگر فائق شد

پادشاه خلق را در جنس و فصل ماهیت انسانی باک نیست پس بدرستیکه مرواید بعضی از قطرہاست در اصل حال آنکہ فائق است از دیگر قطرہا۔

این بیت در تتبع ابی الطیب متنبی است کہ در مدح سیف الدولہ ممدوح خود گفتہ[۱] ؎

وَاِنْ تَفُقِ الْاَنَامَ وَاَنْتَ فِیْہِمْ ۔۔۔ فَاِنَّ الْمِسْکَ بَعْضُ دَمِ الْغَزَالِ

خطاب بہ ممدوح است یعنی اگر فائق شدے خلق را حال آنکہ تو از بیشانی پس باک نیست زیراکہ مشک بعضی از خون غزال است حال آنکہ فائق است۔

بر وقت شناسان ہویداست کہ تشبیہ لاحق از سابق پاکیزہ واقع شد۔

ایضاً در مدح بادشاہ ؎

مثل از دانشِ او گر کند گوش ۔۔۔ فلاطون از مُثُل سازد فراموش

مُثُل بضمتین جمع مثال۔ و مثل افلاطونی بچند معنی است۔ گاہی[۱] مراد می شود عالم مثال کہ متوسط است درمیان عالم غیب و عالم شہادت و گاہی[۲] مراد می شود صور علمیہ الٰہیہ کہ قائم بذوات خود اند نہ بذات خداوند تعالےٰ شانہ و گاہی[۳] مراد مے شود جواہر مجردہ کہ آن را ارباب انواع نامند یعنی از ہر نوع فردی است مجرد از مادہ ازلی و ابدی کہ افاضہ کمالات جمیع افراد آن نوع وابستۂ اوست۔ و آن را بلسان شرع ملک البحار و ملک الجبال وجز آن خوانند

این معانی از حاشیۂ میرزاہد بر امور عامہ شرح مواقف و کتب دیگر بقلم آمد۔

ایضاً در مدح پادشاہ ؎

سپاہش چون عروضی وقتِ تصریع ۔۔۔ کند روشن بر اعدا حرف تقطیع

عروض بالفتح نام علم مشہور است عروضی منسوب بآن و تصریع در لغت افگندن

[۱] دیوان متنبی صفحہ ۲۰۷ مطبوعہ کلکتہ ۱۲۵۷ھ

و در اصطلاح شعرا قافیه آوردن در مصرع اول از بیت یعنی مطلع ساختن و حرف تقطیع در اصطلاح عروضیان ده اند مجموع درین عبارت "لَمَعَتْ سُیُوْفُنَا" معنی آن درخشیدند شمشیرهای ما۔

در صفت فیلان

خط قرمز به پیشانی فیلان   اگر می دید خنساء سخندان
نمی کردی بشعر خویشتن فخر   بآن نارو علم دربارهٔ صخر

تلمیح است بسوی بیت مشهور از قصیدهٔ خنسا بفتح خاء معجمه و نون و سین مهمله یکی از مشاهیر نساء سخن طراز عرب که در مرثیهٔ برادر خود صخر نامی گفته که ؎

وَاِنَّ صَخْرًا لَتَأْتَمُّ الْهُدَاةُ بِهٖ   كَاَنَّهٗ عَلَمٌ فِیْ رَاْسِهٖ نَارُ

یعنی بدرستی که صخر هر آینه اقتدا می کنند راه نمایان باو۔ گویا صخر کوهی است که بر سر آتش داشته باشد۔ چه کوه که در راهنمونی هویدا است خصوص در حالی که بالای آن آتش افروخته باشند۔

و درینجا مراد آن ست که اگر خنسا خط سرخ پیشانی فیل می دید به تشبیه کوه و آتش فخر نمی کرد۔

در صفت اسپان

چو گام شان به تندی آشنا شد   بهر گامی بنا برج العصا شد

عصا نام اسپ جذیمة الابرش پادشاه یمن۔ گویند هرگاه جذیمه در بلاد روم رفت و به وغا کشته شد قصیر که وزیر جذیمه بود بر آن اسپ سوار شد۔ اسپ بلا درنگ بر سر صد میل خود را رساند و در انجا بول کرد۔ و در ان موضع برجی بنا کردند و برج العصا نام گزاشتند[۱] کذا فی المحاضرات للراغب الصفاهانی۔

---

[۱] کامل مبرد صفحه ۷۵۶ مطبوعه یورپ ـ ۲ (ملاحظه هو صفحه ۲۷۶)

ایضاً در صفت اسپان

وثوب شان تعجب آفرین است　　مثالِ طفرۂ نَظّام این است

طفره در لغت بمعنی برجستن و نظام بنون و تشدید ظاء معجمہ عالم معتزلی مشهور قائل مسئلۂ طفره - و مراد نَظّام از طفره این است که متحرک مسافت را طی کند بر وجهی که از مکانی بمکانی بجهد و مسافت میانہ را اصلا محاذی نگردد -

معنی بیت آنکہ اسپان از بس سرعت برین روش مسافت طے می کنند و مثال طفرۂ نظام کہ محال است بوجود مے آرند -

در سنہ احدی وثلثین و مائۃ والف (۱۱۳۱) نیکوسیر بن محمد اکبر بن خلد مکان کہ در قلعہ آگره محبوس بود واقعہ طلبان او را ابر آورده بر تخت نشاندند - امیر الامرا سید حسین علی خان بالشکر جرار از دہلی بہ آگره رسید و قلعہ را بعد محاصره مفتوح ساخت - میر عبد الجلیل قصیدۂ غرائی در تہنیت انشا کرد - نواب پنج ہزار روپیہ و اسپ و خلعت صلہ می داد - علامۂ مرحوم بر وفق ضابطۂ خود سر بقبول فرو دنیاورد قصیده این است ؎

مژده ای دوستان کہ در عالم　　نفد شد نسیۂ بہار ارم
نونہالِ طرب ببار آمد　　گل فشان گشت خاطرِ خرم
دل خوشی نشۂ رسا بخشید　　بہ گل و سبزه و بہار قسم
باغ از بس شگفتگی پر کرد　　ساغرِ گل ز بادۂ شبنم
ابر دامن کشان خرامان است　　برق رقصان و رعد گرم نغم
نوبہار از برای رسم نثار　　ہر طرف از شگوفہ ریخت درم
کہ امیرِ سر آمدِ امرا　　کرد تسخیر قلعۂ اعظم

(بقیہ حاشیہ) ابن اثیر جلد اول صفحہ ۲۴۸ مطبوعہ یورپ و محاضرات راغب جلد دوم صفحہ ۳۷۵ مطبوعہ مصر ۱۲۸۷ھ

این ظفر از مواهب عظمی است　　بر زبان واجب است ذکر نعم
پسر اکبر آنکه در افواه　　یافت نیکو سیر بعکس علم
بود در حصن آگره محبوس　　همچو مفهوم ممتنع بعدم
داشت عیشی و کنج عافیتی　　خاطر آسوده تر ز صید حرم
ناگهان نفس شوم راهش زد　　خفیه آمیخت در طعامش سم
دید اسباب بغی آماده　　اشتها صاف و لقمه پر ز دسم
زر بسیار و زمرهٔ اوباش　　اکبر آباد قلعهٔ محکم
ابروی فتنه زه نمود کمان　　زلف آشوب گشت خم در خم
از پدر داشت ارث بغی ازان　　فتنه انگیخت در کمال عظم
کرد پرویزنی ز چتر به سر　　بیخت بر فرق خود غبار الم
چون برید این خبر به دهلی برد　　شعله زد خشم داور عالم
خسرو دین پناه شاه جهان　　آب و رنگ بهار فضل و کرم
آن ابو المجد و العلا ذو الجود　　مسند آرای چار بالش جم
بنده اش کیقباد و کیکاؤس　　نوکرش گیو و بیژن و رستم
بخشی الملک را اجازت داد　　تا کشد لشکر ظفر پرچم
آن امیر جماعهٔ امرا　　چون حسین علی هژبر شیم
قرة العین حیدر کرار　　نخبهٔ نسخهٔ بنی آدم
خلف الصدق موتم الاشبال　　پیش او شیر شرزه کم ز غنم
جود او شهرهٔ دیار عرب　　تیغ او ضابط بلاد عجم
نازد از نسبتش سمو نسب　　بالد از همتش علو همم
می کند با جماعهٔ دلریش　　لطف او آنچه می کند مرهم

غوطه در جود او زند دریا لطمه از دستِ او خورد ضیغم
هست مقیاسِ جود او بسحاب مثل مقیاس فربهی بورم
درفنِ صرف همتش نبود ذکری از لا و از لن و از لم
درصفِ جنگ با سرِ اعدا چون الف گشته تیغ او الزم
دشنه و نیزه اش بجان عدو می کند کار عقرب و ارقم
تیغ او شد بفرق اعدا غرق همچو حرفی که می شود مدغم
در دلِ خصم او در آید رمح چون در آید به اهل خود محرم
با کمندش سرِ معاندِ او مثل دلوی است با رسن منضم
ظفر از فوج او شود پیدا فتح با تیغ او بود توام
کرد نهضت بدولت از دهلی فضل حق همعنان ظفر همدم
لشکری در رکاب بیش از حصر دیو از نعرهٔ یلان در رم
همه زور آوران فیل شکوه که به شیرِ ژیان زدندی بم
گرد اسپانِ فوج نصرت موج دامن افشان برین بلندِ خیم
آمد و قلعه را محاصره کرد همچو انگشت و حلقهٔ خاتم
شرح اسباب قلعه گیری ریخت سرمهٔ عجز در گلوی قلم
چون نهنگان بدور گردابی توپها گرد قلعه جمع بهم
خصم را سوخت توپ شیر دهان کس ندیداست شیر آتش دم
اژدهای است توپ غازیخان کز سرِ هندوان نموده لقم
چه نویسد ز توپ قلعه کشا اسم او بر تلاش اوست علم
تا براید به قلعهٔ نصرت سینه گردید فوج را اسلم
هر طرف شد مرتب از ساباط دخمهٔ بهر دشمنانِ دژم

زان طرف هم مخالفِ سرکش | کوششے داشت در ثبات قدم
دست و پا زد درونِ قلعه بسی | چون جنینی که داجهد بشکم
کرد اسقاط این جنین آخر | صدمۂ توپہائے مستحکم
کار بر اہل حصن شد دشوار | مرگ مقطوع زندگی مبہم
قلعہ شُد بر جماعۂ اعدا | از مصیبت چو حلقۂ ماتم
شد برون آمدن چنان دشوار | که سخن از زبانِ اہل بکم
از برون ہم رہ رسد شد بند | چون نفوذِ صدا بگوشِ اصم
از سر عجز خواستند امان | بالب خشک و دیدۂ پُرنم
از ترحم بجان امان بخشید | وقت قدرت خوش است ترک نقم
فتح قلعہ بزور تیغ نمود | این چنین می کنند اہل ہمم
شد سیہ طالعی ز قلعہ برون | ہمچو از لفظ دائرہ ادہم
این معمی کشود فطرتِ او | ورنہ این عقدہ بود جذر اصم
شاد گشتند دوستان یکسر | عام شد عیش در صنوفِ امم
شرح حالِ منافقان گویم | که بآن چو خذیفہ ام اعلم
سرخی انفعال روی سیاہ | خوش خضابی است از حنا وکتم
نَحْمَدُ اللهَ وَاهِبَ الْآلَاءِ | حَمْدَ مُسْتَظْهِرٍ بِمَا اَنْعَمْ
کن کتھن کی سکت کہان پاوے | رسنان لیہ جو انیک جنم
رمضان ایچڑی بولدی بخشی فتح | کلدی بوی آی نینک ابکی پرم
از پیِ ہم دو عید گشت پدید | معنیِ فطر جلوہ کرد اعم
ہر طرف مجلسِ طرب چیدند | آن یک از شعر و دیگری ز حِکَم
وان دگر از ترانۂ رنگین | چنگ و طنبور کردہ باہم ضم

نغمہ گویانِ فارسی ز نشاط   کوک کردند زیر را با بم
نغمہ سنجانِ ہند سر کردند   سبہت سر در مراتبِ سرگم
نغمہ تا چاک دل رفو سازد   زہرہ از چنگ دارد ابریشم
زین ترنم جہان طراوت یافت   زانکہ در جوہرش بود ترنم
شعرا ہم قصیدہا گفتند   انوری گشت پیشِ شان ابکم
ہر یکی سفت دُرِّ تاریخی   کہ از و آب شد گہر در یم
من ہم از باغ معنیِ رنگین   گلِ چندی زدم بفرقِ قلم
ورقِ ما بیاضِ سینۂ حور   سطرہا سلک گوہر نیلم
شعر گر فضل من بپوشیدی   می شدم در فنِ سخن اقدم
گر بپرسی ز جامعیتِ من   میر خسرو دہد جواب نعم
کرد عبد الجلیل در تاریخ   "قلعۂ آگرہ گرفت" رقم
بر دعا بہتر است ختمِ سخن   کہ بہ آمین کند ملک معلم
چار چیزش نشاط افزا باد   تا بود سبزہ در چمن خرم
دست زر پاش و تیغ اعدا کش   عمر ممدود و دولتِ ادوم

حواشی قصیدہ

موتم الاشبال لقب عیسی بن زید شہید است کہ جد اعلای ممدوح باشد۔ و ہم جد اعلای مادح۔ موتم بضم میم وکسر تاء فوقانی یتیم کنندہ و اشبال جمع شبل بکسر شین معجمہ بمعنی بچۂ شیر یعنی یتیم کنندہ شیر بچہ ہا۔ چون اکثر شکار شیر کردی باین لقب ملقب گشت۔ ساباط سقف میان دو دیوار کہ زیر آن راہ بود۔

شد سیہ طالعی ز قلعہ برون   ہمچو از لفظ دائرہ ادہم

تلمیح است بمعمای مشهور به اسم ادہم ؎

کشیدہ تنگ چنان نقش آن دہن پرکار   کہ دور دائرہ در مرکزش گرفت قرار

دور دائرہ دال وہاست و مرکزش یا مرادف ام۔ چون دال وہا در ام قرار گیرد ادہم حاصل شود۔ و ادہم در لغت سیاہ را گویند۔ خروج سیہ طالع از قلعہ مثل خروج ادہم از دائرہ بواسطہ تنگ شدن قلعہ و دائرۂ تشبیہ لطیفی واقع شدہ

؎ این معما کشود فطرت او   ورنہ این عقدہ بود جذر اصم

جذر در لغت اصل را گویند و در اصطلاح اہل حساب عددی کہ آن را در نفس خودش ضرب کنند او را جذر نامند و حاصل ضرب آن را مجذور و اصم در لغت کر و سنگ سخت مصمت و در اصطلاح اہل حساب عددی کہ آن را جذر نباشد اصم خوانند مثل احدی عشر و مقابل آن را منطق گویند چون تسعہ۔ و جذر عدد منطق بسہولت حاصل می شود چنانچہ جذر تسعہ ثلاث است و جذر عدد اصم در نہایت دشواری است حاصل نمی شود مگر تقریباً و لہذا حکما در مناجات خود گفتہ اند:۔

در سُبْحَانَ مَنْ لَا يَعْرِفُ جَذْرَ الْاَصَمِّ اِلَّا هُوَ۔ و در علم معقول جذر الاصم مغالطہ ایست مشہور۔ و اضع مغالطہ ابن کمونہ بغدادی علامۂ تفتازانی در شرح مقاصد گوید:۔

"وَهٰذِهٖ مُغَالَطَةٌ تَحَيَّرَتْ فِيْهَا عُقُوْلُ الْعُقَلَاءِ وَفُحُوْلُ الْاَذْكِيَاءِ وَلِهٰذَا سَمَّيْتُهَا بِمُغَالَطَةِ جَذْرِ الْاَصَمِّ"

و نیز علامہ در شرح مقاصد بعد تحریر جواب می گوید:۔

لٰكِنَّ الصَّوَابَ عِنْدِیْ فِیْ هٰذِهِ الْقَضِيَّةِ تَرْكُ الْجَوَابِ وَالْاِعْتِرَافُ بِالْعَجْزِ عَنِ الْاِشْكَالِ"

و میر باقر استر آبادی در افق المبین گوید مختصر عبارت آنجا این کہ:۔

"كَمْ زَلَّتْ فِيهِ اَقْدَامُ اَقْوَامٍ وَ اَقْرَبُهُمْ اِلَى الصَّوَابِ وَ اِصَابَةِ الْحَقِّ مَنِ اعْتَرَفَ مِنْهُمْ بِالْعَجْزِ"

مراد میر باقرار معترف علامۂ تفتازانی باشد۔

معنی بیت آنکہ این عقدہ در اشکال وعدم انحلال مثل جذر الاصم علم حساب بود یا جذر الاصم علم معقول و لفظ اصم بمعنی سنگ سخت مصمت نظر بقلعۂ سنگین مناسب افتاد

؎ شرح حالِ منافقان گویم　　　کہ بآن چون حذیفہ ام اعلم

حذیفہ نام صحابی مشہور صاحب سرّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم حضرت او را پنہان از حال منافقان خبر دادہ بود۔ و درین بیت اشارت است بکمال تقرب و محرمیت خود با ممدوح۔

کتم بفتح کاف و تاء فوقانی گیاہی کہ بآن خضاب کنند۔

؎ از پی ہم دو عید گشت پدید　　　معنی فطر جلوہ کردہ اعم

چون قلعہ در ماہ مبارک رمضان مفتوح شد دو عید بہم ہویدا گشت اول عید فتح کہ عید مجازی است و دوم عید رمضان کہ عید حقیقی است و ہمچنین لفظ فطر بمعنی حقیقی جلوہ کرد کہ کشودن روزہ باشد و ہم بمعنی مجازی کہ فتح است و آن لازم کشودن روزہ باشد۔ پس مراد از معنی اعم این است کہ مطلق معنی فطر باعتبار ہر دو فرد خود کہ حقیقی و مجازی باشد صادق آمد۔ و می تواند کہ مراد از اعم عموم مجاز باشد و برین تقدیر معنی چنین شود کہ فطر بمعنی مجازی کہ مطلق کشودن باشد صادق آمد عموماً بہ حیثیتی کہ متناول باشد معنی حقیقی و غیر حقیقی را کہ کشودن روزہ و کشودن قلعہ باشد۔

و عموم مجاز در اصطلاح علماء اصول عبارت ازین است کہ معنی مجازی بقسمی باشد کہ معنی حقیقی فرد او گردد و اللہ اعلم۔

ع سبقت سر در مراتب سر کم۔

اہل موسیقی ہند مراتب آواز ہفت قرار دادہ اند و آن را "سبت سر" گویند یعنی ہفت آواز۔ و ہر مرتبہ را اسمی گذاشتہ اند۔ و از سر ہر اسم حرفی گرفتہ سرگم بدان ترکیب کردہ اند۔ دریں بیت لفظ سرگم اشارہ بہ ہمان مراتب سبعہ است۔

مُعلم بالضم نشان کردہ شدہ۔

الحال نقشے چند از تصانیف والا در آہنگ حجازی بہ تحریر می آید و زبان قلم واسطی نژاد پردۂ گوش نوانیوشان را بمر غولہ سازی نوروز عرب می کشاید۔

چون خلد مکان در سنہ احدی عشر و مأتہ و الف (۱۱۱۱) بمحاصرۂ قلعہ ستارہ کہ از مشاہیر قلاع دکن است پرداخت و در اندک فرصت مفتوح ساخت۔ آنجناب در یک شب یازدہ تاریخ در السنۂ اربعہ ترتیب دادہ از نظر بادشاہ گذرانید۔ از انجملہ قطعہ تاریخی بزبان عربی کہ از شکل اصابع اختراع فرمودہ و ید بیضائی از جیب فکر وا نمودہ۔ قطعہ این است ؎

لَمَّا تَوَجَّہَ سُلْطَانُ الْاَنَامِ اِلٰی ۔۔۔ رَبِّ السَّمٰوَاتِ فِیْ تَایِیْدِ اِسْلَامِ

اَفْرَا بِہَامَہٗ فِیْ اَصْلِ خِنْصَرِہٖ ۔۔۔ لَوْ ہُوَ دِیَا قَادِرًا افْتَتَحَ اَلْکَامِ

فَصَارَ حِیْنَ افْتِتَاحِ الْاِسْمِ صُفْتِحَا ۔۔۔ حِصْنٌ لِمَنْ عَبَدُوْا اَحْجَارَ اَصْنَامِ

نَظَرْتُ فِیْ اَلِفَاتٍ وَّہِیَ اَرْبَعَۃٌ ۔۔۔ مِنْ فَوْقِ اِبْہَامِہٖ مِنْ غَیْرِ اِبْہَامِ

وَجَدْتُہُنَّ بِعَامِ الْفَتْحِ حِیْنَئِذٍ ۔۔۔ رَقْمًا عَلٰی سَنَۃٍ مِّنْ مَّدِّ اِبْہَامِ

لِلّٰہِ تِلْکَ یَدٌ بَیْضَاءُ قَدْ نَزَعَتْ ۔۔۔ لِلنَّاظِرِیْنَ فَیَامِنْ مُعْجِزٍ سَامِ

ہٰذَا الْبَدِیْعُ مِنَ التَّارِیْخِ اَنْشَاہُ ۔۔۔ عَبْدُ الْجَلِیْلِ بِتَایِیْدَاتِ اِلْہَامِ

مقصد از ضم کردن سر ابہام بر بیخ خنصر این است کہ شکل لفظ سنہ بہم رسد و چہار الف ہندسہ بالای لفظ سنہ بہ دستوری کہ معمول کاتبان است پیدا شود و مضمون این تاریخ بزبان فارسی نیز بستہ و قطعہ فارسی بسیار پیشتر اشتہا

یافته ؎

چو شه ابهام زیر خنصر آورد | بورد اسم اعظم در شماره
قلاع کفر شد مفتوح فی الحال | ز تیغ او عدو شد پاره پاره
ز انگشتان شه بر مد ابهام | برابر چار الف کردم نظاره
بعینه بود شکل سال هجری | پی تاریخ تسخیر ستاره
چنین تاریخ گفتن اختراعی است | شد از عبدالجلیل این آشکاره

امیرالامرا سید حسین علی خان هر سال در مولد النبی صلی الله علیه وسلم چراغان مے کرد و شیلان عظمی مے کشید۔ وصلای عام درمے داد وخود آفتابه گرفته بر دست مهمانان آب می ریخت۔ علامه مرحوم در وصف چراغان مصراع کعب بن زهیر را تضمین کرد که ؎

أَضَاءَتْ لَكَ الْأَعَالِي سَيِّدُ الْأُمَرَا | شُهْرُ الرَّسُوْلِ شُمُوْعًا فِيْ غَيَاهِبِهِ
أَمْسَى الشُّمُوْعُ عَلَى الْحُضَّارِ مُنْشِدَةً | إِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ يُسْتَضَاءُ بِهِ

ونیز به امیرالامرا در تهنیت عید الاضحی نوشت ؎

تَهَنَّ بِعِيْدِ النَّحْرِ يَا مَنْ عَطَاءُهُ | أَفَاضَ عَلٰى مَنْ حَجَّ جُوْدًا اَعْوَائِدَا
تَنَسَّكْتَ هَدْيَ الْجُوْدِ فِيْ كُلِّ مَوْقِفٍ | وَأَلْبَسْتَ نَحْرَ الْمُعْتَفِيْنَ قَلَائِدَا

صاحب نهایه جزری گوید: معتفی بعین مهمله وفا کسی را گویند که طالب فضل و رزق باشد

واین رباعی مستزاد در السنه اربعه املا نموده ؎

جَاءَ النَّيْرُوْزُ بِالنَّشَاطِ الْأَدْنٰى - فِيْ خَيْرِ قُدُوْمٍ
پھولیں درم پیل لہلہی بن او لہا - تردر رہی جھوم
نیکی کنده وزکلدی بزی بولدی ایش - قتلغ بولسوم
چون شهپر طاؤس گل اندر صحرا - آورد هجوم

در آغاز عہد شباب برخی اشعار ریختیانہ در سلک نظم کشیدہ۔ ترجیع بند ایشان دریں طور مشہور است کہ مطلعش این است ؎

منم آن بانکہ و دلبر و اچل　　　کہ من اُفتاد در جہان کھل بل

ازانجا کہ ارتکاب این اشعار دور از کار محض نظر باستجماع فنون بود۔ و بشان اقدس اصلا مناسبتے نداشت۔ مردم این ترجیع و دیگر اشعار ایشان را کہ ازین جنس است بدیگری نسبت دہند حال آنکہ بلا ریب زادۂ فکر ایشان است

در اواخر ترجیع بند اتل تخلص آوردہ۔ و این بیت ہم ازان ترجیع است ؎

شعر بارہ بزاریان دیدی　　　ٹہنسئہ بلگرام را عشق است

اما حریفان این بیت را ہم تغیر دادہ نوعی دیگر ساختہ اند۔

و از اشعار ریختیانہ ایشان است ؎

عدو گر ہمہ تن ز فولاد جکڑد　　　ز سر تا قدم ہچو زنجیر اکڑد

بکف کتی برق لے دھڑکہ پکڑد　　　بجز حکم اللہ پشمی نا کڑد

ولہ

ورد خود نام خدا با نام احمد کردہ ام　　　دانۂ تسبیح از بہم محمد کردہ ام

بجز مژگان ندارد چشم بیمار تو غمخواری　　　بلا گردانی برگشتہ مژگانت تماشا کن

شام غم را در سواد نامہ پنہان کردہ ام　　　صبح محشر مے دمد از صفحۂ مکتوب ما

بانتظار توای سرو لالہ در گلشن　　　ستادہ قہوہ بکف در پیالہ یاقوت

رباعی

اولاد علی خلاصۂ ابرار اند　　　چون والد خویش محرم اسرار اند

تحلیل مواد فاسد کفر کنند　　　در منفعت مزاج دین جدوار اند

رباعی

از مهر محبتِ علی هستیِ ماست — گلچینیِ این بهار تر دستیِ ماست
دل ساغر و مهر ساقی کوثر می — از میکدهٔ غدیر خم مستیِ ماست

اکنون خامهٔ تقریب جو بتحریر احوال سید علی معصوم که اسم او در ترجمهٔ میر عبدالجلیل ذکر یافت و احوال او در تاریخ نامها کمیاب است خرامش می نماید

(۱۲۰) سید علی معصوم مدنی

سید علی بن سید نظام الدین احمد بن سید معصوم الدشتکی الشیرازی المعروف به سید علی معصوم از مشاهیر ادبا و صنادید شعرا است۔ مؤلف انوار الربیع فی انواع البدیع و ریاض السالکین شرح صحیفه کامله و حاشیهٔ قاموس و سلافة العصر تذکرهٔ شعرا عرب و دیوان شعر۔

خاندان او در شیراز بیت علم و فضل بوده است و مدرسهٔ منصوریه شیراز منسوب بجد او میر غیاث الدّین منصور است که از غایت شهرت حاجت بشرح ندارد

میر معصوم

و سید علی باضافهٔ نام جد قریب خود به سید علی معصوم مشهور گردید چون خواهر شاه عباس ثانی صفوی ارادهٔ زیارت حرمین شریفین نمود۔ شاه عباس۔ میر معصوم را با بیگم همراه کرد که به تعلیم مناسک حج بپردازد۔ در اثناء راه چون تقریب تعلیم و تعلم درمیان آمد و این معنی بحیلولت ستر بروجه احسن صورت نمی بست بخاطر بیگم رسید که کفویت ثابت است چرا عقد نکاح جلوه گر نشود۔ و حیلولت حجاب برخیزد۔ آخر نکاح انعقاد یافت و بعد زیارت حرمین شریفین از ترس شاه عباس معاودت

میر نظام الدین احمد

وطن متعذر شد و توطن مکه معظمه اختیار افتاد۔ و از بطن بیگم میر نظام الدین احمد متولد شد و در مکه معظّمه نشو و نما یافت۔ و همت بکسب فضائل گماشته از اقران فائق برآمد

میر محمد سعید میر جمله اردستانی وزیر عبد الله قطب شاه والی حیدرآباد مبالغ
فراوان فرستاده میر نظام الدین احمد را و سید سلطان را که از سادات نجف اشرف
بود به حیدرآباد طلبید که دو دختری که داشت آنها را در سلک ازدواج هر دو سید
کشد. اتفاقاً سلطان عبد الله را هم دو دختر بودند سلطان خواست که دختران خود
را به هر دو سید تزویج کند. میر جمله برآشفت و برخاسته بدرگاه خلد مکان عالمگیر
شتافت. سلطان عبد الله اول دختری را به میر نظام الدین احمد کدخدا ساخت
و برای طوی دختر ثانی ساز و سامان ترتیب داد. میر نظام الدین احمد با سید
سلطان رنجشی داشت. او و زوجهٔ او نخواستند که ازدواج سید سلطان صورت
گیرد. شبی که نکاح سید سلطان مقرر شد. میر نظام الدین سلطان عبد الله را
پیغام کرد که اگر تزویج سید سلطان واقع می‌شود. من بمخالفت شما کمر می‌بندم. و
نزد خلد مکان رفته سعی در هدم بنیان دولت شما می‌کنم و احمال و اثقال بار کرده مستعد
کوچ نشست. سلطان عبد الله متحیر شد. و ارکان دولت را جمع کرده بمشاوره
پرداخت. آخر رای همه برین قرار داد که اگر میر نظام الدین احمد می‌رود فتنهٔ عظیم
برپا می‌شود. تزویج سید سلطان موقوف باید داشت. و چون اسباب طوی همه مهیا
شده بود. و در تاخیر ضائع می‌شد ابو الحسن را که آخر سلاطین قطب شاهیه است
و با سلاطین قطب شاهیه قرابتی داشت برای دامادی تجویز کردند. مردم به طلب
ابو الحسن شتافتند. دران وقت ابو الحسن در تکیهٔ بیقیدی نشسته بود. او را آورده
و بحمام بردند و بخلعت طوی آراسته نکاح بستند و موافق ضابطه توپخانه را سر
دادند. دران وقت سید سلطان در حمام بود. چون صدای توپها شنید در استفسار
افتاد که توپها را چرا سر دادند. حاضران که ازین ماجرا واقف نبودند جواب دادند که
سبب ظاهر است که امشب شب طوی ست. سید سلطان گفت ضابطه این است

که نوبت به بعد عقد نکاح سر مے دہند۔ و مردم را برای خبر فرستاد۔ رفتگان خبر یکه بود آوردند۔ سید سلطان در آتش غضب اُفتاد۔ اسباب شادی ہمه سوخت و اسپان را پی کرد۔ و خود را بدرگاه خلد مکان رسانید۔

میر نظام الدّین احمد از دختر قطب شاه فرزندی نیاورد۔ سید علی از بطن زوجۂ دیگر شب شنبه پانزدہم جمادی الاولی سنه اثنتین وخمسین و الف (۱۰۵۲) در مدینه منوره متولد شد لهذا او را مدنی می گویند و بکسب کمال پرداخته سر آمد ادباء عصر گردید

و شب شنبه ششم شعبان سنه ست وستین و الف (۱۰۶۶) بقصد حیدر آباد از مکّه معظّمه بر آمد و روز جمعه بیست و دوم ربیع الاول سنه ثمان وستین و الف (۱۰۶۸) به حیدر آباد رسید۔ و با والد خود ملاقات کرد

و چون سلطان عبد الله از سریر حیات فرود آمد ابو الحسن بر تخت فرمان روائی بر آمد و میر نظام الدین احمد ہم بعد یکسال فوت کرد۔ ابو الحسن در اتلاف متعلقان میر نظام الدین احمد کمر بست و نگاهبانان گماشته راه آمد و شد مسدود ساخت سید علی عریضه بجناب خلد مکان ارسال داشت و ادراک عتبۂ خلافت استدعا نمود۔ خلد مکان در آن ایام از ہند متوجه دکن بود فرمان طلب سید علی بنام ابو الحسن عز اصدار یافت۔ ابو الحسن سید علی را با اہل و عیال رخصت داد۔ سید رخت کوچ بر بسته خلد مکان را در دار السرور برہان پور ملازمت نمود۔ پادشاه او را بعنایات خسروانی نواخت۔ و بمنصب ہزار و پانصدی سیصد سوار دو اسپه سرافراز فرمود۔ و در رکاب خلد مکان به اورنگ آباد آمد۔ و چون رایات خلد مکان جانب احمد نگر ارتفاع یافت۔ سید علی را بحراست اورنگ آباد مامور ساخت سید مدتے برین خدمت قیام داشت۔

پس ازان حکومت ماهور وغیره از نواریع صوبه برار تفویض یافت۔ آخر از حکومت ماهور استعفا نمود والتماس دیوانی برهان پور کرد۔ درجهٔ پذیرائی یافت۔ سیّد در برهان پور رفته بدیوانی پرداخت۔

وبعد مرور زمانی از خلد مکان رخصت حرمین شریفین گرفت وبا اهل وعیال به اماکن فیض مواطن رفت وازانجا بزیارت عتبات عالیات شتافت وبه مشهد مقدس رسید وبه صفاهان آمد وسلطان حسین صفوی را ملازمت نمود والتفاتی که مطمح نظر بود نیافت۔ ناگزیر رخت بوطن اصلی یعنی شیراز کشید۔ ودر مدرسه منصوریه پای اقامت افشرد وعمر را بافادهٔ طلبه بپایان رسانید۔

(۱۲۱) شاعر۔ میر سید محمد سلمه الله تعالے

خلف الصدق حضرت علامی میر عبد الجلیل بلگرامی نور الله ضریحه از وجود همایون سابقا چمن فضلا را بهاری تازه است۔ واکنون گلستان فصحا را رونقی بی اندازه آنجناب در تاریخ چهاردهم شهر ربیع الاول سنه احدی ومأته والف (۱۱۰۱) به شهرستان امکان رسید۔ بمنطوق اَلوَ لَدُ الحُرُّ یَقتَدِیْ بِاٰبَائِهِ الغُرّ نسخهٔ جامع اصناف علوم است۔ ومرآت فضائل وکمالات والد مرحوم خصوص عربیت ولغت ومحاضرات که درین فنون رابت یکتائی می افرازد وگوی سبقت از اقران می رباید۔

کتب درسی نزد اُستاد المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب ثراه گذرانید وکمالات کثیره از والد ماجد خود اندوخت۔

پدر گرامی را نسبت به فرزند ارجمند ورای شفقت اُبوّت عنایتی ومحبتی خاص بود۔ درحینیکه علامهٔ مرحوم از بهکّر به دار الخلافه شاهجهان آباد عطف عنان نمود میر سید محمد را نزد خود طلبید ومقارن آن مسرعی را فرستاد که چندی توقف باید کرد۔ وانتظار طلب

مثنی باید کشید۔ میر در جواب تعلمی فرمود کہ "لَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰی یَاْذَنَ لِیْ اَبِیْ"
علامۂ مرحوم ازین جواب خطی کرد۔ و این رباعی رقم زدۂ کلک جواہر سلک ساخت کہ ؎

تا یاْذن لی ابی بہ خطت دیدم گلہای طرب از چمن دل چیدم
از غایت اہتزاز پروانہ صفت ای شمع پدر گرد سرت گردیدم

در اواخر عہد محمد فرخ سیر علامۂ مرحوم خود مستعفی شدہ خدمات بھکر و سیوستان را بنام ولد ارشد گرفت۔ جناب میر سید محمد در سنہ ثلث و ثلاثین و مائة والف (۱۱۳۳) بہ محل خدمات رسید۔ و مسند حکومت را از ابتدا تا انتہا بشیوۂ تدین و حسن معاملت رونق بخشید۔ وضیع و شریف آن دیار تا الآن یاد می کنند۔ و سبحۂ ذکر خیر و حسن جمیل می گردانند۔
میر در سنہ ثلث واربعین و مائة و الف (۱۱۴۳) کاتب الحروف را بہ سیوستان نائب گذاشتہ خود بدار السلام بلگرام تشریف برد چندی در وطن گذرانیدہ بنا بر تخللی کہ در خدمت راہ یافتہ بود بہ دار الخلافہ شاہجہان آباد حرکت کرد و بتوسل بعضی امرا آن خلل را دفع ساخت۔

و در سنہ خمس واربعین و مائة و الف (۱۱۴۵) کرت ثانی بہ سیوستان تشریف آورد۔ و بندہ را در اواسط سنہ سبع واربعین و مائة والف (۱۱۴۷) رخصت ہندوستان فرمود۔ و خود بہ اسم خدمت مرجوعہ بدستور قیام نمود تا آنکہ نادر شاہ بر دیار سندھ مسلّط گردید۔ و سر رشتہ خدمات بادشاہی گسیخت۔ اما خدایار خان مرزبان سندھ میر را نگذاشت۔ و باعزاز و اکرام تمام در سیوستان نگاہ داشت۔ و از جانب خود خدمتہا بتقدیم رسانید۔

و چون ہنگامۂ نادر شاہیان دران دیار گرم شد۔ و اوضاع ملک بر نسق سابق نماند۔ خاطر اقدس از اقامت آنجا برخاست و از خدایار خان خواہ نخواہ رخصت گرفت و بیست و پنجم رمضان سنہ خمس وخمسین و مائة والف (۱۱۵۵) از سیوستان برآمد۔

و از راه مارواڑ متوجّه وطن شده - بعد طی مراحل بیست و هفتم محرم مکرم سنه ست و خمسین و مأته و الف (۱۱۵۶) بوصول بلگرام مسرت اندوخت -

میر طبعی وقاد و ذهنی نقاد دارد - و چون از مطالعهٔ کتاب بازمی پردازد عنان اندیشه به وادی سخن عطف می سازد - مهارت زبان عربی و فارسی و هندی از حد افزون است و اشعار السنهٔ ثلاثه در خزانهٔ حافظهٔ عالی از حصر بیرون سخن را اکثر اوقات موزون می کند و جواهر آبدار در سلک نظم مے کشد - این چند بیت از دیوان سامی تحریر مے آید ؎

فروغ بادہ بخش ای ماه سیما خانهٔ مارا | ز نور جلوهٔ خود رنگ کن کاشانهٔ مارا

دل در خم گیسوی نگار است به بینید | در دام محبت چه شکار است به بینید

نیست در عالم دوان غیر هوس کار دلت | هست این طول امل رشتهٔ زنار دلت

محو گشتم چون حباب و عین دریا یافتم | چشم پوشیدم ازین عالم تماشا یافتم

دران گلشن که سرو قامت جانان شود پیدا | بجای طوق قمری دیدهٔ حیران شود پیدا

پیش مهر رخت قمر معلوم | نزد قند لبت شکر معلوم

یار دور است و کوه غم حائل | آفتاب آن طرف سحر معلوم

می کشد غمزهٔ جگر دوزش | پیش تیر قضا سپر معلوم

از نگاه دو چشم میگویند | بی خبر گشته ام خبر معلوم

در تمنای وصل او شاعر | حلقه گشته ایم پا و سر معلوم

مگر از چشمهٔ آئینه آب خنجرش باشد | که از حیرت طپیدن شد فرامش بسمل مارا

دستم بگیر گرچه ترا بازوی قوی است | پایم رسیده است بسنگی که واه واه

هیچ محجوبی ندارد این قدر رنگ حیا | بعد سالی می نماید روی خود یکبار گل

(۱۲۲) آوارهٔ دشت ایجاد فقیر (میر غلام علی) آزاد

الحسینی نسباً و الواسطی اصلاً و البلگرامی مولداً و منشأً و الحنفی مذهباً و الچشتی طریقةً

پیشنهٔ دریوزهٔ گر کوچهٔ فقر است - وریزهٔ چین مائدہ فضلا - درین مقام خود را بحاشیهٔ محفل سخن سرایان می کشد - و شکستهٔ ناخنی بتار نفس گسسته می زند -

من مقیم کوچهٔ نادانی - و آئینه وار صورت حیرانی - مدتی بر آستانِ سخن نشستم - و کمر در خدمت کلام موزون بربستم - چندگاه است که مرآت ضمیر را از صور خیالی پرداخته ام وازبیت سخن بابیت الحزن یعنی ماتمکدهٔ هستی خود ساخته - اما موزونیت فطری احیاناً سلسلهٔ فکر می جنبانند - ودماغ از کار رفته را بصدائی قلقلی مے رسانند - تا بجای که در عالم مثال هم گاهی خیال موزونی جلوه می کند - چنانچه در عشرهٔ اخیر رمضان کثیر الفیضان سنه احدی وستین ومأته والف (۱۱۶۱) مزاجِ بنده را وحشتی بهم رسید - بخاطر اُفتاد که از همه قطع نظر باید کرد و بار دیگر سری بدیار عرب باید کشید - و این داعیه بمثابهٔ قوت گرفت که عنقریب بود که از مکمن قوت بجلوه گاه فعل خرامد - ناگاه شب بیست و هفتم ماه مذکور طرف سحر در عالم رویا اندیشه متوجهٔ شعر گردید - بیتی موزون ساختم و معاً از خواب بیدار شدم - بیت بیاد ماند و آن این است ؎

چه خوش گفت گویندهٔ نامدار مکش دست از دامنِ روزگار

لختی بتامل رفتم - دانستم که گوینده سروش غیبی است و مخاطب بنده - امتثال امر غیب واجب دیدم و ارادهٔ که تصمیم یافته بود فسخ نمودم - و سرِّ الهام آن است که حجی که فرض بود پیش ازین بتقدیم رسید - اگر دست از دامن علائق ظاهری می کشیدم و بتحصیل نافله شتافتم - چندین حقوق واجب الادا فوت مے شد ع

ترک واجب نتوان کرد پے نافلها

من بی مایه را چه شایستگی که در صفِ صاحب کمالان سر توانم افراخت - و طرح همزبانی باطوطیان چمن فصاحت توانم انداخت - عمرها در جلوه دل دیوانه گشتم - بجاے نرسیدم سالها در پے کاروان ناله اُفتادم بمقامی سر نه کشیدم - اما سهارا با وصف کم زنگی

دربزم کواکب اذن نشستن وہلال را باوجود دریوزہ گری پہلوی آفتاب رخصت کلاہ شکستن ہست۔ باین دستاویز قدم جرأت پیش مے گزارد۔ وحرفی چند از خود بریاران کرم فرما عرض می دارد۔

فقیر حقیر در تاریخ بیست وپنجم ماہ صفر سنہ ست عشر ومائۃ والف (۱۱۱۶) لباس ہستی پوشید۔ ودر ریعان آگاہی سر رشتۂ تحصیل علوم بدست آورد۔ وکتب درسی از بدایت تا نہایت در حلقۂ درس استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب ثراہ گذرانید۔ و لغت وحدیث وسیر نبوی وفنون ادب از خدمت قدسی منزلت جدی واستاذی حضرت علامی میر عبدالجلیل بلگرامی طاب مضجعہ اخذ نمود۔ وعروض وقافیہ . . . .

. . . وبعض فنون ادب از خدمت والا درجت میر سید محمد خلف الصدق علامۂ مرحوم مرقوم تلمذ کرد۔

ودر سنہ سبع وثلثین ومائۃ والف (۱۱۳۷) شرف بیعت جناب مستطاب سید العارفین میر سید لطف اللہ بلگرامی قدس سرہ اندوخت۔

ناگاہ بوی از عطر توفیق بہ دماغم رسید۔ وشوق گلگشت حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً وکرامۃً از جا برد ودر سنہ خمسین ومائۃ والف (۱۱۵۰) مطابق کلمہ "سفر خیر" از خطۂ بلگرام محمل سفر حجاز میمنت طراز بربست۔ ودر سنہ احدی و خمسین ومائۃ والف (۱۱۵۱) مطابق کلمہ "عمل اعظم" بزیارت حرمین شریفین سعادت نشأتین حاصل کرد۔ ودر مدینہ منورہ علی منورھا الصلوۃ والتحیۃ بخدمت شیخنا ومولانا الشیخ محمد حیات السندھی المدنی الحنفی قدس سرہ صحیح بخاری قراءت نمود واجازت صحاح ستہ وسائر مفردات مولانا فراگرفت۔ ودر مکہ معظمہ صحبت شیخ عبدالوہاب الطنطاوی المصری دریافت۔ وبرخے از فوائد علمی کسب نمود۔ شیخ عبدالوہاب نور اللہ مرقدہ کاسر آمد علماء عصر ونزیل مکہ معظمہ بود۔ وہمیشہ

شیخ عبدالوہاب الطنطاوی

به نشر لوامع علوم می پرداخت و در سنه سبع و خمسین و مائة و الف (۱۱۵۷) به جنة المأوی
خرامید - و در جنت معلی آرامش گزید - شیخ عبدالوهاب علیه الرحمه اشعار عربی فقیر را
بسیار تحسین کرد - و هرگاه آزاد تخلص بنده شنید و معنی آن را فهمید - فرمود "یا سیدی
أَنتَ مِن عُتَقاءِ اللهِ" و ازین نفس مبارک حضرت شیخ که در حق این سراپا گرفتار سرزد
امیدواریها دارم -

فقیر در فن شعر عربی تلمیذ میر عبدالجلیل است - و شمه ای از افاضهٔ این سلسبیل برخی
از قصائد خود در دفتر اول ثبت ساخته - و با وصف بینوائی قانونی به آهنگ حجاز نواخته -
القصه در سنه اثنتین و خمسین و مائة و الف (۱۱۵۲) مطابق کلمه "سفر بخیر" جانب
۱۱۵۲
هند عطف عنان نمود - و از راه بندر سورت سری به دیار دکن کشید - و بیست و هفتم
ذی القعده همان سال وارد خجسته بنیاد گردید - و دست به دامن انزوا زد

بعد چندی دوم رمضان سنه اربع و خمسین و مائة و الف (۱۱۵۴) جادهٔ سیاحت
از جا در آورد - و قلعه محمد آباد بیدر را دیده چهارم محرم سنه خمس و خمسین و مائة و الف
(۱۱۵۵) وصول حیدرآباد سرمایهٔ آرامش رسانید - و نوزدهم صفر سال مذکور از انجا
برآمده پانزدهم جمادی الاولی همین سال سواد خجسته بنیاد چشم اشتیاق را سرمه کشید -

و در سنه ثمان و خمسین و مائة و الف (۱۱۵۸) نواب نظام الدوله شهید از جانب
پدر والاگهر نواب آصفجاه بصوبه داری اورنگ آباد مامور گشت و نواب شهید را با
فقیر ربطی خاص بهم رسید و در سال دیگر نواب آصفجاه از حیدرآباد درایات بندوبست
مهمات ملکی بر افراخت و عنایت نامه طلب حضور بنام نواب شهید صادر شد - نواب
شهید کمندی به تسخیر فقیر افگند - و حسن خلقی بجا آورد که با وصف آزاد بودن اختیار دام محبت
لازم افتاد و بیست و هفتم ذی القعده سنه تسع و خمسین و مائة و الف (۱۱۵۹) توسن کوچ
از اورنگ آباد بجولان در آمد - و تا مقام "سری رنگ پتن" که دارالاقامت

رابعهٔ میسور است تماشا کرده۔ غرهٔ صفر سنه احدی وستین ومائة والف (۱۱۶۱) قدم جادهٔ پیما راگل زمین اورنگ آباد دست داد

و درین سال گلگشت دار السرور برہان پور وصرف عنان جانب اورنگ آباد واقع شد و در سنه اثنتین وستین ومائة والف (۱۱۶۲) کرت ثانی سفر برہان پور پیش آمد۔ وتا کنار آب نربدا اثیر کرده رجوع به اورنگ آباد صورت بست۔

و چهاردهم شوال سال مسطور دست قضا سلسلهٔ نهضت ارکات جنبانید۔ یک سال و چند ماه دران الکه بسر رفت۔ و در ارکات نسخهٔ "شمامة العنبر فیما ورد فی الهند من سید البشر" از دریای فکر بساحل قرطاس رسید۔ آخر الامر نواب نظام الدوله به سعادت شهادت فائز گشت نوعی که در ترجمه نواب سمت گذارش یافت

و بعد شهادت نواب خاطر ازان ملک برخاست و پانزدهم جمادی الاولی سنه اربع وستین ومائة والف (۱۱۶۴) نزول خجسته بنیاد نشاط راعروجے بخشید۔

فلک همیشه خرام باز تقریب سفر برانگیخت و نهم رجب سنه خمس وستین ومائة والف (۱۱۶۵) خانهٔ زین آباد ساخت و هفتم شعبان سال مذکور وصول به حیدرآباد نقش بست۔ شانزدهم ذی القعده همین سال جرس راحله صدای رحیل برداشت۔ پنجم ذی الحجه معموره خجسته بنیاد خاطر را بسرور معمور ساخت

حق سبحانه علیم است که ملال وار مقصود ازین سیر و سفر تن پروری باشد حاشا و کلّا بلکه مانند بدر منظور شکست نفس بود۔ چندی طریقهٔ آب روان اختیار افتاد که مشت گیاهی به نشو و نما درآید۔ و لختی روش باد صبا پسند آمد که غنچه چند لب به تبسم کشاید امیدوارم که این سیاحت پای شکسته را دستگیری کند و قلم و سیرفی الله را جادهٔ مستقیم شود وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ۔

اکنون برخی ترہات از دیوان خود بترتیب ردیف بعرض سخن سنجان مے رسانم و بضاعت مزجاتی از نظر عزیزان مصر مروت مے گزرانم تا عیب را بہ قیمت ہنر گیرند۔ و مہرۂ گل را بہ بہای گوہر بہ پذیرند عرض بندہ بدرجۂ قبول رساد۔ و روی ناکامی بہیچ وجہ بیناد۔

صاحب قال حسب حال گوید ؎

تمام علیہم و خوبان خریدہ اند مرا ‏ ‏ ‏ زحسن خلق بزر برکشیدہ اند مرا
اگرچہ لالۂ روئیدہ خارج از چمنم ‏ ‏ ‏ برائی گوشۂ دستار چیدہ اند مرا
جماعتی کہ خزف را بہ نرخ زر گیرند ‏ ‏ ‏ بچشم مرحمتِ خاص دیدہ اند مرا
کمند جاذبۂ دوستان اسیرم کرد ‏ ‏ ‏ وگرنہ صورتِ رم آفریدہ اند مرا
عجب عنایتِ ممتاز دیدہ ام آزاد ‏ ‏ ‏ بداغ بی ہنرے برگزیدہ اند مرا

برار از مد بسم اللہ تیغ خوش مقالی را ‏ ‏ ‏ مسخر کن سوادِ اعظم نازک خیالی را
خیالِ نازک از جوشِ نزاکت راز دل باشد ‏ ‏ ‏ نباشد جز کرامت فہم کردن فکر عالی را
چو آن زلفی کہ بعد از شانہ کردن یار بربندد ‏ ‏ ‏ بجمعیت رساند صبر من آشفتہ حالی را
نگاہی ہست چشم یار را با چشم گریانم ‏ ‏ ‏ کہ مستان دوست می دارند ابر برشکالی را
دلِ ویرانۂ آزاد را آباد کن یا رب! ‏ ‏ ‏ پری زادی کرم فرمای این مینای خالی را

باشد گلِ بہار سخن یادگارِ ما ‏ ‏ ‏ این لعل بے بہاست چراغِ مزارِ ما
امروز مدح گسترِ ما کیست جز قلم ‏ ‏ ‏ دم مے زند ز جوہرِ ما ذوالفقارِ ما
ای وای رنگ و بوی چمن کرد عاریت ‏ ‏ ‏ کم فرصتے ز زندگیِ مستعارِ ما
آخر شود کمند غزالِ رمیدۂ ‏ ‏ ‏ آزاد رشتۂ نگہِ انتظارِ ما

ہمان آغاز باشد منتہای سیر کامل را ‏ ‏ ‏ تمنا می کند بار دگر غوّاص ساحل را
چہ سان راز شہیدان گل کند از سبزۂ تیغش ‏ ‏ ‏ کہ چون برگِ حنا در خویش وزدد خونِ بسمل را

دهانش جستم و آخر نشستم با زنخدانش
لب چاهی غنیمت می شود گم کرده منزل را

سر شوریدهٔ من طرفه اوجی داشت در طالع
که در وقت جدا کردن بپا افتاد قاتل را

بهار این چمن آزاد آخر رنگ می بازد
چو شبنم از جهان رنگ و بو بربند محمل را

ای نمک بر زخم دل از لعل خندان شما
صبح محشر داغ از شور نمک دان شما

تشنهٔ ما را به آسانی توان سیراب کرد
بوسهٔ کافی ست از چاه زنخدان شما

بر جبین چین عتاب تازه آید در نظر
تا چه رفت از من خطا ای من بقربان شما

بردار ز خویش شوخیهای طفلان هوشیاران را
سپاه ناز باشد در جلو این نی سواران را

مزاج کم کسی بر الفت اول بجا ماند
بروز بیکسی سنجیده ام بسیار یاران را

قیامت می کند سنگی که از کوه بلند افتد
مبادا خشم در جنبش در آرد بردباران را

اگر بخاطر عاطر بود شهادت ما
ز دست و تیغ تو مردن زهی سعادت ما

بشهد خنده بر آمیخت ترشی دشنام
انار میخوش او بیش کرد رغبت ما

سزای ماست که بیداد می کنی جانان
دلیر کرد ترا شیوهٔ مروت ما

کشود مشتری ما گره ز دشنامی
مگر همین زر نارایج است قیمت ما

گریستیم من و شبنم آنچنان آزاد
که گل بخون جگر غوطه زد ز رقت ما

ندانستند خوبان آه قدر الفت ما را
تلف کردند بی تقصیر حق خدمت ما را

سرت گردیم قربانت شویم ای قبلهٔ عالم
که می سازد روا جز آستانت حاجت ما را

بر خاطر وحشت زده حقی ست الم را
صیاد شبانی کند آهوی حرم را

نمودم صرف اخلاص فقیران همت خود را
بخاصان الهی عام کردم الفت خود را

چرا ای گوهر شهوار می غلطی بهر پهلو
چنین ارزان نکردی گر شناسی قیمت خود را

رفت ز وعده سالها چند کنم حساب را
وعدهٔ سال بیش نیست دورهٔ آفتاب را

مردم عمده بیشتر حرف زنند بیجهت
هست سواد یکطرف سر ورق کتاب را

حالتِ خویش گفتمش از سرِ ناز گفت بس   کو ندهد مرا و من بنده ام این جواب را

نرگسِ او بجا کشید سرمهٔ دلپذیر را   خوب کمند وحدت است مردم گوشه گیر را

شد جاذبهٔ حضرتِ گل داد رسِ ما   آویخته صیاد ز گلبن قفسِ ما

ز طرز شوخیِ آن نرگسِ بیمار دانستم   توان کردن بزورِ ناتوانی پهلوانیها

شاخ برهنه تیغ زند موسم خزان   یک برگ سبز زیر سپر می کشد مرا

تا غلامِ قدِ تو من شده ام   سرو آزاد گفته اند ترا

کار بی اجرت نمی آید ز دنیا دوستان   می ستاند حقِ خود سنگِ محک هم از طلا

دست و پا گم کردهٔ چون کاروانِ سبحه ایم   هر قدم در ره بزورِ سینه مے غلطیم ما

دارد بباغ جلوهٔ مستانه عندلیب   از دست شاخ گل زده پیمانه عندلیب

هر غنچه خوابگاه پری زاد نکهت است   دیوانه شد ز جوش پری خانه عندلیب

بروی یار عقیق دهن بود نایاب   ز خامه ماند درین نسخه سرخیِ هر باب

ای عزیزان نرگسِ خوبان زیارت کردنی است   حالتی دارد ز بیماری عیادت کردنی است

برنمی دارم نظر یک لحظه از لعلِ لبت   آنچه می خواهم تو می دانی عنایت کردنی است

حال ما آشفتگان تقریر کردن خوب نیست   این پریشان خواب را تعبیر کردن خوب نیست

دور باید داشت از چینها گشادِ جبهه را   پایِ حسن خلق را زنجیر کردن خوب نیست

گرد رخسارِ بتان چون زلف گشتن عارِ ماست   گرد خود گشتن برنگِ چشم ایشان کارِ ماست

خوبرویان می توان آزاد را آسان خرید   بیع کردن مفت خود را رایج بازارِ ماست

حرفی که آشنای قلم شد جهان گرفت   این طفل نیسوار زمین و زمان گرفت

خلقی ز حال گوشهٔ ابروی او گریست   ناحق سرِ بریده زتن با کمان گرفت

سرمه آلوده نگاهِ تو عجب عربده جوست   تشنهٔ خونِ دلِ شیر زبان آهوست

روز بد حاجتِ اشراف به دونان افتد   تکیه گاهِ سرِ لبریز تفکر زانوست

بتجرید دوست راه بآن آستانه یافت / تیری که کند جامهٔ ناوک نشانه یافت
دلی که آینهٔ مهر احمد عربی است / درون خانه چراغی و شیشهٔ حلبی است
ریاضتی کش و دریاب لذت عرفان / که آب را مزهٔ خوش بقدر تشنه لبی است
ادای طاعت روشندلان بسمت دناست / که قبله مشرقیان را بجانب غربی است
اگرچه خاک شدم اضطرب من باقی است / که پیچ و تاب رسن بعد سوختن باقی است
دانی نازک قلم نقشی ز چشم مست بست / چون نظر افگند بر محراب ابرو دست بست
خاکم تمام سوخت بجای رساندنی ست / این مشت تخم لاله بباغی فشاندنی ست
شب که یاد ماه سیمائی دلم اندیشه داشت / ریخت هر اشکی که از چشم پری در شیشه داشت
آن مسی مالیده دندان آفت جان بوده است / در تبسم بر سر داغم نمکها سوده است
سرفراز آن جهان باشد ذلیل این جهان / حرف ختم صفحهٔ تاج صفحهٔ آینده است
گر نداری نظر رحم بمن بر خود کن / مشکن ای جان دل آباد که این خانهٔ تست
دوش ما را گر دبسمل چادر کوتاه او / می کشید از حیا هر سو نمی آمد درست
زده ام بر سر جهان پاپوش / بی سبب این برهنه پائی نیست
ز تصویر مجسم مے توان یافت / که این عالم نمودار است و هیچ است
عروج هجران است مایهٔ وحشت / نمی رسند بهم هر دو شاه در شطرنج
می پرست من نه از پیر مغان گیرد قدح / از کف آن نوجوان مهربان گیرد قدح
کار دانا نیست در ایام غم ناخوش شدن / وقت نرگس خوش که در فصل خزان گیرد قدح
ترا ز پرتو رخسار خود گریبان سرخ / مرا ز دیدهٔ تر آستین و دامان سرخ
فتاده است بزنجیر آتشین کارم / که زلف او شده از چهرهٔ درخشان سرخ
کسی چه رنگ اقامت درین زمین ریزد / نشد ز آبلهٔ خار این بیابان سرخ
وجود اهل کمال است زینت هر شهر / ز فیض لعل بود چهرهٔ بدخشان سرخ

سرکشی سرمایهٔ نقصان دولت می شود | نیشکر را بند بالا کم حلاوت می شود
ناتوانی خلق خوش را با عبادت جمع کن | سبحهٔ صندل ز صندل بیش قیمت می شود

چشم بیباک تو بسیار سیه کاره اُفتاد | آن قدر بادهٔ کشی کرد که بیمار اُفتاد
می شناسد نگهش بسمل خود را از دور | چه رقم گشت که این مست چه هشیار اُفتاد
یاد پرواز بگرد دل او پر نزند | عندلیبی که بدام تو گرفتار اُفتاد

در بیابان جنون گرم فغانم کردند | جرس قافلهٔ ریگ روانم کردند
مایهٔ عمر اگر هست برای سخن است | شمع سان پیکر من صرف زبانم کردند

خانه آرایان دنیا کار بیجا کرده اند | از کتانها خیمه در مهتاب برپا کرده اند
بی دماغیهای آن گل را نمی دانم سبب | عندلیبان چمن شاید که ایما کرده اند

تشنهٔ خون چمن قابل کشتن باشد | که گل چیده ز گلبن سر بی تن باشد
گرچه از صلب قلم نامه شود آبستن | در قبول سخن شوق سترون باشد
آهوان را روش ناز که آموخته است | حسن بی ساختهٔ آزاد چه احسن باشد

روزی که قضا فرصت عمر شررم داد | تا چشم کنم باز نوید سفرم داد
نقشی ست عجب دائره هندی خطش | کز سایهٔ خورشید جمالش خبرم داد
والله که من قابل پرواز نبودم | دل گرمی آن شمع وفا بال و پرم داد

دوش صد دست دعا در هر خم موی تو بود | لیلة القدری که می گویند گیسوی تو بود
شب ز ما آواز پا در دیدنت سودی نداشت | نکهت گل فاش از خاک سر کوی تو بود

نقش حسن روز افزون ترا مانی کشید | ساعتی نگذشت تا دیدم پشیمانی کشید
می توان وحشی مزاجان را بنرمی رام کرد | خامهٔ مو دامن خوبان به آسانی کشید

هر که چون نرگس خوبان در میخانه زند | می و ساغر همه خود گردد و پیمانه زند
حسن در زینت خود صرفهٔ عاشق نکند | شمع در جبههٔ زرین پر پروانه زند

سر گیسوی تو گردم بتو نقصانی نیست — دست آزاد اگر زلف ترا شانه زند

خط بر رخ زیبا نه پسندید بجا کرد — این صفحه غلط بود تراشید بجا کرد

خط روشنی حسن ترا بود حجابی — مقراض گل از شمع تو بر چید بجا کرد

بشکوهِ خال بروی حبیب باید دید — ستاره سوخته خوش نصیب باید دید

شب که ساقی مجلس آرا بر کنارِ آب بود — دخترِ رز جلوه گر در چادرِ مهتاب بود

به پیشِ پای قاصد نامه افگندن ادا دارد — که دستی خاکساری در وصولِ مدعا دارد

نقش و نگارِ دنیا سیرِ بهشت دارد — اما چو پای طاؤس انجام زشت دارد

خطِ مشکین خالِ رخسارِ ترا بر سر رسید — فوجِ هندستان به تسخیرِ ملکِ عنبر رسید

مردم سر حلقه را حرص فزون تر بود — مقری تسبیح را رشته مکرر بود

این دلِ نو عشق یادِ چشمِ دلبر می کند — طفلِ نو آموز درسِ صاد از بر می کند

شب از عتابِ نرگسِ او دل دو نیم بود — بستم لب از سخن که مخاطب سقیم بود

مرا بحالتِ فقر آسمان نمے پرسد — که تیر ریخته پر را کمان نمے پرسد

دل در برِ من چه سان نشیند — در پهلوی دل ستان نشیند

فراهم گشت سامانِ بلا طرحِ قیامت شد — قیامت بر زمین یک سرو قد بالیده قامت شد

خبر رساند عزیزی غرورِ یار نماند — بگفتمش که درست است گفت خط آمد

چون دو یکدل که در آئینه بهم جلوه کنند — صحبتِ ما و تو صد حیف دمے بیش نبود

مرا به عربده کشتی و باز آمدهٔ — فدای نازِ تو گردم دگر چه خواهی کرد

بیک کرشمه عجب ناخنی بدل زدهٔ — هنوز ماه نوی بیشتر چه خواهی کرد

حذر ز آفتِ ممنونِ خویش باید کرد — که آفتاب ز بیداد ماه مے گردد

مرا ز قبله نما این سخن یقین گردید — که خضرِ راه شود سنگ گر خدا خواهد

مرا آزاد و صبح پرتوِ خورشید خوش آمد — سحر گر بر زمینی مے نشیند شام بر خیزد

زمانہ جلوہ کند ہر نفس بحالِ دگر | پیالہ نوش و مکش انتظار سالِ دگر

قدِ تو نشو و نما کرد در دلِ خوبان | چون آن نہال کہ روئیدہ در نہالِ دگر

چہ باغبانیِ دلخواہ کرد دخترِ رز | کہ داد آن گلِ سیراب را جمالِ دگر

زن بود در زبانِ ہندی نار | وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّار

ہمتِ والایِ زلفِ او تماشا کردنی ست | در پریشانی چہ خورسند است از عمرِ دراز

در رکابِ محملِ معشوق خاموشیم و بس | ناتوانان از کجا پابند فریادِ جرس

این چنین صیاد ظالم ہیچ مظلومے ندید | وقت گل پوشید از برگِ خزان روی قفس

مرا در اضطراب طرفہ دارد تندیِ خویش | کہ ہمچون شاخِ آہو پیچ و تابی خوردہ ابرویش

بقربانت روم پایِ تو بوسم مرحبا ای دل | کہ می آئی ز سیرِ لیلۃ المعراج گیسویش

زدم بر دست او گر بوسۂ گستاخ معذورم | مرا تعلیمِ شوخی می دہد تعویذ بازویش

چہ می پرسی ز حالِ نسخۂ دل چیست تحریرش | کتابی در بغل دارم کہ قرآن است تفسیرش

ز ابروی تو می آید گرفتن کشورِ دل را | نہ ہر صاحبقرانی مے تواند کرد تسخیرش

درین صحرا اسیرِ شورانگیِ مجنونِ ما دارد | توان وا کرد قربانت شوم یکبار زنجیرش

سعادتمند بیند زلفِ مشکینِ تو در رویا | کہ چون در خواب آید اژدہا گنج است تعبیرش

ز قاتل نیست امیدِ رہائی جان شیرین را | کہ می آرد برون مانندِ طوطی بالِ شمشیرش

ہلاکِ حیرتم از شوخیِ نازِ آفرین طفلے | کند صد رنگ بازی در زمینِ صفحہ تصویرش

سرت گردم شنو از قاصدِ آزاد پیغامے | چہ مضمون ہا کہ ظاہر می شود از طورِ تقریرش

اشک بیتابم کند در دیدہ صبح و شام رقص | می کند این طفلِ نادان بر کنارِ بام رقص

گرد بادم کارِ من دیوانگی آشفتگی است | می کنم یکدست از آغاز تا انجام رقص

دُرِّ غلطان وجد در گردِ یتیمی مے کند | کار روشن دل بود در کلفتِ ایام رقص

نسبتِ تام است با طاؤس نخچیر ترا | بال افشان می کند در حلقہای دام رقص

حالِ منِ درویش به سلطان که کند عرض — از مور پیامی به سلیمان که کند عرض
در کوچهٔ این شهر مرا تنگ گرفتند — بیتابیِ مجنون به بیابان که کند عرض
عمریست که یک خانه نشد قسمتِ پایم — حرمانِ غریبی به مغیلان که کند عرض
ما ز دل شکنی حالتِ ظالم شود ابتر — این حرف بآن زلف پریشان که کند عرض
آزاد ازین باغ بچینند گلِ رعنا — یکرنگیِ اورا به عزیزان که کند عرض

در عاشقی ز یار ادا کرده ایم شرط — خود را بخون نشانده حنا کرده ایم شرط

بر رویِ یار طرهٔ ممتاز کن لحاظ — بسم اللهِ صحیفهٔ اعجاز کن لحاظ
در خاک رفت و چهرهٔ آسودگی ندید — انجام کار گریهٔ غمّاز کن لحاظ
مردان ز خاک هم خبرِ آسمان دهند — فالِ کلام حافظِ شیراز کن لحاظ

سخن روشنگرِ آئینهٔ جان است در واقع — چراغِ مشهدِ طوطی نوایان است در واقع
نظر کن صبح نوروزی که افتد روز عاشورا — نشاط و غم بهم دست و گریبان است در واقع
برهمن از درِ بتخانه بے جا کام می جوید — بجای خویش بُت هم سخت حیران است در واقع
گل مغرور را گلچینِ منصف سر برید آخر — نگاهِ عجز بلبل تیغ عریان است در واقع

ز خال گوشهٔ آن چشم سخت مے ترسم — که هندوئی شده با کافرِ فرنگ رفیق

کسی چگونه شود آشنایِ نشئهٔ تاک — غذائی دوزخیان است آب آتشناک

دل از خیالِ مهوشان یک شهر سامان در بغل — این شیشه با شد دیدنی دارد چراغان در بغل
روزِ قیامت هر کسی در دست گیرد نامهٔ — من نیز حاضر می شوم تصویرِ جانان در بغل
تا وا کند بادِ صبا فالی برایِ مقدمت — آمد به گلشن شاخ گل از غنچه قرآن در بغل
شهرِ نکویان دیده ام خوانند درسِ حسنِ خود — جای کتاب آئینه هر طفلِ دبستان در بغل
از دستِ موجِ اولین بی طاقتیها مے کنی — دارد حبابِ آسمان بسیار طوفان در بغل
از سردیِ طبعِ جهان وا ماند خلق از کارها — گیرند مردم دستها فصلِ زمستان در بغل

آزاد با این دردِ دل آرد اگر رو در چمن   پوشیده قمری را کند سروِ خرامان در بغل

در عدم از جلوهٔ حسنت خبرمی داشتم   دیده را محوِ تماشای کمر می داشتم

کرد آخر نا توانیها ز صیادم خجل   می پریدم تا قفس گر بال و پر می داشتم

تحفهٔ شایستهٔ احباب از اقلیم فقر   گر نه این دستِ دعا بودی چه بر می داشتم

از کمانِ بحث کج هر جا خدنگی سر کشید   پیشش روانه مُهرِ خاموشی سپر می داشتم

خاکساری صندلی مالید بر پیشانیم   ورنه از سودای رفعت دردِ سر می داشتم

حسن او نادیده شورِ عشق در سر داشتم   از عدم مانند گوهر دیدهٔ تر داشتم

هر کسی برداشت چیزی را ز اسبابِ جهان   من ازین دنیای فانی دست را بر داشتم

نامهٔ سوزِ مرا حاجت بوا کردن نشد   داغ صد طاؤس بر بالِ کبوتر داشتم

دامانِ وحشتی ز جهان بر کمر زدم   چون بوی گل شکسته قفس بال و پر زدم

تا آمدم چو غنچهٔ نرگس درین چمن   چشمی کشادم و گلِ حیرت بسر زدم

بیادِ چشم او در انجمن دیوانه گردیدم   ز جا برخاستم گردِ سرِ پیمانه گردیدم

به بینشِ غیر با من نامناسب دید آمیزش   ز انداز نگاهی یافتم بیگانه گردیدم

کجا در بزمِ من آن شمعِ بی پروا قدم زد   خیالش در نظر آوردم و پروانه گردیدم

چو سایه در قدمِ سروِ سرفرازِ توام   مریدِ سلسلهٔ گیسوی درازِ توام

من از جنابِ تو دستِ حمایتی خواهم   چراغ سوخته داغ جانگدازِ توام

نگاهِ تست به آزاد بیش از دگران   غلام معتقدِ حُسن امتیازِ توام

شبی که گم شده آن آفتاب از نظرم   ز اشک ریزیِ مژگان ستاره می شمرم

زمن جدا شده دل رفت در پیِ دهنش   ازین مسافرِ راهِ عدم نشد خبرم

تو آفتابی و من ماه بی نصیب محاق   بیا درین دو سه شب بیتو داغ شد جگرم

شبِ وصل است گیر و اشکِ شادی راه دیدارم   چه باید کرد افتاده است با طفلی سر و کارم

در پیرده حیرت سرشک بیتابم　　ز پشت آینه بر رو دوید سیمابم
شود چو تیغ به میدان اصالتم روشن　　اگر حریف شود سنگ رو نمی تابم

یار را دیدن من در عرقِ شرم نشاند　　از نگاهِ غلطِ خویش پشیمان گشتم

حقوقِ بندۀ صاحب وفا رعایت کن　　تصدقِ سرِ خود بوسۀ عنایت کن
غریب شهر توام دردِ من تو می دانی　　اگر دوا نکنی تو بنی عیادت کن
امیدوار گرفتاریم درین صحرا　　ز دام جذبۀ خود حلقۀ کرامت کن

گره ز ابروی خود وا نکرد قاتلِ من　　شهید این دو کمان مهره است بسملِ من
چو شیشه که دران نرگس از هنر سازند　　خیال چشم کسی جا گرفت در دلِ من
حباب خوش منشم مے زیم بوضع صفا　　ز آب صرف بنا کرده اند منزلِ من
بحال مجلسیان طرفه گرم دلسوزی است　　خدا زیاده کند عمر شمع محفلِ من

سیرِ حسنِ آن ذقن با زلف عنبر فام کن　　سایۀ و چاه است ای دل اند کی آرام کن

می رسد از خانۀ آئینه سرشارِ جنون　　این پری از سایۀ خود شد گرفتارِ جنون

تیغ تو سینه را کرد افگار تا بگردن　　این آب کرد طغیان یکبار تا بگردن
همچون نگین نباشد فارغ ز دل خراشی　　در زر اگر نشیند زر دار تا بگردن

نگردد محو از لوحِ جهان حرفِ ثباتِ من　　که باشد در دمِ تیغ قلم آبِ حیاتِ من
دلِ آن شوخ شاعر پیشه آخر سوخت بر حالم　　که انشا کرد بعد از مرگ تاریخ وفاتِ من

به دامانِ کسی جز دامنِ خود جا نمی گیرد　　برنگِ جوهرِ آئینه گر خیزد غبارِ من

تنها چو برق تا درِ مطلب دویده رو　　بی انتظار قافله در خون طپیده رو
لازم بود زکوٰة مغیلان درین طریق　　از خارهای بادیه دامن نچیده رو

نه از خلخال زرین زیور آن سروِ سهی کرده　　بپایش بوسه زد خورشید و قالب را تهی کرده

بزرگ و خورد جهان است در نیاز یکی　　که هست شاه و گدا در صفِ نماز یکی

نوای نی نوازی بر دلِ من زخم زد کاری — نهان در پردهٔ نی ناخنِ شیر است پنداری

سر دنبالهٔ چشمِ تو دارد خال موزونی — کمر بستند با تارِ سیه تعویذ بیماری

به پشتی کار گیرد از صفِ برگشتهٔ مژگان — توان آموخت از چشمِ بتان آئینِ سرداری

دلِ آزاد را خشمِ بتان غمگین نمی سازد — نگردد در هوای آتشین آئینه زنگاری

آئینه وار تصفیه گر آرزو کنی — دل را ز آبِ دیدهٔ خود شست و شو کنی

گفتم باو - چرا شکنی دل - جواب داد — در ملکِ من ترا نرسد گفتگو کنی

زیبد ترا اگر به لباسِ برهنگی — از نقشِ بوریای قناعت اتو کنی

آزاد پیرِ میکده ارشاد مے کند — در پای خم نشینی و می در سبو کنی

دلربایانه به ویرانهٔ ما می آئی — می توان یافت که از شهرِ وفا می آئی

طرزِ شوخی نگذارد که نشینی یکجا — به تماشای چمن یا بحنا می آئی

می توان ریخت عبیری ز غبارِ دامن — گر به گلگشتِ مزارِ شهدا می آئی

بر سرِ مشهدِ آزاد شنیدم امروز — که تو می آئی و بسیار بجا می آئی

نیست در ربطِ دلی حاجتِ قربِ بدنی — تشنهٔ دشتِ عقیق است سهیلِ یمنی

داد آزاد گهرها قلمِ واسطی را — هست رسمِ شرفا پاس حقِ هموطنی

نمود جلوهٔ اعجاز شمعِ مُطّلبی — نماند شوخیِ چشمِ شرار بولهبی

فدای خاصیتِ وادی عقیق شوم — که کرد ریگِ روانش علاج تشنه لبی

زیارتِ تو کند آفتاب هر شب نذر — رود صباح جلو ریز جانبِ غربی

زبسکه ذوقِ شکستِ تو داشت ساغرِ ماه — گرفت رنگِ نزاکت ز شیشهٔ حلبی

خوش است حسنِ تقاضا ز باغبانِ کریم — نصیب ذائقه ام کن حلاوتِ رطبی

بآفتابِ نبوت رسانده ایم نسب — توان ز ذرهٔ ما دید نور خوش نسبی

بملکِ هند چو من نیست طوطئ آزاد — که کرد تربیتِ من شکر لبِ عربی

سلطانِ رسل شمع شبستانِ یقین پروانۂ او چراغ ماہ و پروین
نخلِ قدِ او درین چمن سایہ فگند برق جہانیان نہ بر روی زمین

(۱۲۳) یوسف - میر محمد یوسف سلمہ اللہ تعالیٰ

بن سید محمد اشرف الحسینی الواسطی البلگرامی - ولادت او بیست و یکم شوال روز دوشنبہ سنہ ستہ عشر و مأتہ و الف (۱۱۱۶) دست داد

مشارٌ الیہ سابق واسطۃ العقد فضلاست و حالا بیت الغزل شعرا - صاحب شان عالی است - و عزیز مصر صاحب کمالی - زلیخای دانش را در پیرانہ سری بہ خلعت جوانی نواختہ - و حاصل زراعت علم را در ایام قحط سالی بچہ مرتبہ ارزان ساختہ - طبع دقیقش نشتر عروق اشکالات - قوت حافظہ اش پرینخانہ فراوان معلومات - عملی کہ ثمرۂ شجرۂ علم است سرمایۂ بوستانش - و حسن خلق کہ گل سرسبد آدمیت است پیرایۂ گلستانش

من شکستہ بال و میر صاحب کمال دخترزادہای حضرت علامی میر عبد الجلیل بلگرامی ایم نوّر اللہ ضریحہ - از بتاشیر ایام زندگانی تا اواسط ہنگام جوانی درس آموز یک دبستان - و عندلیب یک گلستانیم - کتب درسی از بدایت تا نہایت بجناب استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی بَرَّدَ اللّٰہُ مَضْجَعَہٗ گذرانیدیم - و لغت و حدیث و سیر نبوی در خدمت علامۂ بے بدیل میر عبد الجلیل اجلہ اللہ تعالیٰ بسند رسانیدیم و عروض و قافیہ و بعض فنون ادب از خدمت میر سید محمد سلمہ اللہ تعالیٰ اخذ نمودیم -

طریق تحصیل چنین بود کہ پیوستہ دو کتاب با کتابی واحد از دو مقام بسماعت و قراءت یکدیگر مے خواندیم - و شبدیز سعے در مضمار تحصیل می راندیم اگر احیانا یکی را عارضۂ رومی داد سبق دیگری در معرض توقف مے افتاد - و در وقت اقامت وطن و کسب علوم چندی اوقات در افادۂ طلبہ نیز صرف گردید -

میر محمد یوسف در سنہ سبع وخمسین و مأئۃ والف (۱۱۵۷) در دار الخلافہ شاہجہان آباد از بعض فضلاء آن بلدہ علوم ریاضی ہیئت و ہندسہ وحساب و غیرہا خوانده قدرتی عالی در فنون ریاضی بہم رسانند۔

و بہ ارادت سید العارفین میر سید لطف اللہ قُدِّسَ سِرُّہٗ استسعاد یافتہ ہموارہ بطاعت و عبادت و بمطالعہ ومباحثہ کتاب می گذراند۔ و باوصف شواغل معاش تعمیر اوقات از دست نمے داد۔

و میر کتابی تالیف نمودہ باسم "اَلْفَرعُ النَّابِتُ مِنَ الاصل الثابت" مشتمل بر چہار اصل و خاتمہ در تحقیق مسئلہ توحید کہ تحریرش بسیار متین ولطیف واقع شدہ و مطالب بلند و مقاصد ارجمند فراہم آوردہ شَکَرَ اللّٰہُ سَعْیَہٗ۔ راقم الحروف در تاریخ اتمام این کتاب گوید ؎

میر یوسف عزیز مصر کمال	از خم معرفت کشید رحیق
کرد در وحدت شہود رقم	نسخۂ تازۂ بہ فکر عمیق
از احادیث و از کلام اللہ	کرد اثبات حق زہی توفیق
ہست این نقش دلنشین الحق	یادگاری ز خامۂ تدقیق
سال تالیف این کتاب خرد	گفت۔ شمع مجالس تحقیق

اکنون سروستان اشعار موزونش بالیدنے دارد۔ ونسائم انفاس ہمایونش خرامیدنے ؎

زجام مہر لود ہمچو بدر ہستی ما	بقدر وصل شود محو یار ہستی ما
برنگ نقش نگین از فروتنی آخر	چہ نامہا کہ برآوردہ است پستی ما
زطرف دامن پاک تو کامیاب نشد	بخواب ہمچو زلیخا درازدستی ما
ہمین کہ چشم کشودیم صبح چون شبنم	زآفتاب رخت رنگ باخت ہستی ما

دلم ز عرض تحمل ملول شد یوسف | غبار آینه گردید خود پرستی ما

از نالهٔ ما در دلِ جانان اثری هست | پیوند سرِ رشتهٔ ما با گهری هست
ای گل خبر از بلبل بیچاره چه پرسی | افتاده به کنج قفسی بال و پری هست
قمری به سرِ تربتِ من گرم فغان است | بسمل شدهٔ قدِّ ترا نوحه گری هست
گر نیست نشانی ز دلِ سوختهٔ من | شادم که درین راه مرا چشم تری هست
سوزد جگرم از اثرِ گرمی آهش | دانم که به خاکسترِ قمری شرری هست
پیغامِ من و یادِ صبا این چه خیال است | در کوی تو از آه مرا نامه بری هست
زندانیِ چاهِ ذقن از خود شده یوسف | داند که ترا نیز بحالش نظری هست

مانند شمع از همه آزاده می رویم | صد جاده سوختیم و بیک جاده می رویم
صورت نه بست در دلِ ما نقش هیچکس | آئینه وار از دو جهان ساده می رویم
در شاهراه عشق نداریم کاهلی | چون شمع در مقام خود استاده می رویم
در دور چشم یار شکستیم توبه را | بیرون ز دام سبحه و سجاده می رویم
در راه شوق تا سرِ کوی تو عمرهاست | بی دست و پا چو جادهٔ افتاده می رویم
پست و بلند راه ندانیم همچو سیل | یوسف عنان خویش ز کف داده می رویم

از تواضع رتبهٔ صاحب کلاهی یافتم | یوسفم از بندگی اقبال شاهی یافتم
تا تغافل کرد دیدم سیرِ آن طنّازه را | التفاتِ چشم او در کم نگاهی یافتم
دیده ام دریای شورِ عشق را ساحل نداشت | کشتیِ خود را درین دریا تباهی یافتم
نامهٔ اعمال خود یک عمر یوسف خوانده ام | حرف انجامش همین لطفِ الٰهی یافتم

رباعی

ای در چمنِ پیمبران تازه گلی | در محفل ساکنانِ لاهوت مُلی
یوسف نتواند که کند نعت ترا | آغاز دو عالمی و ختمِ رُسُلی

شاہی کہ لباس نور پیرایۂ اوست　　خورشید و قمر بہرہ ور از مایۂ اوست
ہر چند کہ ذات پاک او سایہ نداشت　　اما دو جہان غنودہ در سایۂ اوست

گر مہر رخِ تو جلوہ پیرا نشدی　　یک ذرہ ز کائنات پیدا نشدی
در نقطۂ نور نگشتی مرکز　　نہ دائرۂ فلک ہویدا نشدی

خود شافعِ محشر است شاہِ مردان　　این حرف بسان آفتاب است عیان
زان رو کہ عبادت است دیدن او را　　چشمے بکشا بروی شیرِ یزدان

دریاب بہارِ گل و ریحان نبی　　سبطین کریمین دل و جان نبی
سرمایۂ کونین ازینہا برگیر　　کین لعل و زمرد اند از کان نبی

وقتی این غزل بہ مشارٌ الیہ فرستادم ؎

جان می طلبد لقای یوسف　　دل می طپد از برای یوسف
ای باد صبا نوازشی کن　　از نکہتِ جان فزای یوسف
آزادم و بودہ ام گرفتار　　در سلسلۂ ہوای یوسف
از دیدۂ شوق تکمہ سازم　　وز پردۂ دل قبای یوسف
گیرند بسرمہ خاکِ راہش　　چشمِ من و خاکپای یوسف
مصرِ دلِ من ہمیشہ آباد　　از جلوۂ دلکشای یوسف
ہم عمر برادرِ شفیقم　　از حق طلبم بقای یوسف
بازار محبت است اینجا　　نقدِ دلِ من بہای یوسف
او قدر شناس بندہ آزاد　　من شیفتۂ ادای یوسف

مشارٌ الیہ در جواب این غزل طرح کردہ ارسال فرمودہ ؎

سلطانِ جہان گدای آزاد　　جم مرتبہ بینوای آزاد
پہلو ز کنار من تہی کرد　　این دل کہ شد آشنای آزاد

شوریده ببستانِ قمریم کرد　　سروِ قدِ دلربای آزاد
گل را بچمن نمی توان دید　　بی چهرهٔ دلکشای آزاد
چون سرمه جلای دیدهٔ من　　گردِ سُمِ بادپای آزاد
از طوف مدینه آبرویش　　وز دولت حج صفای آزاد
یک عمره بنام من اداکرد　　یک عمر کنم دعای آزاد
گر جمله زبان شوم چو سوسن　　دشوار ز من ثنای آزاد
آزاد شفیق بنده یوسف　　من در گرد هوای آزاد

وایضاً این غزل به فقیر تحریر نموده

تا دلم از رهِ تو دور اُفتاد　　چون جرس از فغان ندارد یاد
سنگ را آب کرد گریهٔ من　　کوه را داد ناله ام برباد
دلِ من قمری است زمزمه سنج　　سروِ موزونِ من قدِ آزاد
که رساند غبار من به درش　　کاش بادِ صبا کند امداد
او غلامِ علی و خاکِ درش　　یوسفِ ما عزیز مصر و داد
نام او بر عقیق دل کندم　　این نگین را چه خوب نقش اُفتاد
به که بر دوستان بیان سازم　　ربط اورا برائے استشهاد
من واویم از ازل تو ام　　سنهٔ ما یکے ست در میلاد
هردو بودیم موردِ یک فیض　　درس خواندیم پیش یک استاد
وقت تحصیلِ ما به بیضاوی　　مشترک بود کسب استعداد
چون کمر بست جانب حرمین　　بهره اندوز شد ز خاکِ مراد
سعی یک عمره کرد از پیِ من　　دلِ او باد از صفا آباد
چه توان کرد شرح احسانش　　جز دُعا در جناب ربِّ عباد

در جهان یاد چون تخلص خود　　یارب از قید این و آن آزاد

(۱۲۴) غلام میر غلام نبی بلگرامی

بن سید محمد باقر بن سید عبد الحمید از اولاد سید محمود اکبر بلگرامی است قدس سره که در فصل فقرا از دفتر اوّل مذکور شد۔

تولّد میر غلام نبی دوم محرم مکرم سنه احدی عشر و مائة و الف (۱۱۱۱) دست داد و او همشیره زادهٔ علامی میر عبد الجلیل بلگرامی است نوّر الله مضجعه۔ هرگاه خبر تولّد او به علامهٔ مسطور که با خلد مکان در نواحی قلعه ستاره تشریف داشت۔ رسید حضرت علامی خواست که تاریخ تولّد او ضبط نماید۔ در همین فکر خواب برد۔ در عالم رویا صورت مولود را دید که می گوید ع نور چشم باقر عبد الحمیدم

بعد بیدار شدن چون عدد مصراع بشمار رسید تاریخ کامل بر آمد۔ سه مصراع دیگر فراهم آورده قطعه در بحر رمل مسدس سالم که سه بار فاعلاتن باشد نظم کرد که ؎

نور چشم میر باقر گفت با من　　چون گل خورشید در عالم دمیدم
سال تاریخ تولد خود بگفتم　　نور چشم باقر عبد الحمیدم ۱۱۱۱ھ

و به مردم بلگرام قلمی فرمود که این مولود مسعود شاعر خواهد شد۔ آخر نوعی که از زبان شریف بر آمده بود بظهور رسید۔

مشارٌ الیه در صفای ذکا و علو فطرت و انواع قابلیت یکتای زمان بود و در فنون عربی و فارسی و هندی ممتاز اقران۔ تحصیل علمی تمام در خدمت استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب ثراه نمود۔

و سلیقهٔ او با ترتیب نظم نهایت مناسب افتاد۔ بسیار شعر هندی که درین فن کوس یکتائی می نواخت۔ و طوطیان هند را دوچار آئینهٔ حیرت مے ساخت۔ برخی از نورسان

حدیقۂ طبعش در فصل ثانی جلوه می کند

ونیز در موسیقی وساز ہندی نقش مہارت می زد۔ با این ہمہ ہنر ہا در میدان شجاعت دلیر بود۔ و در فن تیر اندازی بی نظیر۔

پایان عمر در رفقاء نواب صفدر جنگ وزیر انتظام داشت و در جنگی کہ نواب وزیر را با افاغنہ[۱] پیش آمد میر غلام نبی در معرکہ مفقود گردید۔ وچون عنقا بسر منزل بے نشانی آرامش گزید۔ واین سانحہ بیست و دوم شوال سنہ ثلث وستین ومائتہ والف (۱۱۶۳) مابین بیتالی وسہاور از توابع اکبر آباد واقع شد محرر کتاب گوید ؎

وحید زمان سید خوش سخن   بہ فردوس مے زد ز جام نبی
قلم گریہ سر کردہ تاریخ او   رقم کرد "ہی ہی غلام نبی"

فیمابین میر و فقیر محبت تام بود وسالہا در بلگرام وشاہجہان آباد والہ آباد ہم صحبت بودیم۔ حیف کہ این چنین ہم جنس صاحب کمال ازین عالم رحلت کرد وانجمن یاران را بی حلاوت ساخت۔

میرزا جانجانان مظہر سلمہ اللہ تعالیٰ فن شعر ہندی از میر غلام نبی اخذ نمود۔

این چند بیت فارسی یادگار اوست ؎

ہمیشہ در دل خود یاد زلف او دارم   فسونگرم کہ چنین مار در سبو دارم
از خرام اودری بر خویشتن وا می کنم   عالم بالا درین عالم تماشا می کنم
آخر از تیرگی بخت نگین کام گرفت   کہ ز لعل لب او بوسہ بہ پیغام گرفت
بسکہ شد آغوش بستی منزل آرام من   چون نگین در موم ہم بالا نگردد نام من
ہمرہ خود این رقیب بدرگ آوردی چرا   من نہ آن صیدم کہ بگر بزم سگ آوردی چرا

---

[۱] مآثر الامرا جلد ۱ صفحہ ۳۶۲ تذکرہ صفدر جنگ۔

خط ز زلف تو رخ بزور گرفت — جای مار این هجوم مور گرفت
تا نمک ریخت به جراحت من — لب شیرین یار شور گرفت
در چمن چون گل بنا شد آشنای عندلیب — کز ته دل زر بر آرد از برای عندلیب
در چمن گل بر کف خود زعفران آورده است — تا بدل با خنده سازد گریه‌های عندلیب
دوزخ عشاق باشد بی رخ جانان بهشت — باغ بی گل می شود ماتم سرای عندلیب
داد از دست نگاه تو که هنگام وصال — چون تغافل دهد از دست حیا ساز کند

رباعی

آنها که براه بی هراسی شده اند — در خلق علم بحق شناسی شده اند
در باب که این خدا فروشان جهان — در ترک لباس خوش لباسی شده اند

(۱۲۵) عجیب ـ سید قریش بلگرامی

از احفاد سید بدر الدین جد القبیله یکی از قبائل اربعه محله سیدواره و برادر خالزادهٔ حقیقی جد جلیل میر عبد الجلیل است۔

خوش خلق و ظریف بود۔ و سلیقهٔ نظمی داشت۔ در مدح سیدی می گوید

گل همان به که ز گلزار پیمبر باشد — مل همان به که ز میخانهٔ کوثر باشد
گوهر آن نیست که از لطفهٔ نیسان زاید — گوهر آن ست که از معدن حیدر باشد
ای خوشا تازه نهالی که به بستان شرف — دست پروردهٔ زهراء مطهر باشد
آنکه از جبهه او نور سیادت پیدا است — عالم افروز تر از نیر اکبر باشد
در زمینی که بخندد گل خلق حسنش — هر کف خاک بخاصیت عنبر باشد
چشم بد دور ز سیمای حسینی نسبی — چمن آرای جهان این گل احمر باشد
مدح او را نتوان در قلم آورد عجیب — زانکه از حوصلهٔ خامه فزون تر باشد

اواخر ایام زندگانی همراه نواب مبارز الملک سربلند خان تونی - جانب گجرات احمدآباد رفت و درآنجا این بیت فارسی وهندی آمیز از طبعش سرزد

اندکی ایڑ گر زنم بہ سمند　　　ٹپلۂ ہفت آسمان ٹپ جائے

قضارا برطبق مضمون بیت درسنہ اربعین ومأتہ والف (۱۱۴۰) خود با اسپ غائب گردید و نوعی توسن را جلوریز ساخت کہ گردی ازہیچ جا برنخاست - عمرش قریب بہ شصت سال بود - رحمہ اللہ تعالیٰ

(۱۲۶) بیخبر - میر عظمت اللہ بلگرامی

خلف الصدق سید العارفین میر سید لطف اللہ بلگرامی قدس اللہ اسرارہما گلہائی مناقب و الا از چمن اوّل باید چید - و روائحی کہ مشام ملأ اعلیٰ را معطر سازد باید شنید -

میر بی نظیر از عرفاء شعراست - و از صوفیۂ صاحب لسان - و در ادای حقائق و معارف ممتاز زمان - طرز کلامش بہ نمکینی ادای خوبان و انداز بیانش بہ دلنشینی عشوۂ محبوبان - نکہت خلقش سرمایۂ ختنہا - و رنگینی صحبتش سازو برگ چمنہا - خاص و عام راغب مجلس خاص بودند - و در خور استعداد طرفی می بستند -

بیخبر تخلص بجا می کرد کہ باخبر بیخبر بود - و برقول حضرت لسان الغیب عمل می فرمود کہ ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز　　　ورنہ در مجلس رندان خبری نیست کہ نیست

و او را با میرزا عبد القادر بیدل ملاقات است - در تذکرۂ خود مسمّٰی بہ "سفینۂ بیخبر" مجلس خود را با میرزا بیدل ذکر کردہ - در ینجا کلام او نقل کردہ می شود :-

"فقیر را که اتفاق دید وا دید ایشان افتاد - حقا که درکمال خلق و مزه و درد و شوق یافتم - تا که
"تشنه بودم سوای اشعار مقتضی شوق و فقر دیگر حرف بر زبان نراند - بنده گفتم ضیا فت طبع فقیر
"می فرمایند گفت ای صاحب بعد مدتی ہیچو شما ہمرنگ را غنیمت یافته ایم - بعد ازان این
"سه بیت فقیر که در ذکر بمقام خود ها خوانده شد نقل گرفته برخاسته رخصت فرمود - ابیات اگرچه
"قابل ایراد اینجا نیست اما بجهت اتمام تقریب نوشته می شود ؎

"این قدر هرزه چه پویی راست دیدن عبث است | چاک کن سینهٔ خود را سر راهی دریاب
"بلند افتند چو مقطع پست سازد حسن مطلع را | کشند پائین محفل قدر من بالانشینان را
" خون شدم بیخبر ز دست تهی | جامهٔ فقر رنگ باید کرد

"برین بیت عزیزی گفت میرزا صاحب حسن این شعر معلوم نشد - میرزا فرمود - در فقیر
"مرتبه الیست تا خدا کرا نصیب کند - مجملا شرح آن این مصراع بیخبر است که ع
" دولت پاینده در دست تهی ست

"وآنچه میرزا از اشعار خود به تقریبها خواند تا کجا در خاطر باشد اما این دو بیت بیاد می
"آید ؎

"بیدل همه تن خاک شدی لیک چه حاصل | در خاک نشستی و بران در نه نشستی
"گویند بهشت جای خوبی ست | آنجا هم اگر دماغ باشد

"داین بیت خاقانی هم خوانده بود ؎

"همسایه شنید ناله ام گفت | خاقانی را دگر شب آمد انتهی

در سنه اربع و ثلثین و مائة و الف (۱۱۳۴) میر و فقیر از بلگرام تا شاهجهان آباد
هم سفر بودیم - و چون کواکب سیّاره به شرکت گردون راه پیمودیم - تمام راه بحظ دلخواه گذشت
این چنین سفر بمراتب بر حضر رجحان دارد -
"روزی نقل فرمود که هرگاه این مطلع از من سرزد ؎

از صف مژگان خونریزش نگاه آید برون   چون سوار یکه تازی کز سپاه آمد برون

شخصی که خود را شاعر می گرفت مطلعی درجواب انشا کرد۔ چون مطلع او از معنی معرا بود یاران گفتند که لطف مطلع بیخبر خود ظاهر است اما لطف مطلع شما مفهوم نمی شود۔ جواب داد که هنوز لطف گذاشتن باقی ست۔

میر خط شکسته بسیار نادر و دلپذیر می نوشت۔ و در موسیقی هم فهم رسائی داشت۔

کلیاتش اقسام نظم قریب هفت هزار بیت است۔ از دیوانش این اشعار بترتیب ردیف صورت تحریر می پذیرد۔

بهائی نیست غیر از نقد تحسین شعر موزون را   مده هرگز بجوهر ناشناس این در مکنون را
نباشد این قدر آسان بتحقیق سخن رفتن   خدا رس می شود هر کس رسد انداز مضمون را
مکن جمع آن قدر دولت که گردد بار بر دوشت   فرو سنگینی زر برد زیر خاک قارون را
مکن ای صبح ضائع بر جبینش صندل خود را   که دوران سر از دود دل خلق است گردون را
نمیس دختر زر هر که شد علامه می گردد   که حکمت منکشف از خم نشینی شد فلاطون را

سخت زندانی ست هستی ای ز خود غافل بر آ   می شوی پابند آخر بیشتر زین گل بر آ
ما غریبان را بزیر خاک هم نگذاشتند   صبح محشر می کند فریاد کز منزل بر آ
ناتوان لیلی شدن حیف است آهنگ جنون   این چنین کز خویش بر می آئی از محمل بر آ
عالمی در انتظار آن وفا بیگانه مرد   کیست گوید بیخبر کز خانه ای قاتل بر آ

تا کی نهی برای صبوحی بباغ پا   چشم کسی به بین و بزن بر ایاغ پا
صد کاروان بروشنیم راه می روند   در تیرگی ست گرچه مرا چون چراغ پا
آن را که زیر خاک کند چرخ مرده نیست   چندی دراز کرد به کنج فراغ پا

کس نیست بعالم که شود همنفس ما   ای بیکسی اکنون تو شدی دادرس ما

ماییم بصد رنگ گرفتار محبت — فرقی نتوان کرد ز گلشن قفس ما

کی بود بازیچهٔ شادی و غم آیینِ ما — گردشِ احوال قربان است بر تمکینِ ما

ناخن اول در دلِ شاعر زند شعر بلند — تیغ خون آلوده آید مصرعِ رنگینِ ما

در قیامت هم نگردد از هم مژگانِ او — بشنود فرهاد گر افسانهٔ شیرینِ ما

ما بهفتاد و دو ملت صلح کل داریم و بس — جادهٔ دارد بهر مذهب طریقِ دینِ ما

صحبتِ یارانِ موزون سرو و گل از یاد برد — غیرتِ گلزار باشد مجلسِ رنگینِ ما

تا سر از زانوی آن آرام جان برداشتم — نیست غیر از ساعدِ خود تکیه بر بالینِ ما

تا به کی داری چنین حیران و سرگردان مرا — یکدم ای ظالم بگردِ خویشتن گردان مرا

غیر را در بارگاهِ دیدهٔ من دخل نیست — چوب حجاب است گردِ چشم این مژگان مرا

سلامت در جهان عزلت بود تنها نشینان را — که باشد صد خطر بیرونِ در خلوت گزینان را

بلند افتد چو مقطع پست سازد حسن مطلع را — کشد پایینِ محفل قدرِ من بالانشینان را

نمی بیند میانش را کسی یا رب کجا دانم — مگر در چشم افتاد است موباریک بینان را

بچشمِ عارفان زلفی و رخساری است کفر و دین — جز از حلیهٔ آن ذات باشد پاک دینان را

شود از پیش بینی نقد حاضر نسیهٔ غائب — قیامت بر سر اشنا و است دائم دوربینان را

زیارانِ لباسی کی نمازِ عاشقان آید — وضو بسیار دشوار است این ننگ آستینان را

در اول گام بر پا می کنند ایشان قیامت را — چه سان یک کوچه ره بیند کسی این نازنینان را

کوی رضا گزین نه غم جبر و شر برا — تسلیم کن سرِ خود و از دردِ سر برآ

تا کی اسیرِ هستی موهوم بودنت — دستی بجود فشانده چو آه از جگر برآ

حق ندانستی و در دل نقش بستی باو را — تا کجا در مشت خواهی داشت ظالم باد را

دشتبانی که غفلت فرش راحت گسترد — خواب شیرین بهتر از شیرین بود فرهاد را

برنگ آیینه کسب دگر بود ما را — گذشتن از همه جوهر هنر بود ما را

نه می باقی نه ماند از رفتنت میخانهٔ مارا — خیالی بیش نبود می کف پیمانهٔ مارا

کمند وحدت از گردن کشد زلفت فقیران را — کند مجنون صحرا گرد چشمت گوشه گیران را

جز آه نیست شمع شب افروز سینه را — یک مصرع بلند بس است این سفینه را

بسکه دل تنگ آمد است از صحبت اخوان مرا — کوچهٔ مصر فراغت شد چه و زندان مرا

نباشد منت منعم گوارا مفلس مارا — ز نام کیمیاگر رنگ می گردد مس مارا

ای بدور گردش چشم تو خوش ایام ما — نرگس شهلاست از یاد تو صبح و شام ما

صبحدم چون کرد وا آن چشم خواب آلوده را — جام می آمد بکف هر دست بر هم سوده را

در توکل خانهٔ من مسندی درکار نیست — گرم چون گردید جا فرش نمد باشد مرا

نمی گوید بلندی برگزین یا سیر پستی کن — بلند و پست عالم دیدهٔ هموار کن خود را

دمی ز شوخی ناز تو کس نیاسود است — نشستن و خرام تو می کشد مارا

برگزین حضرت دل عزت شاهی دریاب — باش فرش در خود مسند جاهی دریاب

این قدر پیرزه جیب ورا است دریدن عبث است — چاک کن سینهٔ خود را سر راهی دریاب

کیست کز گردش چشم تو بجائی نرسید — آخر ای شوخ مرا هم به نگاهی دریاب

باده گلرنگ و چمن سبز و هوا دریا بار — لذت این همه زاهد به گناهی دریاب

بیخبر هر چه از خانه برون می آئی — باش فرش در خود مسند جاهی دریاب

نمک بچشم شکر خواب می کند مهتاب — پیاله را گل مهتاب می کند مهتاب

گرچه بالای سراپا ناز هر دلبر بلاست — پیش مصراع قیامت قامت معشوق ماست

این جهان و آن جهان تبدیل جای بیش نیست — آنچه پنداری بقا آخر به تغییر فناست

شکوه از بیوفائیهای معشوقم نبود — یار چندانی که شد بیگانه آخر آشناست

نشئهٔ دیگر توان در می پرستی یافتن — بیخبر گر ساقی کوثر علی مرتضاست

ترک صحبت من ناشاد کرد و رفت — گفتم که من غلام تو آزاد کرد و رفت

خوش آمدی دلم بتو در راه بر نخورد — ای من گواه او که تراباد کرد و رفت
پرویز هم ز قربتِ شیرین نیافت است — از دور آن نگاه که فرهاد کرد و رفت
هرکس که دید مصرعِ برجستهٔ قدش — چشمی کشود و بر سرِ او صاد کرد و رفت
رنگِ ثبات نیست درین گلشنِ دو روز — خوش بلبلی که آمد و فریاد کرد و رفت
دائم بناءِ بیت سخن می کنم بجا — هرکس تلاش در حقِ اولاد کرد و رفت
دیگر کسی چه در پیِ او بیخبر فتد — گفتم که من غلام تو آزاد کرد و رفت

کیش اگر کفر ست و گر اسلام دینی بیش نیست — حاصلِ چندین گمان آخر یقینی بیش نیست
آنکه ما در جلوهٔ او دست و پا گم کرده ایم — آسمان بر خاکِ درگاهش جبینی بیش نیست

آشنائیهائی دریا محنتِ بی حاصل است — گوهرِ مقصود در خاکِ خرابِ ساحل است
نزد این صورت پرستان کز انا الحق منکر اند — حق بآن قدرت اگر منصور گردد باطل است
قامتِ معشوق می روید بجای نیشکر — دیده ام بندِ محبت را زمینِ قابل است
نقص خود در یافتن باشد کمالِ آدمی — ورنه هر ناقص که بینی در حقیقت کامل است
یک زبردستی درین عالم ندیدم بیخبر — دستی از بالای دستی هست دست بازل است

گرچه خلقی دیدم از دامِ تعلق جسته است — بر نیاید تا کسی از خود کجا وا رسته است
سبزهٔ خط نیست بر رخسارِ آن آئینه رو — بسکه آبِ حسن او استاد زنگی بسته است

گرچه شب در خواب روزم در قدح نوشی گذشت — این قدر شادم که عمرِ من به بیهوشی گذشت

خواهشِ ملکِ سلیمان ابلهی است — دولتِ پاینده در دستِ تهی است

طفلی که برا حوالِ شهیدان نظرش نیست — مردم که از شوخیِ خود هم خبرش نیست

هرگز فروتنی نگزیده است پیکرت — خاکِ رهِ کسی نشدی خاک بر سرت

همچو آن شامی که روشن گردد از رنگِ شفق — کاکلت از تابِ رخسارِ تو زنجیرِ طلاست

بر رنگِ آن ندا که ز جانبِ دیگر صدا برگشت — چو برگرد دیده بیرون رفتنم از خود خدا برگشت

کس نشانِ دلِ گم شدهٔ من هیچ نداد — آه در زلف شکن در شکنش چیزی هست

خدا را دیده ام اما پیمبر سید — به قربانش روم یارِ قدیم است

ستم رسیدهٔ غمهای دهر می داند — که ماه نو بکفِ چرخ تیغ عریان است

بی دماغیها مرا شرمندهٔ احباب کرد — خامه ام از سرگرانی پای خواب آلوده است

به بالِ دیگری گر می پرد کس — به حیرت می روم کین طرفه مرغی ست

هرگز نبود قابلِ خط صافیِ رخت — شرمم تو آب ریخت بر آئینه زنگ بست

هزار بار توان کرد با خدا شوخی — ولیک دم نتوان زد به مصطفی گستاخ

این سروها که سر به گلستان کشیده اند — شمشیر بازیِ قدِ او را ندیده اند

هر چند حسن از پسِ صد پرده رخ نمود — ناموس پرده ایست که رندان دریده اند

کردم نگاه صفحهٔ تصویرِ خوش قدان — صورت گران شبیه تو بالا کشیده اند

جمعی که طوفِ کعبه گزیدند بیخبر — بیت المقدسِ دلِ خود را ندیده اند

کیست تا از دست بردِ حسن صورت بگذرد — معنیِ بیگانه باید کز عبارت بگذرد

هر قدم مژگان گیرائی ست خارِ این طریق — مردمی باید کزین میدان سلامت بگذرد

بسکه کم گردید تعظیمِ بزرگان از جهان — وقت آن آمد که سید از نجابت بگذرد

کی بود یا رب که ما کویِ خداوندی زنیم — حیف اوقاتی که در قیدِ عبادت بگذرد

بیخبر زین حلقهٔ احباب می باید رمید — بگذرد عمرِ عزیز و در اطاعت بگذرد

یاد می کردم دلِ گم گشته را دلبر رسید — عشق را نازم که به می خواستم بهتر رسید

عاقبت از هرزه گردیها دلم آسوده شد — رفتم از خود این جهان و آن جهان بیهوده شد

بی حلاوت نیست عسرت در جهان — نان چو شد کمیاب شیرین می شود

هزار بین شده چشمم ز شوخیِ حسنت — غنیمت است که این احولان دو می بینند

در لباسِ تو است یار مدام — نیست مفلس چرا کهن پوشد

معنی از دل بر نمی خیزد ز ضعف مشتری | از گرانبهای قیمت گوهرم در بحر ماند

جز چشم کبود او که دیده است | بادام که پسته مغز باشد

کنون که پیر شدی از خودای فلان بگذر | ز قد خم شده چون تیر از کمان بگذر

کسی ز بهر دو جهان و کسی ز خویش رود | نمی روی تو اگر این چنین چنان بگذر

ما هم اندر پیچ زلف او گرفتار آمدیم | اتفاقی طرفه افتاد یاران شب بخیر

نه چینی عشکند این چنین نه شیشه ز سنگ | بآن صدا که ز دستت دلم شکست امروز

خوشا جهان تهی دستی و غریبانش | زوال نیست در اقبال بی نصیبانش

فلک تمام شفق پوش شد چه شام است این | پرید رنگ مگر از رخ غریبانش

کسیست تا ز من رساند هم مرا پیغام خویش | کرده ام از بسکه گم خود را نیابم نام خویش

عاقبت بینی ست لازم چشم چون روشن شود | پیش پا افتاده می بینه چراغ انجام خویش

خودپسندی ست حرفی از خویش | آینه پیش کرده رو سوی خویش

دماغ نازک فقرم ملامت بر نمی تابد | همان وا کرده دستار از برای درد سر بستم

گرد ملال کز دل صد چاک بیختیم | برداشتیم و بر سر مقصود ریختیم

بودیم پای سعی ولی از نهیب خار | چون سایه در حمایت دامن گریختیم

تا آمد است فرد حقیقت بدست ما | سر رشتهٔ حساب دو عالم گسیختیم

نشسته ایم بذوقی که درد و داغ نداریم | بیا و دوست سلامی که ما دماغ نداریم

به طالبان تجلی بگو عبث نه در آیند | که ما به کلبهٔ تاریک خود چراغ نداریم

بانگ یکرنگی دگر بر مومن و کافر زدم | وحدتم در غیرت آمد یکه بر لشکر زدم

سهل نبود زخم تیغ ناز او برداشتن | بارها زین سر گذشتم تا گلی بر سر زدم

یادت هزه بخشید دل از رزق بریدیم | تا هم تو گرفتیم بلب خویش مکیدیم

آخر نشود سلسلهٔ حسرت عشاق | آهی نکشیدیم که آهی نکشیدیم

پیریم ولی چارهٔ از زیست نداریم　　این بار گران بر سر خود دیده خمیدیم
یارب چه لطافت بود آن غیرت گل را　　جز رنگ ندیدیم و بجز بو نشنیدیم

سرو قدّ تو نهالی ست که من می دانم　　چشم شوخ تو غزالی ست که من می دانم
آنچه در چشمهٔ حیوان ست خضر می داند　　در لب یار زلالی ست که من می دانم
زاهد از چشم بتان روغن بادام طلب　　سر خشک تو سفالی ست که من می دانم
بارها از سخن خویش بوجد آمده ام　　قال را رتبهٔ حالی ست که من می دانم
در دلم زین ره و رسمی که جهان می دارد　　بیخبر سخت ملالی ست که من می دانم

مدتی شد که در خیال خودیم　　پر فشاندیم و زیر بال خودیم

من بهر وجه آن پری رو را تماشا کرده ام　　همچو گوهر چشم خود بر شش جهت وا کرده ام

بتی کز چشم عالم شد نهان من دیدنی آیم　　شود قربان خود گرد سرش گردیده می آیم

فیض سخن است اینکه بهر بزم رسیدیم　　از بال و پر مصرع برجسته پریدیم

بهر تحقیق خود از پیش خدا می آیم　　فکر بسیار بلندم ز کجا می آیم

نیم شبنم که گه در باغ و گه در راغ بنشینم　　توکل هر کجا رخصت دهد چون داغ بنشینم

دست طلب به دامن آن خوش کمر زدم　　دیدم که پر تهی ست کشیدم بسر زدم

مرا بر مسند جم می نشانند　　الهی بر سر آن کو نشینم

زبس صحرای امکان وحشت انگیز است در چشمم　　در اول دیدنی همچون نگاه واپسین جستم

زبسکه تنگ شدم در میان هر دو جهان　　رهی نماند که در خود گریختم رفتم

بی نیازی همتی دارد کریمان واقف اند　　ما هم از دست رد خود چیزها بخشیده ایم

کجا تاب رخ خورشید دارد دیدهٔ شبنم　　تو در بزم آمدی من خویش را سنجیدم و رفتم

در میان کشمکش ها پای مژگان خویش را　　بیخبر بگذار تا جنگند چندین خر بهم

از صف مژگان خون ریزش نگاه آید برون　　چون سوار یکه تازی کز سپاه آید برون

روبسوی آسمان کردی ندیدی پیش پا | یوسفِ مقصود تو شاید ز چاه آید برون
رند می داند که بیرون آمدن از خویش چیست | زاهد از جرعت کند از خانقاه آید برون
عالمی از بسکه غمگین رفت در زیرِ زمین | وقت آن آمد که جائی سبزه آه آید برون
سعی یاران چیست گردیدن طلا یا مس شدن | عاشقان را آرزو نبود بجز مفلس شدن
پاس خاطر ها چه باشد احتیاطِ شیشها | درد سر بسیار دارد صاحبِ مجلس شدن
از دو چشم او نگه مستانه می آید برون | همچو مدهوشی که از میخانه می آید برون
گریزانند مردم آنچنان از صحبتِ فقرم | که نشست است غیر از گردکس بر پوست تخت من
کی شود یارب که در بزم وصالِ آن پری | من ز خود آیم برون او از نقاب آید برون
دوش یار آمد بسویم تا کشم در بر گذشت | چون کمانِ حلقه بر گردیده ماند آغوش من
شبنمی اما توانی سیل صحرائی شوی | قطرهٔ خود را بجوش آور که دریائی شوی
عقل را در بارگاهِ حسن هرگز دخل نیست | انتظارت می کشد دلبر که شیدائی شوی
کی توان مولی شدن بی دستگاهِ بندگی | باش در کارِ کسی تا کار فرمائی شوی
فیض خود داری چراغِ قطره را روشن کند | آبروی بیت حفظ کن تا دُرِ دریائی شوی
تا توانی بیخبر تنها نشین و شاد باش | نیست غیر از درد سر گر محفل آرائی شوی
مشاطه نیست محرم از حسن روستائی | فرش است سبزه زائی زیبِ برهنه پائی
دلت پر می طپد بر اختلاطِ صحبتِ دنیا | مبادا بیخبر پیدا کنی زین قحبه سوزاکی
بغیر در نتوان راه برد در منزل | به مصطفیٰ نرسی تا به مرتضیٰ نرسی

رباعی

ملکم ملکم ارض و سما هم هستم | تنها نه خودم بلکه خدا هم هستم
ای بیخبران که منکر از من هستید | غافل چه نشستید شما هم هستم
حق است دگر چه تقریر کنم | این است بیان کدام تفسیر کنم

تحصیل نمی توان نمودن حاصل　　من خواب ندیده ام که تعبیر کنم

رحلت میر عظمت الله در شاه جهان آباد روز دوشنبه بیست و چهارم ذی القعده سنه اثنتین و اربعین و مأته و الف (۱۱۴۲) واقع شده. و در جوار مرقد سلطان المشائخ نظام الدین دهلوی قدس سره مدفون گردید.

جامع اوراق در وفات او قصیدهٔ انشا کرد که هر مصراعش تاریخ است و مطلع و حسن مطلع بیخواست ذوقافیتین اتفاق افتاده. پارهٔ از ان قصیده بر نکته سنجان عرض می شود ؎

می زند جوش تلاطم باز عمّان الم　　اشک می ریزد به بردی لوح مژگان قلم
صفحهٔ احوال ماتم سینهٔ مجروح گل　　سنبل زلف بیان چیده پریشان صنم
طائر آسودگی در سیر پرواز فنا　　آهوی هامون طاقت برق مهمیز عدم
چهره پرداز ازل گویا بهامون برکشید　　یک قلم چون علق بسمل چشم آهوی حرم
شعلهٔ اندوه می بالد به صحن روزگار　　صبح محشر می زند از مطلع آفاق دم
از حساب نوحهٔ گیتی چه می پرسی دگر　　بانگ آهی می کشاید پردهٔ گوش اصم
بیدلان در کهنه عالم حلقهٔ شیون زنند　　هر یکی دارد ز سیلاب تحزن دیده نم
لیکن از ادراک کامل سیّد شیرین بیان　　طرفه نهر می قدسیان چیدند باهم در ارم
شمع بزم اهل بیت و کوکب اوج صفا　　مطلع صبح هدی هم شاعرے نازک قلم
عیسی معجز بیان افصح شیرین زبان　　زبدهٔ مشکل کشایان فصیحان عجم
کلک آن دریای جوهر ابر نیسان بهار　　موجهٔ سنبل نزاکت زلف دل جوئی رقم
زادهٔ کلکش بود حرف طلسم راز حق　　نسخهٔ دیوان او دارد پیام جام جم

(۱۲۷) فقیر میر نوازش علی سلمه الله تعالی

خلف الصدق میر عظمت الله بیخبر بلگرامی قدس سره السامی. مشاطهٔ طبع

همایون در انجمن نخستین جمال عرفان می آراید - و درین محفل برقع از روی پری زادان معانی می کشاید -

اکثر سایهٔ التفات بر سر سخن موزون می گسترد - و این خانه زاد موروثی را در آغوش فکر عمیق می پرورد - اشعار او از قصیده و غزل و رباعی مدون است ؎

خاک گردیدیم و از ما آه سردی برنخاست	خانهٔ هستی ز پا افتاد گردی برنخاست
در حضور شمع جان بی صرفه می سازد نثار	از نژاد عشق چون پروانه مردی برنخاست
از یار پیام دغلی را چه کند کس	این قند خوشاب عملی را چه کند کس
بلبل نفسان قدر شناسند چمن را	در باغ دماغ جعلی را چه کند کس
قبای عقل که پوشش نعم است نثار افسوس	اگر ز عشق نشد پاره صد هزار افسوس
برون ز حلقهٔ ز نقش قدم چگونه زنم	که پای همت ما را گزید مار افسوس
صفای آینه از شست و شو نمی آید	علاج دل سیهی از وضو نمی آید
در وجودیم ولی رو به عدم می داریم	در گلو این رگ جان رشتهٔ حب الوطن است
ز پرفشانی مرغان روح شد روشن	که در نشیمن تن راحت قفس هم نیست
دین و دل جان و تن ز دست همه	آه بر فرق او فدا چه می کنم
گرچه بر جستم فقیر از دام سعی مال و جاه	احتیاج آب و نان آخر شکارم کرده است

بعد اتمام تذکره میر نوازش علی شب دوشنبه نوزدهم شعبان سنه سبع و ستین و مائة و الف (۱۱۶۷) به عالم قدس خرامید - و در جنب جد خود میر سید لطف الله قدس سره مدفون گردید - محرر اوراق گوید ؎

روشن دلی سحر نفسی پاک گوهری	وا حسرتا که دامن ازین انجمن فشاند
دل وا طپید و نالهٔ تاریخ را کشید	میر یگانه میر نوازش علی نماند ۱۱۶۷

(۱۲۸) غریب سید کرم الله بلگرامی

برادر اعیانی میر نوازش علی سلمها الله تعالی - تولّد او دوم شعبان سنه خمس و ثلثین و مائة و الف (۱۱۳۵) رو نمود

جوانی خوش سیما و نورسی از ریاض آل عباست - به انواع قابلیت آراسته و به تهذیب اخلاق پیراسته - بیعت بخدمت برادر والاگهر میر نوازش علی سلمه الله تعالی بجا آورده - و از آغاز تا انجام تربیت در صحبت ایشان یافته - و بحکم وراثت از مذاق صوفیهٔ صافیه کامیاب است - و در سلیقهٔ شعری کامل نصاب -

اکثر بر دواوین سخن سنجان قدیم و جدید عبور نموده - و اشعار فراوان در خزانهٔ حافظه فراهم آورده - این چند بیت از وی آید ؎

بسکه دود نالهٔ من در سرش پیچیده است — همچو فانوس خیالی آسمان گردیده است

لعل با آن سرخی با وزن پاسنگی نداشت — دل به میزان تأمل هر دو را سنجیده است

بعد عمری آشنا شد دلبر نامهربان — میتوان دانست قدر آشنا فهمیده است

بعد مردن هم به امید وصال آن پری — چشم من در خود نگاه واپسین دزدیده است

کرد یاد نگه شوخ تو بیمار مرا — داروی نیست بجز شربت دیدار مرا

بسمل افتاده ام از تیغ فراقش شاید — دل طپیدن برساند به در یار مرا

دل نه تنها از سر کوی بتان ناشاد رفت — آه این مشت غبار من همه برباد رفت

نیست شخصی بی گرفتاری درین گلشن مگر — سرو را دیدم که آزاد آمد و آزاد رفت

نمی دارم خیال همکلامی با لب لعلش — بگوش خویش نام خود شنیدن آرزو دارم

دیدمش چون آسمانی چشم پرسیدم که چیست — گفت این آهو ز جولان در غبار خود گم است

آه این برگشتگی از طالع من کی رود — من ز طفلی خورده ام در کاسهٔ گرداب شیر

مردم چشم او دلِ ما را ہمچو زنبور نیشدار گزید

بیک وزدیدہ دیدن خشک مغزی رفع می سازد نگاہش روغن بادام باشد ناتوانان را

چنان بہ شیوۂ دیوانگی شدم مشہور کہ یار نیز مرا دید مرحبائی گفت

رباعی

شیطان چو در گاہ خدا شد مردود پرسید کسی چرا نکردی تو سجود

گفتا کہ منم محو جمالِ رخِ دوست جز ذاتِ خدا دگر ندانم مسجود

بعد ختم سرو آزاد۔ غریب بیست و ہفتم جمادی الآخرہ سنہ تسع وستین ومائۃ والف (۱۱۶۹) رخت بہ عالم سرمدی کشید و در بلگرام مدفون گردید۔ مؤلف کتاب تاریخ نتیجہ گوید ے

شاعرِ خوش گوی صوفی مشربے مُرد در عینِ جوانی یا نصیب

وقت جان رفتن ندا آمد ز غیب بہر تاریخِ وفاتش یا غریب

۱۲ ۲۳
۵۴
۱۱ ۶۹

(۱۲۹) سید غلام مصطفٰے بلگرامی قدس سرہ

بن سید عبداللہ برادر زادۂ حقیقی و مرید سید العارفین میر سید لطف اللہ بلگرامی قدس سرہ۔ سحاب قلم در دامن بحر بیشین دُر مناقب سامی ریختہ۔ و جوہریان کشور فقر را بہ خریداری برانگیختہ۔ درین بساط نیز گوہری چند از واردات قدسیہ می ریزد و لآلی آبدار بگوش معنی پروران می آویزد

میر صاحب مشرب عالی بود۔ و نشئہ فقر و درویشی در بالا داشت ہموارہ بہ شیوۂ سپاہ گری کسب معاش ضروری می کرد۔ و نعل واژون زدہ شبدیز سیر فی اللہ جولان می داد۔

در سنہ ست وثلثین ومائتہ والف (۱۱۳۶) مؤلف اوراق در دار الخلافہ شاہجہان آباد زیر سایۂ عنایت حضرت علامی میر عبد الجلیل بلگرامی جا داشت۔ مشار الیہ نیز دران ایام دران مقام بہ علاقہ نوکری نواب مبارز الملک سربلند خان تونی وارد شد۔ و مثنوی ترجمان اسرار قیومی مولانا رومی قدس سرہٗ از خدمت حضرت علامی سند کرد۔

دران نزدیکی نواب مسطور را ایالت صوبہ گجرات احمد آباد از پیشگاہ خلافت مفوض گردید مشار الیہ در رکاب نواب بآن دیار شتافت وچون حکومت گجرات از عزل نواب بہ راجہ ابھی سنگھ[1] مرزبان خطۂ مارواڑ مقرر شد۔ وبا نواب و راجہ صورت مخالفت رو نمود۔ و در سواد احمد آباد جنگی صعب واقع شد۔ مشار الیہ دران معرکہ جرعۂ شہادت چشید۔ و در سلک اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ منتظم گردید۔ واین واقعہ ہشتم شہر ربیع الاول سنہ ثلث واربعین ومائتہ والف (۱۱۴۳) رو داد۔

بعد انفصال جنگ اجساد جمیع شہدا در میدان یافتند الا سید غلام مصطفیٰ کہ ہر چند تفحص کردند اثری گل نکرد۔

چند روز پیش از شہادت رباعی گفتہ بود۔ واز حال آیندہ اخبار نمودہ۔ رباعی این است ؎

در خلوتِ ماورای ما یاری نیست　　یعنی کہ بہ عرش و فرش اغیاری نیست
ما روح مجردیم ز آلایشِ مرگ　　ما را بہ جنازہ و کفن کاری نیست

سلیقۂ سید در انشاء رباعی مناسب اُفتادہ۔ و دریاہای حقائق و معارف بطرز مولانا سحابی استرآبادی از منبع طبعش جوشیدہ۔ الحق ہر رباعیش چارہ موجہ ایست از بحر عرفان۔ وترانہ ایست از پردۂ لامکان۔ ہر نکتہ اش تازیانۂ دلہای آگاہ است۔ و پرتوی از شعلۂ اِنِّیٓ اَنَا اللّٰہ۔

دیوان رباعیاتش مدون است۔ وبمذاق فقیر از کلامش مبرہن ؎

---

[1] مآثر الامراء جلد سوم ص۵۰۵ تذکرہ سربلند خان تونی۔

جز دوست هر انچه هست اندیشهٔ ما   چون شعلهٔ آتش است در بیشهٔ ما
ما جام شراب عشق اقرب زده ایم   یعنی همه اوست در رگ و ریشهٔ ما

در عشق که فتح باب کردم همه را   سرمست شراب ناب کردم همه را
مرغان که همی زدند پر های دوئی   در نار یکی کباب کردم همه را

این هفت فلک که چون حجاب اند ترا   تا در نگری همه دواب اند ترا
تو پادشهی ولی ز خود بیخبری   پا نه به مه و خور که رکاب اند ترا

هان حال رجال را ببازی مطلب.   تا ساخته کار کار سازی مطلب
از آتش عشق تا نسوزی یکسر   توحید حق از سخن طرازی مطلب

هر نشئه که هست از می ناب من است   جنت چمنی ز باغ شاداب من است
کس را چه خبر ز رتبهٔ عالی من   چون عالم بحت مستی خواب من است

ما را که نه عزّ و نه شرف در کار است   نی بحر و نه گوهر و صدف در کار است
در دیده ولی بهر شناسائی خویش   خاک قدم شاه نجف در کار است

این هستی من برون ز آب و خاک است   وز آتش و آب و انجم و افلاک است
چون درک کند زاهد بیچاره مرا   کین هیئت من کُنه وجود پاک است

من عاشقم و رمیده از دشمن و دوست   از خویش گذشتنی بد و نی نیکوست
زان مغز زمین و آسمانها شده ام   کز روز ازل دریده ام چندین پوست

ای زنده تمام عالم از فیض دمت   خواهان تو نیست جز وجود و عدمت
از من اثری نماند ای دوست که شد   سر تا قدمم فدای سر تا قدمت

ما عاشق ذاتیم صفاتی دگر است   بیرون ز جهاتیم و جهاتی دگر است
ما واجبی ایم ذکر واجب گوئیم   افسانه نویس ممکناتی دگر است

از دیدن روی تو رسیدم در خود   یعنی که جمالت همه دیدم در خود

صد شکر که از شوق تماشای رخت چون برق طپیده آرمیدم در خود

هرکس در خود بهار و باغی دارد در کلبهٔ تاریک چراغی دارد
تو غره مشو که ماهیِ دریائی غوکِ لبِ جوی هم دماغی دارد

زاهد که عبادتِ ریائی دارد در مجمع خلق خود نمائی دارد
هرچند که الله بگوید هر دم والله که الله هوائی دارد

آن فرقه که خویش را ولی می دانند بیچاره عوام را بخود می خوانند
الله و رسول بر زبان می رانند چون در نگری خلیفهٔ شیطانند

هرکس خفاش آفتابش باشد کی محو جمال بی نقابش باشد
زاهد طلبِ مقام تنزیه کند غافل که همان عین حجابش باشد

سر تا بقدم چو دیده می باید شد یعنی که بخود رسیده می باید شد
چون شیشهٔ پر شراب با صد مستی بر طاق بلند چیده می باید شد

وا رستهٔ دردها دوا را چه کند بگذشته ز خویش مدعا را چه کند
سلطانِ جهان بال هما را چه کند هرکس که بخود رسد خدا را چه کند

آنجا که توئی نه راه باشد نه دلیل نی انجم و مهر و ماه گنجد نه خلیل
در عرصهٔ عشق پائی زاهد لنگ است آری نرسد بجای احمد جبریل

در دهر که غول و رهبرِ خویش منم یعنی که مقر و منکرِ خویش منم
هرچیز فتاده است زیرِ نگهم یک نیزه بلند از سرِ خویش منم

بسیار کتب سند ز اُستا کردیم بیهوده تمام عمر غوغا کردیم
شُد مشکلِ ما تمام حل آخرکار چون دفترِ وقت خویش را وا کردیم

بر مشت غبار خویش آبی زده ایم یعنی که به بزم جان شرابی زده ایم
خفاش مباکه بر درِ خانهٔ خود هر جا گل میخ آفتابی زده ایم

وقت است که دل ز دہر بر کندہ کنیم | چون لالہ و گل برین چمن خندہ کنیم
در خلوتِ خویش تحفۂ دُنیا را | عریان ہمہ تن شویم و شرمندہ کنیم

بر دست بگیر ہمچو من پیمانہ | تا وا رہی از یگانہ و بیگانہ
آن گل کہ دمیدہ بود بر بام سرا | عمریست کہ چیدمش بصحنِ خانہ

عشق است کہ گاہ مہر باشد گہ ماہ | ہان تا نشوی چو کورچشمان گمراہ
ہر چیز کہ تو طالب آن می باشی | در صورتِ مطلوب تو آید اللہ

بشنو ای دل حقیقت پنہانی | ایمان موقوف شد بر انسان دانی
ہر چند بصد سجدہ تو حق را خوانی | تا سجدہ بہ آدم نکنی شیطانی

ای آنکہ تراست نسبت پنہانی | بیچون و چگون بحضرت سبحانی
از جسم چہ می روی بجان رو سویش | کس سایۂ بز نمی کند قربانی

(۱۳۰) احمدی ـ سید احمد بلگرامی

بن سید عبد اللہ برادر اعیانی سید غلام مصطفٰے قدّس اللہُ اَسرارَہُما سیدی بود پاک نژاد ـ دست بہ دامن صلاح و تقوٰی زدہ ـ چاشنی گیر لذّت فقر و فنا لنگر بحر وقار و تمکین ـ مرید عم مکرم خود سید العارفین قدس سرہٗ ـ

کتب تصوف اکثر مطالعہ می کرد ـ و مثل برادر خود میل بہ رباعی بیشتر داشت ـ عدد رباعیاتش زیادہ از چہار صد باشد ـ

سید تیر خوب می انداخت و در شجاعت و نبرد آزمائی لوای یکتائی می افراخت ـ

چون ہنگامۂ احمد خان ابدالی در سنہ احدی وستین و مأتہ والف (۱۱۶۱) از طرف قندھار بلند شد ـ و لاہور را غارت کرد ـ و محمد شاہ سلطان دہلی فرزند خود احمد شاہ را با وزیر الممالک نواب قمر الدین خان ـ و نواب صفدر جنگ

ابوالمنصور خان و دیگر امراء عظام۔ برای مقابلہ از شاہ جہان آباد رخصت فرمود۔
میر سید احمد درین یساق ہمراہ نواب صفدر جنگ بود۔ و در اثناء سفر بہ بیماری
درد جگر مبتلا گردید۔ ناگزیر در سہرند توقّف کرد۔ و چون شاہزادہ از سہرند گذشتہ
کنار دریای ستلج بر معبر ماچھی وارہ رسید۔ ابدالی با سی ہزار سوار از راہ لودیانہ
بالا بالا داخل سہرند شد۔ و سیزدہم شہر ربیع الاول سنہ احدی و ستین و مأتہ و الف
(۱۱۶۱) آن شہر را تاراج نمود۔ و ہر کہ دست بہ شمشیر برد کشتہ شد۔ سید احمد جائیکہ
اقامت داشت و بحراست ناموس بعضی سادات و شیوخ می پرداخت زخم تفنگ
بر شکم خورد۔ قضا و قدر از درد جگر نجات دادہ بزخم جانستانی معاوضہ کرد۔ و روز
پنجشنبہ چہاردہم ماہ مذکور مرغ روح او از قفس جسم پرواز داد۔ روز جمعہ در
ہمان حویلی مدفون گردید۔

و چون شاہزادہ را خبر وصول ابدالی بہ سہرند رسید عنان توجّہ جانب سہرند
تافت۔ فوج شرقی غربی شد و فوج غربی شرقی۔ از پانزدہم شہر ربیع الاول تا بیست
و ہشتم مۂ آتش حرب اشتعال داشت۔

بیست و دوم این ماہ روز جمعہ وزیر الممالک نواب قمر الدین خان زیر خیمہ
نماز چاشت خواندہ در وظیفہ بود کہ گولۂ توپ از جانب مقابل رسید و کار تمام کرد۔ و
راجہ ایسر سنگھ پسر جی سنگھ سوائی و دیگر راجہا قریب دوازدہ ہزار سوار از کشتہ
شدن وزیر بی استقلال شدہ راہ گریز بملک خود پیش گرفتند۔ لشکر فیروزی با آنکہ
این دو رخنۂ عظیم راہ یافت پای استقلال افشردہ افاغنہ را شکست فاحش داد۔
و بمفہوم آیہ کریمہ الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ
سَيَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِيْنَ۔ بعد شکست نادر شاہی این فتح عظیم نصیب پادشاہ
ہند شد۔ تاریخ گوئی "فتح خداساز" تاریخ یافت۔
۱۱۶۱ھ

و بعد یک ماه از فتح محمد شاه سلطان دہلی بیست و ہفتم شہر ربیع الآخر شب جمعہ سنہ احدی و ستین و مأتہ و الف (۱۱۶۱) برحمت حق پیوست و پایئن مزار سلطان المشائخ نظام الدین دہلوی قدس سرہٗ درون حریم مبارک مدفون گردید۔

راقم الحروف در رحلت پادشاہ و وزیر و نواب آصف جاہ کہ در ہمین سال فوت کرد تاریخ بتعمیہ می گوید ؎

گفت تاریخ چون کشیدم آہ موت شاہ و وزیر و آصف جاہ
۶ ۱۱ ۶۷
۹
۱۱ ۶۱

القصہ ہرگاہ فتنۂ جنگ فرونشست بعد یک ماہ از دفن جسد سید احمد را از خاک برآوردند۔ بقدرت ایزد سبحانہ سالم برآمد۔ و بیرون لاہوری دروازہ شہر پناہ سہرند بفاصلہ دو تیر پرتاب از دروازہ جانب جنوب از شاہراہ در مقابر شیخ محمد نامدار خانی بخاک سپردند۔

این چند رباعی نتائج طبع اوست ؎

با قدر تو رفعت ہمہ پست آمد ہشیار ز ہیبت تو ہر مست آمد
بیخود افتادہ ام بگیری دستم ای آنکہ ید تو فوق ہر دست آمد

این بندۂ بی ادب کہ ناہموار است دانم کہ متاع کاسد بازار است
یا از دو جہان بساز او را آزاد یا پیش نظر دار اگر درکار است

گر خار بہ گلزار تو باشد باشد ور خلب بہ بازار تو باشد باشد
ہر چند سیاہ رو نباید این جا گر نیل بہ رخسار تو باشد باشد

آنکس کہ گنہ نکرد پیدا نبود او خود خلف آدم و حوّا نبود
حق است اگر خطا ز انسان نشود عیب است اگر عفو خدا را نبود

تا مند بنا ہا خلائق مارا چون فیل کہ ہست در گروہ اعمیٰ

ما را نه مقید و نه مطلق خوانند   الا پیداست این صفتها از ما

امکان که تمام راز در جیب ویست   مقصود ز یُؤمِنُونَ بِالْغَیْبِ ویست

از غیب مراد این شهادت باشد   ایمان آرش که سِرِّ لاریب ویست

گر من عوض بخشش خاصت یارب   در حضرت تو شکر کنم نیست ادب

با تو نه برابری مرا می شاید   شکر کرم خویش تو از خویش طلب

در عقل بسی حال بتر می باشد   گه خوف و گهی رجا بسر می باشد

خوش آنکه درین دیر خرابات اورا   از خویش و نه از خدا خبر می باشد

در گفت و شنید اوست مشهور منم   دیده شده اوست لیک منظور منم

با این همه خیر و شر بمن منسوب است   می نوشد دیگری و مخمور منم

دل شاد توئی اگر دلی شاد کنی   با خویش کنی بهر که بیداد کنی

هر سود و زیان که از تو باشد بر تست   در یاد خودی اگر خدا یاد کنی

ای دل بسرت قسم که جانانه توئی   سرمایهٔ هر عاقل و دیوانه توئی

با تست خدا و مصطفی و هر چیز   امروز امیر بزم این خانه توئی

مقبول اگر کنی مرا ور مردود   نازم که مرا حضرت تو یاد نمود

معشوق بقهر گر بعاشق نگریست   روزی کند از لطف هم اورا خوشنود

ای نام تو احمدست و روح تو احد   یعنی که توئی باعث هر جان و جسد

از اسم مبارکت چو موسوم شدم   محتاج دگر مکن چه از نیک و چه بد

ای احمد مصطفی شفیع دو جهان   بسپرد بدست تو مرا خالق جان

الحال بدست تست کار و بارم   مختار توئی هر چه بخواهی کن آن

از عین علی ذات خدا شد خوشنود   آدم ز تراب او در آمد بوجود

چون دید رسول اصل آدم اورا   ناچار ابو تراب کنیت فرمود

در حبِّ علی زجان و دل بر یابی | وز هر دو جهان رتبهٔ برتر یابی
حق رمز علین و لی چنین می فرماید | کز لفظ علی ذات مرا دریابی

(۱۳۱) فرد۔ سید اسد اللہ بلگرامی

برادر زادۂ حقیقی سیّد غلام مصطفیٰ و دختر زادۂ حقیقی سید العارفین میر سیّد لطف اللہ و مرید آن خدا آگاہ است قدّس اللّٰہ اسرارہم

ولادت او دہم شہر ذی الحجہ سنہ اربعہ عشر و مائۃ والف (۱۱۱۴) رو نمود۔ بہ صفائی ذہن سلیم و ذکای طبع مستقیم ممتاز بود۔ و بدقائق سخن خوب می رسید و نثر خوب می نوشت۔ و چاشنی تصوف بلند داشت و از ہمنشینان راقم الحروف است۔

حیف کہ در عین شباب آن قدر امراض مزمنہ عارض او گشت کہ حیات چند روزہ را در نہایت بی حلاوتی گذرانید۔ و شب شنبہ بیست و دویم جمادی الاولی سنہ تسع و اربعین و مائۃ والف (۱۱۴۹) رخت بدار الامان آخرت کشید۔ محرر اوراق آیۂ کریمہ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ عَلَی الْاَرَائِکِ (۱۱۴۹) تاریخ یافت قبرش جانب غربی محلہ میدان پورہ برکنار مقابر اسلافش واقع شدہ۔

این چند بیت از مسودات او بدست آمد

شب کہ آن ماہ جہان افروز رخصت خواہ شد | آہ من تعظیم کرد و اشک من ہمراہ شد
نگاہ شوخ چشمم ہر طرف بی باک می افتم | نریزد آبروی من اگر بر خاک می افتم
سرشک طفل طبع شوخ چشمی در بغل دارم | نہ پیچم سر اگر بر روی آتشناک می افتم
بہ پایش بوسہ زد رنگ حنا سرخی دو بالا شد | دلم خون شد زحسرت این عجب ہنگامہ برپا شد
نہ ہر کہ تاج بہ تارک زند سری داند | نہ ہر کہ خرقہ بپوشد قلندری داند

دلاوران صف عشق کشتهٔ خویش اند | نه هر که تیغ به بندد سپهگری داند
کسیکه دولت اقلیم نیستی دریافت | شکست آئینهٔ دل سکندری داند
چو سرو هر که بآزادگی قدم افشرد | بزیر بار تعلق شدن خری داند
جهاد نفس بود کار شیر مردان فرد | نه هر که صف شکند او بهادری داند
بود بعالم تجرید ما لباس دگر | بریدن از دو جهان است قطع جامهٔ ما
عروس مقصد مشتاق را از خدا خواهد | وگرنه این حیا پرور کس محرم نمی داند

(۱۳۲) سید عظیم الدین بن سید نجابت بلگرامی

ایضاً برادرزادهٔ حقیقی سید غلام مصطفیٰ ست قدس سرّہا۔

تولّد او شب چهارشنبه هشتم ذی القعده سنه ثلث عشر و مائة و الف (۱۱۱۳) واقع شد۔

سیدی بود صاحب خلق عظیم و میزان طبع مستقیم۔ از آغاز سن وقوف به تتبع شعر پرداخت و قماش نظم و نثر را خوب می شناخت۔ و بنابر مناسبتی فطری گاهی خود هم سخن موزون می نمود۔ و در فکر بر روی خود می کشود

بسعادت ارادت سید العارفین کامیابی داشت۔ و در کوچهٔ تصوف رایت بلندی می افراشت۔ معهذا در وصف شجاعت سرخیل دلیران بود و در بیشهٔ پردلی نی در ناخن شکن شیران۔

او اخر عمر نوکری نواب صفدر جنگ وزیر الممالک اختیار کرد۔ و در جنگی که نواب وزیر را با افاغنه [ملتفت] بیست و دوم شوال سنه ثلث و ستین و مائة و الف (۱۱۶۳) مابین پتیالی و سهاور صورت گرفت میر عظیم الدین و میر غلام نبی که ذکرش نگارش یافت۔ در عرصهٔ کارزار تلف گردیدند۔ و جز داغ حسرت لاله اثری ازین

له مآثر الامرا جلد اول صفحه ۶۷۳ مطبوعه کلکته۔

زین گل نکرد - راقم الحروف گوید ؎

میر عظیم الدین والا گہر | زادۂ طبعش ہمہ دُر یتیم
شیر دلِ عرصۂ مردانگی | در صفِ ہیجا قدمش مستقیم
بر سرِ میدان سرِ جان گذشت | در چمنِ خلد برین شد مقیم
فوز عظیم است ازین خاکدان | رخت کشیدن بریاضِ نعیم
خامہ ازین راہ گذارش نمود | سال وفاتش "ہمہ فوزِ عظیم"

وقتی کہ این بیت قاسم کاہی پیش او خواندہ شد ؎

چون ز عکسِ عارضش آئینہ برگِ گل شود | گرد ران آئینہ طوطی بنگرد بلبل شود

بسیار خوش کرد - درہمان ایام حسب الطلب والد خود سیّد نجابت بہ گجرات احمد آباد رفت و بعد انقضاء مدّت پنج سال از احمد آباد بوطن اصلی معاودت نمود شبی بافقیر گفت آن بیت چہ بود - فوراً بیت مذکور خواندم - تعجب کرد کہ بمجرد سوال حرف پنج سالہ چہ طور بیاد آمد - گفتم این قدر در خاطر بود کہ وقت خواندن این بیت شمارا پسند افتاد -

این دو سہ شعر نمونۂ فکر اوست ؎

داغ بر دل دارم و چون لالہ سیر ابم ہنوز | آتشم اما چو صہبا عالم آبم ہنوز
عالمی پروانہ شد آن شمع قامت را ببین | در دلِ شب جلوۂ صبحِ قیامت را ببین
خواب و بیداریِ چشم تو عجب معجونی است | بہم آمیختہ از مستی و ہشیاریہا
شادم بہ قتلِ خویش کہ از کوثرِ لبت | یک جرعہ خون بہای شہیدان نوشتہ اند

(۱۳۳) محب - سید غلام نبی بلگرامی

فرزند صغیر سیّد غلام مصطفےٰ مذکور قدس سرہ - جوانی بود صاحب السیف والقلم

ل۵ تاریخ الاذکار صفحہ ۳۶۶ مطبوعہ مدراس ۱۸۴۳ء -

در صف بزم و رزم پیش قدم - تیغ زبانش جوهردار حسن بیان - مدتها نقش بسمای صفحه میدان - بارها در معارک صفها شکست و بزنجیر جوهر فولاد پای تهمتنان بربست در ریعان تمیز میل سخن بهم رساند - و دواوین سخن سنجانِ نو و کهن را سیر کرد و با خوشگویان عصر مثل شیخ عبد الرضا متین صفاهانی و آقا عبد العلی تحسین ملاقات نمود-

و در عالم نوکرپیشگی بصوب بنگاله رفت و از انجا برگشته در سلک نوکر وزیر الممالک صفدر جنگ در آمد - و چون نواب وزیر کرت ثالث لشکر بر سر افاغنه کشید - و افاغنه در دامن کوه مداریه که شعبه ایست از کوه سوالک پناه گرفته مستعد پیکار شدند و بعد محاربات صلح انعقاد یافت - در ایام جنگ بیست و هفتم صفر سنه خمس و ستین و مأته و الف (۱۱۶۵) میر غلام نبی بزخم تفنگ نقد زندگانی درباخت - حیف که این چنین جوان قابل و فرد کامل در عین شباب از دست روزگار ضائع شد - و واماندگان را داغی که علاج پذیر نیست بر دل نشاند - محرر سطور گوید

در فنِ سخن بلند تقریر محب   در معرکه آبروی شمشیر محب
تاریخ وفاتِ او ز دل پرسیدم   فرمود "بهشت محفل میر محب"
۱۱۶۵

شجاعت ارث خاندان اوست - و اکثر مردم ازین دودمان ساغر موت احمر چشیده اند و گلگونهٔ شهادت بر رو مالیده - از انها جمعی که بموزونی موصوف بودند درین انجمن جلوه نمودند-

چند بیت از محب بر محبان سخن ملتمس می شود

دل از مژگان و خالِ پشتِ چشم او حذر دارد   که ترکِ چشم او مستانه شمشیر و سپر دارد
به بزم می پرستی عشرتِ رندانه بشب کردم   نقابِ شیشه وا از چهرهٔ بنت العنب کردم
ز فیض نیست بردن سیر بینوائی ما   به فرق خار نهد گل برهنه پائی ما

بسکه از دیوانگی باشد بسامان کار ما　　سنگ طفلان گل زند در گوشهٔ دستار ما

ز سبزه بر رخ او گرد گل بهار دگر　　به پای دل ز سر نو خلید خار دگر
دلم بذکر تو شاد و سرم بفکر تو خوش　　دل و دماغ ندارم بکار و بار دگر

قدم برون نگذارم ز آستانهٔ خویش　　شدم چو جوهر آئینه نقش خانهٔ خویش

ز من نگار بایماء پیام گفت و نگفت　　بسینه دست نها ده سلام گفت و نگفت
مقام صید دل خود ز یار پرسیدم　　نمود کاکل پر حلقه دام گفت و نگفت
سپرد تیغ نگه را بدست مردم چشم　　به عاشقان جهان قتل عام گفت و نگفت
خط صحیح برآورد خواجهٔ حسنش　　مرا ز بنده نوازی غلام گفت و نگفت
ببین که ساقی کوثر محب صادق را　　اشاره کرد سوی حوض جام گفت و نگفت

امشب ای شمع درین بزم بناز آمدهٔ　　آفرین باد که پروانه نواز آمدهٔ
غیر محراب دو ابروی بتان سجده مکن　　عشقباز ا نه اگر بهر نماز آمدهٔ
جرس شوق درین دشت بجنبان از دل　　گر تو با قافلهٔ عجز و نیاز آمدهٔ
قصهٔ شوق مکن در شب هجران کوتاه　　اگر ای شانه ازان زلف دراز آمدهٔ
هیچ جز وصف علی نیست بشعر تو محب　　آفرین باد که خوش مدح طراز آمدهٔ

(۱۳۴) قابل سید عبد اللہ بلگرامی

از بعض طبقات سادات بلگرام ساکن محلهٔ سیدان پوره - پیشتر در طبقهٔ فضلا ممتاز است و حالا در گروه شعرای امتیاز -

تخلص او اسمی بامسمی بود - و در فضل و کمال و تحریر هفت قلم و فنون سپاهگری و ورزش اسلحه و اکثر صناعات اهل حرفت وقوف عالی داشت - و در صفت کبری مشارٌ الیه اناامل می زیست -

ہموارہ روزگار قرین اعتبار گذرانید و بیشتر برفاقت نواب مبارز الملک سربلند خان تونی بسر برد۔ و بخدمت عدالت عسکری پرداخت۔

و چون کرت اولی سربلند خان در سنہ اربع و عشرین و مائۃ و الف (۱۱۲۴) ناظم صوبۂ گجرات احمد آباد شد۔ سیّد عبد اللہ را منصب صدارت احمد آباد تفویض نمود۔ سیّد با ارباب وظائف سلوک پسندیدہ کرد۔ و غربا و ضعفا را باحسان نواخت آخر الامر در دار الخلافہ شاہجہان آباد و بیماری استسقا عارض شد۔ بہمان حالت بہ بلگرام آمد۔ و بعد چندی موافق سنہ اثنتین و ثلثین و مائۃ و الف (۱۱۳۲) جان بجہان آفرین سپرد۔ و بسمت غربی باغ محمود در مقابر قبیلۂ خود مدفون گردید

بعد انتقال آن مرحوم کتابخانۂ او شیرازہ جمعیت گسیخت۔ و اشعارش بتاراج حوادث رفت۔ ہمین یک بیت بدست آمد ؎

مگر بسرمہ اثر کرد ضعف طالع من کہ بی عصا نتواند بچشم یار رسید

(۱۳۵) واحد میر عبد الواحد ترمذی بلگرامی

ترجمۂ اب و الانسب او نظر پروردۂ لطف الٰہی سیّد محمد اشرف درگاہی در سلک فضلا از دفتر اول انتظام یافت۔

میر عبد الواحد صاحب طبع لطیف و ذہن شریف بود۔ و سراپا بہ حلیۂ مکارم اخلاق و جلائل اوصاف آراستگی داشت۔ اختر نجابت از جبین مبینش می درخشید و عطر خلق محمدی از گل عنصرش می تراوید۔

شعر بزبان فارسی و ہندی می گفت۔ و جواہر زواہر بمثقب اندیشہ می سفت سخن شیرینش بہ نگلو سوزی نبات است۔ و شعر آبدارش بہ گوارائی آب حیات

از یاران میر عظمت اللہ بیخبر بود۔ و نسبت بہ فقیر شفقت فراوان می فرمود۔

اُبّا میکه والد ماجد او سید محمد اشرف بحکومت موضع راهون از اعمال دار السلطنة لاهور می پرداخت اورا با کفار آن نواحی جنگ رو نمود. میر عبد الواحد در معرکه جرعهٔ شهادت چشید. وهمانجا این آفتاب دل افروز خاکپوش گردید. واین واقعه دوم محرم روز جمعه بعد نماز عصر سنه اربع وثلثین ومأته والف (۱۱۳۴) واقع شد. عمر شریفش از پنجاه متجاوز بود.

نگارندهٔ سطور در تاریخ شهادت آن مغفور قطعهٔ نظم کرده و یک عدد زیاده را بحسن تعمیه برآورده ؎

میر عبد الواحد شیرین سخن	از زبانش آب حیوان می چکید
سیدِ والا گهر صاحب هنر	تا ثریا نظم و نثر او رسید
والد او حاکم راهون شده	در رکابش رخت آنجانب کشید
خطهٔ پنجاب را از مقدمش	آبروی تازهٔ آمد پدید
با زمینداران کافر رزم کرد	از شهادت جرعهٔ صافی چشید
در سخن واحد تخلص می نمود	لفظ ذوقی هم تخلص بر گزید
چون که واحد رفت سالِ رحلتش	کلک خونین زد رقم "ذوقی شهید"

۱۱۳۵ − ۱ = ۱۱۳۴

صیّاد فکرش وحشیان معانی فراوان صید کرده اما از عوارض روزگار بقید رشتهٔ شیرازه نساخته لهذا اکثری از آن به پرواز آمد. برخی از اشعار که در بیاضها مثبت بود درین سواد سفیدی می کند ؎

امروز بر جبینِ تو چین دیده ایم ما	صد رنگ ناز را به کمین دیده ایم ما
گر بود ره یک قدم بی رهنما دور است دور	بی اجل نتوان رسیدن گرچه منزل زیر پاست
سوختم در آرزویش کاش ای صورتنگران	گردهٔ تصویر او سازید از خاکسترم

آگہ ز دلِ شکستنِ بلبل نۂ ہنوز ‌ ‌ ‌ طرفِ کلاہ خود مگر ای گل ندیدۂ

عمریست در رُخِ تو تماشائیِ خودیم ‌ ‌ ‌ آئینہ است بسکہ ترا از صفا جبین

نباشد از گدازِ دل محبت نامہ ام خالی ‌ ‌ ‌ چو بکشائی سرِ مکتوب من طوفان شود پیدا

آتشی پیچیدہ ام در نامۂ پُر سوزِ خویش ‌ ‌ ‌ گر سمندر نیستی مکشایِ مکتوبِ مرا

نیستم محتاجِ خضر از فیض سوزِ خویشتن ‌ ‌ ‌ اخگرم خاکسترِ خویشم بہ از آبِ بقاست

رباعی

تا کی بہ ہوا و حرص مائل باشی ‌ ‌ ‌ زان رہ کہ بریدنی است غافل باشی

اکنون کہ گذشتہ را تلافی خواہی ‌ ‌ ‌ از خنجرِ انفعال بسمل باشی

و او را نسخۂ ایست مسمی بہ "شکرستانِ خیال" مشتمل بر نظم و نثر در وصف حلویات غزل و رباعی و قطعہ و مثنوی و مخمس و ترجیع بند بدستور دیوان مرتب دارد و در خاتمہ نکات شیرین آوردہ۔ و درین نسخہ بمناسبت شیرینی ذوقی تخلص می کند۔ و اشعار ہندی ہم درین رسالہ می آرد۔ برخی ازان در فصل ثانی می آید انشاء اللہ تعالیٰ۔

در خطبہ این نسخہ گوید :-

"مخفی نماند کہ از تصنیف و تالیف این رسالہ و اظہار میل و رغبت با شیرینی سببی و واسطۂ

"مظنون ارباب قیاس خواہد بود اما قسم ؎

"بموزونیِ قامتِ نیشکر ‌ ‌ ‌ کہ اصلِ ہمہ آمد آن مفتخر

"بعشقِ زلیبیِ خاطر پسند ‌ ‌ ‌ کہ انداخت در گردنِ جان کمند

"بحلوای تر آن فرح بخش جان ‌ ‌ ‌ بمقراضی آن غم تراشِ جہان

"بہ پُر مغزیِ پستۂ خندہ رو ‌ ‌ ‌ کہ چون سبزِ ہند است زیبندہ رو

"بآن نرمیِ مجلۂ ، بلگرام ‌ ‌ ‌ کہ شبنم نزاکت ازو کردہ وام

"ندارم سرِ بنگ باور کنید ‌ ‌ ‌ کہ دارم ازو ننگ باور کنید

"به تریاک هم نیستم آشنا   هم از تهمت کو کنارم رها
"کنون به که تمهید کمتر کنم   غزل خوانی مدعا سر کنم

آنانکه پرده از رخ لوزینه وا کنند   آیا بود تواضع صحنی بما کنند
نان از تنور بهر مربا جدا شده است   لازم بود که حق غریبی ادا کنند
در کار خیر حاجت هیچ استخاره نیست   اهمال در تناول فرنی چرا کنند

انجیر را ز شاخ درخت ار جدا کنید   پنهان ز چشم بد به لبش آشنا کنید
یکبار پوست را ز تنش بر کشیده اید   بار دگر به کیله ندانم چها کنید
هنگام آن شده که اسیران انبه را   برکام دل ز محنت زندان رها کنید
آورده ام برای شما شربت انار   نوشش کنید و مخلص خود را دعا کنید
گر خاطر شما ز اناناس خوش نشد   چون ذوقی از شریفه و تربزه غذا کنید

شیرین نشدی ذائقه شکر نشدی گر   چشمم نشدی سیر مزعفر نشدی گر
فائق نشدی خشکه بدین سان به حلاوت   باری ده او روغن و شکر نشدی گر
چندان به ادب دوست نمی داشتمش من   با شیر و شکر حب پیمبر نشدی گر
حلوا نفزودی به دماغ این همه قوت   ذوقی همه اجزاش برابر نشدی گر

نقل بگیر بر زبان یک دو سه چار و پنج و شش   ریزه قند در دهان یک دو سه چار و پنج و شش
در قدح بلور کن شربت قند با گلاب   چمچه بزن در آن میان یک دو سه چار و پنج و شش
پیده دلفریب را اگرچه ثقیل گفته اند   لیک ندارد این زیان یک دو سه چار و پنج و شش
شاهد انبه ام بکف گر فتد از کمال شوق   بوسه هم بروی آن یک دو سه چار و پنج و شش
صحن پر از مزعفر و کاسه پر از برنج و شیر   خوب نمایدم به خوان یک دو سه چار و پنج و شش بده ایم ما
مصرع نغز اطعمه وه چه خوش است ذوقیا   خربزهای خوش بنان یک دو سه چار و پنج و ل زیر پاست

نه تنها دل ز ذوق برقیم بیتاب می گردد   که از یاد زلالی محو پیچ و تاب [illegible]

ببین بسوی چپاتی بدیدهٔ انصاف | کہ بی وصالِ شکر حالتِ نزاران چیست
غرض ز موسم برسات اولہ و بوندی است | وگرنہ این ہمہ تمہید برق و باران چیست
چرا نہ نیشکر از خرمی بخود بالد | کہ آل او ہمہ مقبول آمد و منظور
در تمنای ملاقات شکر ای ذوقی | آب گردید دلِ شیر بالفت سوگند

(۱۳۶) ایما۔ بندگی سید محمد حسن بلگرامی

برادر صغیر میر عبد الواحد ذوقی بلگرامی۔ گل سر سبد چمن استعداد بود۔ و نہال سر بلند قابلیت خداداد۔ مصوّر ازل حسن صورت را با حسن سیرت آمیختہ۔ و رنگ حیرت در دیدهٔ تماشائیان ریختہ۔

در صغر سن مصحف مجید را از برکرد۔ و در پانزده سالگی فنون عربی و فارسی و ہندی را فراہم آورد۔ شعلۂ آوازش دل سنگ می گداخت۔ و حسن قرائتش ایمان سامعہ را تازه می ساخت۔

از انجا کہ کسب ہوای زندگانی و تحصیل اسباب کامرانی مقتضای عہد شباب است در عنفوان عمر از وطن مالوف بر آمده شاہزاده عظیم الشان بن شاه عالم را ملازمت نمود و بمنصبی سرافرازی یافت (پدرش) سید محمد اشرف درگاہی در ان وقت نوکر شاہزاده محمد اعظم بن خلد مکان بود۔

چون خلد مکان رایت عزم بملک جاودانی افراخت۔ و شاه عالم از کابل محمد اعظم شاه از دکن بداعیۂ محاربہ شتافتند۔ و در میدان دھولپور بر مسافت ..ده کروه از اکبر آباد تلاقی فئتین رونمود۔ و محمد اعظم شاه در معرکہ نقد زندگانی ..خت و نسیم ظفر بر پرچم الویۂ شاه عالم وزید۔ بعد فراغ جنگ سید محمد حسن ..ان تازنین بود و سلاح در بر داشت۔ تاب حرارت ہوا نیاورده بخیمۂ خود

آمد- و با حاضران گفت سلاح از من بگیرید که تاب و طاقتم نماند- همین که دراز کشید- چراغ حیاتش خاموش شد- و مردم خاک حسرت بر سر انداختند و بعد تجهیز و تکفین بر دروازه دهول پور دفن ساختند-

چون راه آمد و شد واشد سید درگاهی بملاقات پسر شتافت- او خود زیر خاک رفته بود- بیطاقتیها کرد فائده نداشت-

جنگ سلطانی بیستم شهر ربیع الاول واقع شد- سید محمد حسن بیست و یکم ماه مذکور سنه تسع عشر و مائة والف (۱۱۱۹) برحمت حق پیوست- آیه کریمه "اِنَّمَآ اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ" (۱۱۱۹) تاریخ رحلت اوست که علامهٔ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی یافته و بگرفتار حالت یعقوبی سید محمد اشرف درگاهی تحریر نموده

این چند بیت تذکرهٔ ایماست ؎

جمالش بسکه در بزم تخیل جلوه پیرا شد | سویدای دلم چون مردمک محو تماشا شد
مرکز گردش مانیست بغیر از دل ما | محل ما دل ما هم دل ما منزل ما
وصف تو اگر بر لب دریا گذر آرد | از گوش صدف پنبهٔ گوهر بدر آمد
مگر در یاد ماه من ز بلبل ناله می خیزد | که مد شاخ گلها در چمن چون هاله می خیزد
انتخاب از ناز خوبان نیست جز حسن کلام | وای بر بلبل که از گل یک سخن نشنیده است
کشاد کارم از جمعیت خاطر نمی آید | نشد چون غنچه بی چاک گریبان فتح باب من
رسید قاصد و واشد گره ز غنچهٔ دل | هوای بال کبوتر نسیم باغ من است
ز تمکین تو ای ظالم فغانم جوششی دارد | سکوت گل زند ناخن دل مسکین بلبل را
نیاز و ناز را با یکدگر خوش جلوه می بخشد | درازیهای دست از من از دوری من کشیدنها

(۱۳۷) آگاه - سید علی رضا سلمه الله تعالے

خلف الصدق میر عبد الواحد ذوقی مذکور- همعمر و یار دلپذیر این فقیر است

بحکم ارث گلدستهٔ اخلاق حمیده و نسخهٔ جامع اوصاف پسندیده۔
کتب مختصرات درسی تحصیل نموده و در فارسی استعداد شایسته بهم رسانده۔ بدقائق شعر خوب می رسد۔ و گاهی خود هم فکری کند۔ این رباعی زادهٔ فکر اوست ؎

هر چند بود ضمیر پاکت روشن — بی راهبری گام درین راه مزن
پیداست که شمع پیش پای خود را — بی شمع دگر نمی تواند دیدن

(۱۳۸) عارف۔ محمد عارف بلگرامی

از اولاد مخدوم محمد رکن الدین بلگرامی است قدس سرہٗ که ذکر شریفش در دفتر اولیاء اللہ گذارش یافت۔

تولّد محمد عارف روز جمعه نهم ذی القعده سنه اثنتین وعشرین ومائة والف (۱۱۲۲) دست داد۔ جوانی است سنجیده۔ و عندلیبی است نورسیده۔ اول شخصی از دودمان مخدوم رکن الدین که چراغ سخن افروخت۔ و طرز موزونی از مبدءِ فیاض آموخت۔ اوست

از عنفوان شعور به گلگشت کوچهٔ سخن خرامید۔ و در فن فارسی و هندی کمالی بهم رسانید سیما شعر هندی که این فن را خوب ورزیده و غزالان تازه در دام کشیده۔ برخی از سبزان هند در فصل ثانی نقاب از رخ می کشایند۔

با فقیر محبّت تمام دارد۔ و همیشه به نامه و پیام مرهمی بر دلِ ریش می گذارد۔
این چند بیت ثمرات فکر اوست ؎

گرمیِ محفلِ من از رخِ صهبا باشد — رشتهٔ شمع من از پنبهٔ مینا باشد
قطع این راه توان کرد بیک قطع نظر — خار پایت مژهٔ دیدهٔ بینا باشد
بسکه نیرنگیِ حسنت بنظر جلوه نمود — مژهٔ من پرِ طاؤس تماشا باشد

نیست معلومم که چشمِ زخم من چون می پرد ـ شاید از مژگان او آمد پیام بوسهٔ
مشو برای کبابی بی آتشی محتاج ـ چو سنگ از جگرِ خویشتن شرار طلب
چون صریرِ خامه نبود ناله ام را آفتی ـ سرمه می سازد بلند آواز فریادِ مرا

رباعی

ختم آمده منشور ولایت بر تو ـ انجام صحیفهٔ هدایت بر تو
تعقیب خلافتِ تو بر جا باشد ـ چون هست مدار هر نهایت بر تو

ای دل کردی چه کار یادِ تو بخیر ـ رفتی بتلاش یار یادِ تو بخیر
در حسرتِ دیدار کسی خاک شدی ـ ای بسملِ انتظار یادِ تو بخیر

صوفی گوید که ما خدائیم همه ـ زاهد گوید که با خدائیم همه
این هر دو بکار خویش ضدی دارند ـ مائیم خدا و با خدائیم همه

(۱۳۹) صانع ـ نظام الدین احمد بلگرامی

همین نام تاریخ تولّد اوست ـ مطابق سنه تسع وثلثین ومائة والف (۱۱۳۹) جوانی است از عشیرهٔ قضاة عثمانی مهذب و مؤدب ـ در حداثت سن کلام الله را یاد گرفت ـ و در خدمت میر نوازش علی سلّمه الله تعالی تربیت یافت ـ

مشق سخن از خدمت میر می کند ـ و طبع سلیم و ذهن مستقیم دارد ـ و از قبیلهٔ قضاة عثمانی اول کسیکه شعر درست انشا کرد ـ و لآلی دلپسند به غواصی فکر برآورد اوست ـ ایزد سبحانه عمرش بیفزاید ـ و پایهٔ سخنش را ترقیها کرامت نماید

این چند شعر نتائج طبع اوست ـ

نقش روی یار را مانی به پرکاری کشید ـ چون نظر بر چشم او افگند بیماری کشید
توان زائل نمود از بخت عاشق تیره رنگی را ـ کند گر صنعتِ مشاطه زیبا روی زنگی را

بحرفی کشتگان را زنده سازد کافر حشمت — مگر دادند اعجاز مسیحا ابن فرنگی را

داغ احسان بر نتابد همت والای ما — از حنا رنگی نگیرد دست استغنای ما

هرگز از دور فلک عشرت نصیب ما نشد — سرکه شد از شوربختی باده در مینای ما

در جهان امروز از بس قدر اہل زر بود — می زند پہلو به عیسی ہر که صاحب خر بود

گرد کین از جانب ما بسکه در دلها نشست — درمیان ما و یاران سد اسکندر بود

در جهان از بسکه باشد صلح کل آئین مرا — می شمارم آفرین ہر کس کند نفرین مرا

در بهارستان غفلت ایمن از غارتگرم — غنچهٔ تصویریم و نبود غم گلچین مرا

بسکه ہر شب سبزهٔ خط تو می بینم بخواب — سبز ہمچون بال طوطی شد پر بالین مرا

مپوش چشم خود از روی نوخطان زاہد — کسی که منکر مصحف بود مسلمان نیست

ہیچ بی برگ و نوا نیست ز فیضش محروم — گر ز نی نغمه گرفتند شکر بخشیدند

آنچه باید در خور ہر شخص سامان می کند — دختر رز را بود گہواره از پیمانہا

تنگ چشمان را ز دولت خست افزون می شود — مشت بر بندد صدف ہرگه گہر آید بدست

شادمانی می کنند از مرگ خود روشندلان — شد مرا این نکته روشن از لب خندان برق

نام آبا روشن از فرزند صاحب جوہر است — حرمت دیگر به عالم از گہر دارد محیط

اہل ہمت را چه باک از خصمی بدگوہران — سنگ نتواند کسی بر شیشهٔ گردون زدن

بہ مستی داد جانان وعدهٔ یک بوسه ام صانع — چه سازم گر خدا ناکرده از اقرار برگرد

از ہجوم داغ ناپیداست دل در سینه ام — در سواد خویشتن این شہر پنہان گشته است

چرا ز عشق خود آگاه کردمش صانع — اگر حجاب نماید ز من سزای من است

(۱۴۰) سخنور - شیخ محمد صدیق بلگرامی[۱]

پدرش قاضی احسان الله امروز به منصب قضاء شہر قیام دارد - سخنور کلام الله

۱؎ نتائج الافکار صفحه ۲۲۴ -

را از بر کرده مختصرات کتب درسی گذرانید مشق سخن در سایهٔ تربیت میر نوازش علی
می کند و فکری صحیح دارد - از وست ؎

تا بگلگشتِ چمن آن سرو قامت می رود
بر سرِ قمری چه آشوب قیامت می رود

می شود سرمایهٔ ناز آن سپاهی پیشه را
آنچه از جنسِ نیازِ من بغارت می رود

بی دماغانِ جنون از فکر صحرا فارغ اند
از خراب آباد دل طرحِ بیابان ریختند

در چمن آید اگر آن غنچه لب بلبل ز شرم
زیر بالِ خود کند چون بیضه پنهان غنچه را

(۱۴۱) ثمین - شیخ غلام حسن بلگرامی

خواهر زادهٔ قاضی احسان الله مذکور - جوان خوش طبیعت است - گاهی فکر شعر
می کند و از میر نوازش علی اصلاح می گیرد - از وست ؎

از بسکه سوده ام از سرِ افسوس کف بهم
دستم رساند آبلها چون صدف بهم

ز سنگهای جفا مشکن ای پری پیکر
ترحمی که ترا منزل است شیشهٔ دل

(۱۴۲) وامق - نواز محی الدین بلگرامی

پدرش شیخ غلام محی الدین فاروقی تن بخشی نواب مبارز الملک سر بلند خان تونی
بود وامق ذهن درستی دارد - و با کتب درسی اشتغال نموده حیثیتی بهم رسانده
و مشق سخن از میر نوازش علی استفاده می کند - از وست ؎

گر بہ بینی تو مرا بر سرِ راهی گاهی
چه شود گر بنوازی بنگاهی گاهی

بسکه در ماندهٔ هجرم ز خدا می خواهم
وصل هر روزه اگر نیست بماهی گاهی

یاد روزی که گزر داشت به کویش وامق
بود با او نظرِ لطفِ تو گاهی گاهی

بسکه حیرانِ تماشایِ تو گردیدم نماند
در چراغِ دیده ام چون دیدهٔ بسمل فروغ

(۱۴۳) محزون۔ سیّد برکت اللہ بلگرامی

از اولاد سیّد محمود اصغر بلگرامی است کہ ذکرش در دفتر اولیاء اللہ سمت تحریر یافت۔ جوان شایستہ است۔ اکثر بہ دواوین وکتب فارسی وا رسیدہ واخذ آداب ومشق سخن از میر نوازش علی نمودہ۔ از و می آید ؎

عاشقم وصل یار می خواہم — عندلیبم بہار می خواہم
بہر یک بوسہ تا اُمید مکن — کز تو این یادگار می خواہم
یا علی بہر قتل دشمن دین — مددِ ذوالفقار می خواہم
با گناہِ ز حد فزون محزون — رحمت از کردگار می خواہم

دعوی یک بوسہ از لعلِ لبش می داشتم — خط برون آورد و مارا کرد آخر لاجواب

سپاس چمن آرای ازل کہ نوبہار فصل اول بہ مراد رسید۔ ودل و دیدۂ تماشائیان را سرمایۂ نشاط بخشید۔ قلم گرم رفتار عرقہا افشاند تا بہ شادابی این چمن پرداخت۔ وزبان آتشین گفتار شمعہا گیرانید تا عرصۂ این سواد را روشن ساخت۔ اکنون طوطی ناطقہ فاتحۂ ختم می خواند۔ و تاریخ اختتام بہ عرض موزونان نکتہ سنج می رساند ؎

زنوکِ کلکِ من نقشے ترا ودبد — کز و تصویر حیرانی است بہزاد
اگر تاریخ این تالیف پرسند — بگو "تحریر عالی کرد آزاد"

فصل ثانی در ذکر قافیہ سنجان ہندی جَزَاہُمُ اللہُ بِجَائِزَۃِ الْخَیْرِ

من ہیچمدان با زبان عربی وفارسی وہندی آشنایم۔ واز ہر سہ میکدہ بقدر حوصلہ قدحی می پیمایم۔ در عربی وفارسی عمرہا مشق سخن کردم و نورسان معانی را در آغوش فکر پروردم۔ مشق سخن ہندی ہر چند اتفاق نیفتاد۔ وفرصت تسخیر سبزان این قلمرو دست بہم نداد۔ امّا سامعہ را از نوای طوطیان ہند حظّی وافر است۔ و

ذائقہ را از چاشنی شکر فروشان این گلزمین نصیبی متکاثر۔

معنی آفرینان عربی و فارسی خون از رگ اندیشہ چکانیدہ اند۔ و شیوۂ نازک خیالی را بہ اعلی مراتب رسانیدہ۔ افسون خوانان ہند ہم درین وادی پای کمی ندارند بلکہ در فن "نایکا بہید" قدم سحر سازی بیش می گذارند۔ کسی کہ زبان فارسی و ہندی ہر دو ورزیدہ۔ و با سفیدی و سیاہی آشنائی کامل بہم رسانیدہ۔ بہ تصدیق سخن فقیر می پردازد۔ و سجل دعوی خاکسار را بہ مُہر شہادت مزین می سازد۔

موزونانِ زبان ہندی در بلگرام فراوان جلوہ نمودہ اند۔ و دماغہا را بہ روائح صندل تر تازگی و شگفتگی افزودہ۔ لہٰذا فصل این جماعہ علیحدہ بہ تحریر رسید و شمامۂ معطری بہ دست بو شناسان حوالہ گردید۔

(۱) شیخ شاہ محمد بن شیخ معروف فرملی

عشیرۂ فرملیان بلگرام در روزگار اکبر بادشاہ عمدگی و اعتبار داشتہ اند و لوای فوقیت بر افراشتہ۔

شیخ شاہ محمد دران عہد صاحب ثروت و اقتدار بود۔ و بحکومت احصار قیام داشت۔ و او در نظم ہندی اُستاد کامل بود۔ و گوی نکتہ سنجی از اقران می ربود جمیع ماہرانِ این فن امروز استادی او را تسلیم می کنند۔ و سخن او را بجان خریداری می نمایند۔

آوردہ اند کہ در سرزمین ریپری چند و ار حکومت محلی داشت۔ روزی با فوج خود بہ عزم شکار بر آمد۔ اتفاقاً از فوج جدا اُفتاد و عبورش بر سر دہی واقع شد در سواد آن دیہ دُختری صاحب جمال را دید کہ سرگین گاو را پاچہ می سازد نام دختر "چنپا" بود۔ و در ساعد خود زیوری داشت کہ آن را دہ ہندی

"ثابت" گویند- و ابریشم سیاہ دران تعبیہ کنند-

شیخ شاہ محمد اشارہ بآن زیور کردہ گفت :-

"چہ خوب بھنور بر کنول نشستہ است"

بھنور زنبور سیاہ و کنول نیلوفر را گویند- ابریشم سیاہ را بہ زنبور و دستار را بہ نیلوفر سُرخ تشبیہ داد کہ در موزونان ہند مستعمل است- و عشق زنبور سیاہ بر نیلوفر نیز نزد نکتہ سنجان ہند مقرر چنانچہ عشق بلبل بر گل و عشق قمری بر سرو نزد اہل فرس -

چنپا بزبان شکستگی جواب داد کہ :-

"بھنور نیست گوبرونده است"

یعنی جعل کہ در سرگین پیدا می شود-

شیخ شاہ محمدؒ ازین جواب محظوظ شد- و لطافت طبع او را دریافت- و او را بہ اسپ گرفتہ در ربود- و بخانہ آوردہ تربیت کرد- و او در نظم ہندی فائق و در لطافت و ظرافت و بدیہہ گوئی یگانہ برآمد تا بحدی کہ در نظم ہندی از شیخ شاہ محمد سبقت برد-

دوہا فراوان در سوال و جواب شیخ شاہ محمد و چنپا بین الجمہور مشہور است- اکثر سوال از شیخ شاہ محمد و جواب از چنپا است- و این دلیل افزونی قدرت چنپا است کہ سوال را فی البدیہہ جواب بہم می رساند-

روزی شیخ شاہ محمد و چنپا بر کنار دریائے نشستہ بودند-

شیخ شاہ محمد مصراعی گفت :-

"دھوم جو او تھت ترنگ مون یہ اچرج مم آہ"

چنپا فی البدیہہ پیش مصراع بہم رساند :-

"اوندل روپ کو کامنی مجّن کر گئی ساہ"

شبی در ایام برشکال کرم شب تاب در ہوا می رفت-

شیخ شاہ محمد آن را دیدہ گفت :-

"سیام رین مین کینتھہ اور ین چمکن کوٹ دس"

چنپا بداہتہ جواب داد :-

"من منتھہ باری دیٹھ بن پیہ تیہ کہو جت پھرے"

وقتی شیخ شاہ محمد از سفر بخانہ آمد- چنپا چشم پرُ آب کرد- چنانچہ از نرم دلی رسم زنان هنود است-

دران حالت شیخ شاہ محمد گفت-

"کم درگ ڈھری سنار مم آیو بھایو نہین"

چنپا در جواب گفت :-

"لینہین نین پکھار ملن هنی تو درس بن"

شیخ شاہ محمد در آخر عمر استعمال افیون اختیار کرد- و اکثر اوقات در شعر بلح افیون می پرداخت- و چنپا قدح افیون می کرد- روزے این دوہا نوشتہ در محل سرا پیش چنپا فرستاد و افیون طلبید :-

جل بھنبھن بیراگ رپ ہاری باہن سوئے
چنپا دی پرہٹائے بیہ جوری تہاری ہوئے

چنپا جواب گفتہ با افیون فرستاد کہ :-

روپ گنٹھ اون جگ ہسن تیجی کام کی کہاد
ہون تہہ پہوبچون ساہ بیہ کہان بساہی بیاد

شیخ شاہ محمدؒ در آخر حال بہ قنوج رفتہ اقامت اختیار کرد و ہمانجا ازین عالم انتقال نمود- از منظومات او چند نسخہ متداول است-

برخی از نتائج طبع او بسمت تحریر می یابد-

پچھپ دشت اور کونج من سہج پر بوا ہنت
پہر نکی ہوئی گھٹ سنچری تب بہینتی بہگونت

کچھ چہوٹی تیہ سیس سون بب کچھ رہی اتنگ
مانھہ کچن کلس تین امرت پیوت بہونگ

پہپ ترا بن چہرنس مانگ نک گج راہ
بدن چند دن دیکہت ام کر بہو لو ساہ

ال مالا بپن گیئن آہ کل دری پتار
مرگ مد کرنن کو چہوئی برن پاس تو یار

تن بنکٹ بہر کٹی ملن سو سو بہاجیہ جاگ
ادہر دہنک منون نر کہہ کی بانک بسارت کاک

میٹ میٹ بدہ بدہ سچت تو مکہہ ایمان لک
جگ بینی نہچت سچت بہیو نہ مکہ سمک

تو مکہ پانپ امیہ ندہ دیکہت نیت نہ کات
نین بچہرا کہت بب پیوت ہون نہ اگہات

پریتم نین ترنگ چڈہ چہانہہ جو میلت آئی
من پا را گہٹ کو پ تین ابہر دو ہون دس جائی
مرگ نینی مرگ راج گٹ مرگ باہن مکہہ جاہ
مرگ اتگ مرگ مدنلک مرگ ت جہت سر تاہ

این سہ دوہا از چنپا نوشتہ مے شود

ساہا انک دن یون ہنتے چتون گہنچی اکاس
بہیو کہٹولن کو سمی ایک ایک نہہ پاس

تاہ نہ ساہ بسارئے یا ادہا جیونت
ہم کمدن تم سردسس کرپا کرن سومت
برہ اُساس جرت اب تیہ کمت بن نا نہہ
منون سراوت نن تپت پرت جای وہ مانہہ

(۲) سید نظام الدین المتخلص بہ مدھنایک

بن سید علاؤالدین بن سید حمزہ بن سید صدر جہان بن سید علاؤالدین بن سید فاضل بن سید فتح محمد بن سید بدہ بلگرامی قدس سرہ کہ ذکر شریفش در دفتر فقرا تحریر یافت۔

سید نظام الدین شہرۂ روزگار و در موسیقی ہندی یگانۂ ادوار است۔ در عصر خود ممتاز بکرم می زیست۔ وصفت مروت و سخاوت بہ مرتبۂ کمال داشت و ہموارہ خلق خاتمی وجود حاتمی را رنگی تازہ می بخشید۔ و در صحبت نکتہ سنجی و لطیفہ گوئی میر مجلسی بہ او مسلم می شد۔

ابتداء حال ذوق بہ نظم و نثر بہم رساند۔ و این فن را از اُستادان عصر سند نمود۔ و در ناظمی سر آمد برآمد۔ و کتب معتبرۂ فارسی را مستعدانہ درس می گفت۔ آخر طبع شریفش بہ علوم ہندی مائل گشت۔ و در شہر بنارس کہ بناء رس است کتب سنسکرت و بھاکا کسب نمود۔ و مہارتی عظیم پیدا کرد۔ و در موسیقی ہندی از علم نادوتال و سنگیت ساز یکتائی نواخت۔ و محقق و مدقق این فن و نایک وقت شد۔ از ینجاست کہ مدھنایک تخلص می کند۔ و دو کتاب تصنیف کرد یکی نادچندرکا دوم مدھنایک سنگار۔

ماہران فن موسیقی ہندی دران عصر از اطراف دور دست بخدمت او می رسیدند

ومشکلات را به حل می رسانیدند۔

نقشہای او مشہور است۔ وخوانندہا در وقت ذکر نام او گوش می گیرند و این ادبی است مصطلح اہل ہند۔ و در کلام میرزا صائب گوش گرفتن بر سبیل تعظیم بنظر درآمد. ازینجا مستفاد می شود که در اہل ولایت ہم این رسم معمول است۔ میرزا می فرماید؎

آتش نفسان گوش بہ تعظیم بگیرند ہر جا کہ من سوختہ را نام برآید

خواندن او کیفیتی داشت۔ بعض اوقات وحوش بہ استماع آن در مقام مستی و حیرت فرو می ماندند۔ تا بہ انسان چہ رسد۔

استاد المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب مضجعہ فرمود کہ وقتی امساک باران شد۔ سید محمد فیض بلگرامی کہ ذکرش در دفتر فضلا رفت بخدمت سید نظام الدین عرض کرد کہ از نایکان پیشین تصرفہا بہ عالم ظہور رسیدہ کہ بر زبانہا دائر است درین ایام کہ قحط باران و کار خلق خدا تباہ است اگر توانند تصرفی بہ ظہور رسانند۔ و بہ فریاد خلائق برسند۔ فرمود بندہ عاجز است و توانای مطلق جل شانہ بر ہمہ چیز قادر۔ وصندلی طلبیدہ در صحن دیوان خانۂ سید محمد فیض گذاشت و بر صندلی نشست۔ و راگ میگھ خواندن گرفت تا آن زمان کہ مقداری از ابر تنک پیدا شد و حال آنکہ بقول مشہور "ما فی السماء قدر راحۃ سحابا" ابری بقدر کف دست در آسمان پیدا نبود سید محمد فیض عرض کرد کہ خدمت گرامی بسیار تصدیع کشیدند۔ و برای متحقق شدن تصرف این قدر ابر کافی است۔ برنخاست تا آن زمان کہ ابر پہن شد و اطراف آسمان را فرو گرفت و آن مقدار باران بارید کہ روی زمین طوفانی گشت سید محمد فیض معذرتہا کرد و خلائق بہ دعاء خیر تر زبان گردیدند۔

سید را با ہندو دختری بسندر نام عشق بہم رسید۔ دختر نیز بہ جذب عشق کامل دل از دست داد۔ رفتہ رفتہ راز گل کرد۔ قوم دختر بہ پرخاش برخاستند۔ ازانجا کہ سررشتۂ

صحبت از ہر دو جانب مستحکم بود۔ سید معشوقہ را گرفتہ بہ شاہ آباد بُرد و زیور اسلام پوشانیدہ در حبالۂ نکاح درآورد۔ نواب کمال الدین خان بن نواب دلیر خان افغان صاحب شاہ آباد مراسم اعزاز سید فوق الحد بجا آورد و مدت اقامت آنجا لوازم مہمانداری نوعی کہ باید بتقدیم رساند

بعد چندی شورش ہندوان فرو نشست۔ و سید بہ وطن اصلی معاودت فرمود و سالہا بر مسند زندگانی کامرانی کرد۔ و غرۂ رمضان المبارک سنہ تسع و تسعین و الف (۱۰۹۹) بہ گلگشت روضۂ رضوان خرامید و در بلگرام مدفون گردید رحمۃ اللہ علیہ۔

چند کبت از و بقلم می آید:۔

:سکیا برنن:۔

سنگ لاگی ڈولت مکر سرسا کرن چنون پان کو چہ تر کا ہو چنیو
للت رسن دب بولت کلت دنت ابکدہ ہسن ادھرن ہبیت ہنیو
ادکت ہوت نہ سر یرکنتی سار چھیر کنت مکہ کہتا کو کنتھن کہو کہہ تبیو
روس ہون سو رس ال سپنت نلن جبین دیوس مکہ دیکھ کہنسار کانتھی رتیو

:سکلا ابھارکا:۔

چند ادی چلی چند مکھی تن گورہ چندن کھورن کہو ربن
دو نیہ جوت بڑھی چت جونھہ مانو پای مینکھہ کو ربن
جانی نجات جتی چلی جات چھپی نہہ بات سگندھن جو رین
ہاتھ لیبن سر پیچن کون سو کیو سر پیچ پر پیچھ تو رین

:نین برنن:۔

کاری کجراری اُنیاری جگ موہنی کون تن پچ تاری ات ترل تر بیری ہین

جیسی ہین ساوک جاوک جل پہرین پہرکین سوکیسہون رہت نہ گہیری ہین
لال مدہنا ایک سومیرومن موہنی کون پٹ پنجری پنجر رہت نہ ہیری ہین
سالوکی سدہار سوبہا مہادہکار ایسی ہین کی کہلونان کدہون نین پیاری تیری ہین

—:چلکہ برنن گھونگہٹ مین:—

جو چتر ان چت چدہی نہ بدہی بدہ بیدن گر نتھ نہ گائی
بہار نکفی بہوری کہری بہرہین چپ جوگن جوگ انیتھ گنائی
جو تکہہ جوت جگی نہ تہکی مدہنا ایک گھونگھٹ چنچل تائی
جہین دوکول پہبی جہلکی اینچہ براجت اچھ رجہائی

—:چند کی سیامتا برنن:—

کوئی کہی چند کی مرکنک انک دیکہیت کوئی کہی چہایا چہت بہوتل پرکاس کی
کوئی کہی اندہکار ہیو ہی سودیکہیت کوئی کہی کالمان کلنک انیاس کی
مدہ کہی ساہر لیبون کرتار سب تاہی کی سنواری بہامان کانہ کی بلاس کی
تادن تین چہاتی چہید پری ہین چہپا کر کی وار پار دیکہیت نیلتا اکاس کی

(۱۳) دیوان سید رحمت اللہ

بن سید خیر اللہ بن دیوان سید بھیکہ بلگرامی از اولاد سید محمد صغری است
کہ ترجمہ او در دفتر اول بہ زبان قلم حوالہ شد و او سوای قبائل اربعہ مشہور سید وارہ
است ونسب او بہ سید محمود عرف بڈہن می رسد کہ اسم او در ترجمہ سید عمر بلگرامی
درہمان دفتر مذکور شد۔

دیوان سید بھیکہ

دیوان سید بھیکہ از عظماء عہد بود۔ و در سخاوت و شجاعت و مروت و نباہت طینتی
شہرۂ روزگار می زیست و وجاہت صوری را با وجاہت معنوی فراہم داشت۔ و در

سرکار نواب احتشام خان و نواب محتشم خان عالمگیری و نواب مرتضیٰ خان والاشاہی عالمگیری صاحب اعتبار و عظیم الاقتدار بود

ہنگامی کہ ہندول بیانہ در علاقۂ نواب مرتضیٰ خان در آمد۔ زمینداران قطاع الطریق تلوہای پادشاہی را از دست قاصدان بغارت بردند۔ نواب مرتضیٰ خان بنابر آنکہ سرکشان بہ تمرد و جرءت مشہور بودند متامل شد تا کرا حکم تدارک کند۔ دیوان سید بھیکہ این معنی را از چہرۂ نواب دریافت۔ و با برادران خود سوار شدہ بر سر مفسدان رفت۔ و بہ ضرب شمشیر راجۂ آن ضلع را با اہل و عیال دستگیر کردہ پیش نواب آورد۔ و تلوہا مسلم بدست آمد۔ نواب مرتضیٰ خان تلوہا را بہ حضور خاقان فرستاد۔ و تردد دیوان سید بھیکہ معروض داشت۔ دیوان مورد تحسین و آفرین شد۔

دیوان تا سی و یک سال از طرف نواب اخلاص خان خویشگی عالمگیری بہ حکومت سیوندہ وغیرہ محالات جاگیر نواب مسطور از توابع صوبۂ اودہ قیام داشت۔

بعد ارتحال نواب اخلاص خان محالات مذکورہ بہ نواب مرتضیٰ خان مقرر گردید۔ و نواب مرتضیٰ خان بنابر ارتباط سابق و بواسطہ آنکہ نقش میر سید بھیکہ از مدتی دران الکہ خوب نشستہ بود۔ بہ آرزوی تمام میر را طلبید و حکومت محالات تفویض نمود۔

قضارا بعد یک ماہ ازین قضیہ نواب مرتضیٰ خان از منصب حیات معزول گشت و حامد خان پسر نواب مرتضیٰ خان کہ در آن ایام حکومت خطۂ بیسوارہ داشت برای محاسبہ پنج سوار از کچہری خیر اندیش خان دیوان لکھنؤ بہ احضار میر سید بھیکہ تعین نمود۔ سید ضیاء اللہ بلگرامی کہ در فصل اول ذکر یافت سفارش

میر سید بھیکہ به خیر اندیش خان تحریر فرمود۔ نامهٔ سید در اینجا ثبت می کنم که شمهٔ احوال میر از آن بوضوح می انجامد۔ نامه این است :۔

" از آن مدت که تشریف شریف باین ملک اتفاق افتاد ـ چون حقیقت سکنهٔ این دیار از وارد
" و صادر بسمع شریف رسیده باشد و می رسد چه احتیاج که در اظهار وقائع بلگرام بتکرار پرداخته
" در دسری بتحصیل حاصل رود لیکن بمقتضای ضرور که لازمهٔ بشریت است تکرار اظهار ناچار شد۔
" حقیقت حضرت قبله گاه دیانت پناه سیدی میر سید بھیکه که از مشاهیر کبار این دیار است
" یقین که مسموع شریف گشته باشد که آن بزرگ بعد از آنی که بچهل سالگی رسید از وطن برآمده
" مدت پنجاه سال در خدمت امرا و ملوک گذرانده حق گذاری و دیانت داری را بحدی رسانید
" که مدار علیه هر سرکار و صاحب اختیار هر کار گشته سزای تحسین و آفرین شد۔ بالفعل که سال
" وی به نود کشیده و قوای خود را از خدمت بزرگان معطل دیده چارهٔ کار بی آنکه آمده بوطن
" نشیند نیافت ـ مرتضیٰ خان مرحوم را چون بر دیانت و کمالات او اطلاعی تمام بود غرض خود
" خود را بر قصد سید مقدم داشت ـ چون الحاحی بغایت کرد ـ انکار سید پیش نرفت ـ بعد از آنی
" که عازم این پرگنات شد چهل روز تمام نگذشت که مرغ روح نواب به آشیانهٔ علیین پرید گردهٔ
" پرگنه که از این واقعه متنبه شدند پیش از آنکه میر از حویلی بر آید کوچها بر بستند از آنجا که غلبهٔ اسلام
" یقینی است برادران همراه که آهن خائی به عادت داشتند که اب میر را نگذاشتند خجالت بخشش
" هر مایهٔ فساد شدند ـ میر را چون طاقت عود بدهلی نبود ناچار قصد وطن نمود حرکت بی آنکه تمسک
" به عصا کند متعذر شده بالفعل حالت پیری این و تخلل نوکری آن و شدت افلاس که نتیجهٔ دیانت
" است زیاده از آن ـ و طلب کچهری که باغوای حامد خان شده علاوه بر آن ـ اکنون بجز
" خدا پناهی نیست ؎

" در چار موج حادثه یکتا خدا بس است   چون ناخدا مدد نرساند خدا بس است

" مسموع است از حدیث شریف که ابن ثمانین از عتقاء خدا است ـ اکنون بنده های خدا می خواهند

"کہ این تسعین[۹۰] را معتنق ندانسته بقید حساب کشند و تقصیر خدمت یک ماه اهانت آن بی گناه "کنند جای وحشت است والسلام."

چون این نامه به خیراندیش خان رسید- میر سید بهیکه را از مطالبه معاف داشت لیکن سید رحمت الله ابن الابن میر مسطور که محاسب ممتاز بود به رغبت خود رفته به کچهری حاضر شد و بعد حساب فارغخطی حاصل کرده خود را بخدمت جد بزرگوار رسانید۔

میر سید بهیکه به جناب میر سید طیب بن میر عبدالواحد اکبر بلگرامی قدس الله اسرارهما بیعت داشت- و بعد خانه نشینی اوقات را به طاعت و عبادت معمور می داشت تا آنکه نهم شهر ربیع الاول روز پنجشنبه سنه اربع و تسعین والف (۱۰۹۴) در جوار رحمت آسود- و پائین مزار میر عبدالواحد مدفون گردید۔

سید خیر الله

اما سید خیر الله بن دیوان سید بهیکه همراه پدر خود می بود سید بهیکه عبدالرحیم نامی را متبنی گرفت و او را سر فوج ساخت- سید خیر الله را این معنی گران آمد- و از پدر جدا گردید- و این قضیه یاد از قضیه اسامه بن زید رضی الله تعالی عنهما می دهد۔

سید خیر الله در سرکار قباد خان عالمگیری و امراء دیگر نوکری می کرد تا آنکه سید بهیکه وسائط برانگیخته سید خیر الله را طلب فرمود و او فرمان پدر را امتثال نمود و در جنگی به زخم تفنگ جرعۂ شهادت چشید۔

اما دیوان سید رحمت الله بن سید خیر الله دخترزادۂ سید لطف الله بن سید حسن بن سید نوح بلگرامی است- ذکر سید حسن در دفتر فضلا گذشت

سید رحمت الله در خدمت جد بزرگوار تربیت یافت- و به نیابت او بسرانجام خدمت می پرداخت- چون دیوان سید بهیکه را پیری دریافت سید رحمت الله

عرض کرد کہ حضرت حالا در خانہ نشینند و من خدمت بجا می آرم جد بزرگوار ملتمس اورا قبول کرد۔

سید رحمت اللہ بحکومت جاجموؤ و بیسوارہ وغیرہ می پرداخت و در دیانت و راستی دقیقۂ از دقائق فرو نمی گذاشت۔ و مدبر و شجاع و صاحب عزم و عالی ہمت بود و اکثر مواضع قلب را تسخیر کرد و سرکشان را مطیع و منقاد ساخت۔ و از سرکار خیر اندیش خان عالمگیری و از سرکار عبد الصمد خان روشانی و امراء دیگر نیز محالات فراوان داشت و با وارد و صادر سلوک پسندیدہ می کرد۔ و دست جود و احسان کشادہ می داشت۔

سید حبیب اللہ

بعد رحلت جد بزرگوار با برادر اعیانی خود سید حبیب اللہ جانب دکن بہ اردوی خلد مکان رفت و پادشاہ را ملازمت کرد۔ روز ملازمت خلد مکان با شاہزادہ محمد اعظم شاہ فرمود کہ این خانہ زاد قدیم ماست و پدرش نلوہا را از قطاع الطریق بہادرانہ بدست آورد۔ سید رحمت اللہ بہ منصب دو صدی و جاگیر از محال سائی پور و سید حبیب اللہ بہ منصب صد و پنجاہی سرافرازے یافت۔ بعد چندی سید حبیب اللہ در دکن فوت شد۔ و سید رحمت اللہ بہ جاگیری کہ یافتہ بود اکتفا نمودہ بوطن رسید۔ و برای تربیت برادرزادۂ خود سید کرم اللہ بن سید حبیب اللہ بہ سلیم پور رفتہ اقامت گزید۔ تزویج سید حبیب اللہ با دختر سید پیاری حسینی واسطی اناہی شدہ بود و سید پیاری سید حبیب اللہ را خانہ داماد ساخت۔ ازین جہت اولاد سید حبیب اللہ در اُناہ می بود۔ اُناہ بروزن حُکام از توابع لکھنو است و سلیم پور یکی از قُرای اُناہ است۔

آخر سید رحمت اللہ در سلیم پور سیزدہم شہر ربیع الآخر سنہ ثمانیہ عشر و مائۃ و الف (١١١٨) بہ رحمت حق پیوست نعش اورا در بلگرام آوردہ بہ خاک سپردند۔

سید رحمت اللہ در ہندی اُستاد عصر بود۔ علامۂ مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی تعریف
خوش فہمی او بسیار می کرد۔

در ایام حکومت جاجموُ باد فروشی از تلامذۂ چنتامن شاعر مشہور ہندی آوازہ
کمال دیوان سید رحمت اللہ در فن ہندی شنیدہ خود را بہ حاشیۂ محفل دیوان رسانید
روزے دوہئہ از منظومات چنتامن در "اننیا النکار" پیش دیوان خواند۔ درین
مقام اول "اننیا النکار" را برنگاریم بعد از آن سر رشتۂ مقصد اصلی بدست آریم۔

"اننیا" بہ ہمزۂ مفتوح و نون اول مضموم و نون ثانی مشدد مکسور و یای تحتانی
مفتوح آخر الف بہ معنی بی شبہ و "النکار" بروزن چمن کار صنعت فن بدیع۔

و "اننیا النکار" آن است کہ مشبہ و مشبہ بہ یکی باشد۔ فقیر را بنظر تتبع نرسیدہ کہ
کسی از ادبا عرب و فارسی این تشبیہ را استخراج کردہ باشد حال آنکہ فی نفسہ موجود است
چنانچہ در کلام فارسی شاہدی از دیوان ملا ظہوری ترشیزی بر آوردم کہ ؎

چون ظہوری بجز ظہوری نیست　　در محبّت یگانہ می باشد

و در منشأت میرزا جلالای طباطبا ہم بیتی یافتہ شد کہ ؎

آب رُخ آئینۂ جم منم　　ہمچو منی گر بود آن ہم منم

و خود ہم در سلک نظم کشیدم ؎

ترا می رسد ناز ای دِلستان　　توئی چون تو خجیل خوش طلعتان

و در عربی نیز بہ ادای این تشبیہ پرداختم کہ ؎

رأت کثیر حسانٍ فی الوریٰ مقلی　　ما لاح مثلك الا انت یا املی

محرر کلمات گوید: ۔ علماء عرب و فارس این تشبیہ را در فن بیان آوردہ اند و
اہل ہند در فن بدیع تحقیق مقام آنکہ در صورت اتحاد مشبہ و مشبہ بہ تنزیہ است در
صورت تشبیہ۔ چہ علما تشبیہ را تعریف کردہ اند کہ "ھُوَ الدَّلَالَۃُ عَلٰی مُشَارَکَۃ

اَمْرٍ لِاٰخَرَ بِالْکَافِ وَنَحْوِہٖ" وازینجا دریافت شد کہ وجود تشبیہ بی مغایرت مشبہ ومشبہ بہ متصور نیست۔ وتشبیہ را سہ رکن است مشبہ[۱] ومشبہ بہ[۲] ووجہ تشبیہ[۳] پس مقصود قائل از وحدت مشبہ ومشبہ بہ تنزیہ ممدوح از تشبیہ و اثبات یکتائی اوست بہ تفنن عبارت چہ عبارت "چون توکسی نیست" و "چون تو توئی" ہر دو یک مآل دارد کہ آن تنزیہ باشد۔

وصنعتی دیگر ازین قبیل درکلام ملا ظہوری یافتم کہ مفضل ومفضل علیہ یکی باشد اگرچہ این صنعت با مطلب کتاب کار ندارد اما برای مزید فائدہ تحریر می یابد کہ ؎

نتوان گفت ز خوبان دگری می باشد ہم توئی از تو اگر خوبتری می باشد

بخاطر می رسد کہ نام اول "تَمْثِیْلُ الشَّیْئِ بِنَفْسِہٖ" ونام ثانی "تَفْضِیْلُ الشَّیْئِ عَلٰی نَفْسِہٖ" گذاشتہ شود۔

القصہ دوہۂ چنتامن در "اننیا النکار" کہ شاگردش نزد دیوان سید رحمت اللہ خواند این است ؎

ہیو ہرت ارکرت ات چنتا من چت چین
وا مرگ نینی کی لکھی واہی کیسی نین

دیوان دخل کرد کہ این مثال "اننیا النکار" نمی تواند شد زیرا کہ نایکا را مرگ نینی گفت۔ وشباہت چشم او با چشم آہو ثابت شد۔ شاگردش این دخل را مسلم داشت۔ وہرگاہ نزد چنتامن رفت دخل مذکور را نقل کرد چنتامن ہم اعتراف نمود۔ ودوہہ را تغیر داد ؎

واسندر کی بین لکھی واہی کیسی نین

چنتامن شاعر ہندی — واین چنتامن ساکن کوڑہ جہان آباد است ودو برادر او بھوکن و متی رام نیز شاعر خوش فکر مشہور اند۔ چنتامن در علم سنسکرت سر آمد اقران بود۔ و

ودر سرکار شاہ شجاع بن شاہجہان بادشاہ با عزّت بسر می بُرد و او را تصنیفی است "کبت بچار" نام که درمیان سخن سنجان متداول است دوہہ مذکور در انتہا النکار در کبت بچار داخل است۔

الحاصل چنتامن بعد استماع آن دخل مشتاق دیوان سید رحمت اللہ شد و بہ تقریب غسل دریای گنگ که از تحت جاجموٗ می گذرد با قبائل خود به جاجموٗ رسید۔ و دیوان را دریافت۔ دیوان لوازم مہمان نوازی نوعی که باید به عمل آورد۔ چنتامن مدّتے نزد دیوان اقامت کرد۔ و به مناسبت موزونیت صحبت گیرا اُفتاد۔ وکبتی در وزن "جھولنا چھند" در وصف شجاعت و جوان مردی سید رحمت اللہ نظم کرد۔ کبت این است ؎

"گرب گہہ سنگھہ جیون سبل گل گاج من پربل گج باج دل ساج دہایو"

"بجت اک جمک گہن گہک دندبھن کی ترنگ کہ۔ دہمک بہو تل ہلایو"

"بیرنہہ کہت ہیہ کنپ ڈر جو رسن سین کو سور چھون اود چھایو"

"کہو چل پائی تج ناہ سناہ یہ رحمت اللہ سرناہ آیو"

دیوان زری نقد و خلعت زرین سنگین صلۂ کبت بخانۂ چنتامن فرستاد و بعض رسانید که می خواہیم در حضور شما لاقامت مباہات خود را به آئین خلعت آرائیم۔ دیوان زبان به معذرت کشود که این لائق شما نیست۔ غائبانه قبول باید کرد۔ آخر چنتامن درحضور دیوان آمد۔ و سر مجلس کبت را خواند و خلعت پوشید و انعام برگرفت۔

کبت مذکور در نسخه "کبت بچار" بعد کبت مدح سلطان زین الدین محمد بن شاہ شجاع ثبت است۔

دیوان سید رحمت اللہ کتابی دارد "پورن رس" نام۔ این چند بیت دوہا ازان کتاب کسوت تحریر می پوشد ؎

کاری سٹکاری کری کھری سرس سکمار
لوٹن ہاری جگت کی لوٹن ہاری بار

سوہت بینی پیٹھ پر جھینین پٹ کی بھائی
لوٹت ناگن کنول دل انگ پراگ لگائی

مانگ سہاگ بھری الی ہب پاٹی چھب چھائے
سیام منون گھنسیام مین چپلا لیک لکھائے

بھونہہ کمان سمان کی کت تکیت انکھائے
کدھ من سونن تور کی نہارو پیارو پائے

آن بان کو کہت ہین نینن بان سمان
دی لاگت سالت جو یہ دیکھت بیدہت پران

ہوئی تر چھی تر چھی تکیو بہتو بہا ہنی بھیر
چبھ چبھنون چیت مون کئی کا ڈہت بادہت پیر

سندر مکھ چو کا حمک اپمان گو برنی نہ
آنند مندر مین جڑی ہیرا جڑیا مین

کرا چائی جہائی تیہ دہاری نہج انکھ بھائی
منو چپلا دوئی توک ہوئی کری بھوم پر آئی

سوبرن رنگ مہندی رچو چہلا جڑاؤ ساتھ
ہاتھی دیئے ساتھی کیو موہن من آون ہاتھ

او پمان سندر نکھن کی من آدی نہین اور
اندیہ ہو ایہ بند کی کلن بھئین بسر موز

چھلا چھیلی چھانگین بب چھب مل اک ساتھ

پچھلت چھیل منگوکرت پچھلا کلا کی ہانتھ
اودرلست روماولی موہن موہن بہانت
مانو سبرن پان پر کام منتر کی پانت
تابہہ کوپ ناگن نکس چلی کنول مکھ چاڈہ
ٹھٹ کی دیکھ میور کریو کچھ گرکی کراڈہ
گوری بہوری گورٹی تہوری بنیں سہائی
بہوری بہوری بات سون چورت من کو آئی
لست سیت پچھوریان انگ کیسری رنگ
کنک بیل سی جھلملی بال چاندنی سنگ
پیہ تیہ رت بپریت کون پگ گہہ کر منہار
ہٹت ہنست سنہرات درگ للچاوت رجھوار
بھج اُچائی انگڑائی پن پیم جنائی جمہائے
چیٹ پٹ ہرہرنی کٹی ٹھگ لاڈو دکھرائے
ہرمرلی ہرکی لئے دہری اروج بنبین
راگ رنگی پربین تیہ کری ہی پربین
کہیلت پہاگ ہلاس سون بہاگ بھری لکھہ ناہہ
موٹھی داڑگلال کی من کیو موٹھی ماںہہ
جھک جھک کہیلت ہی للی جھومر سکھن سماج
جھوم جھوم من جگت کی پرت پگن پر آج
بہونہہ چڈہائی جتائی رس جھونٹھ مان جتائے
انہت ہی پیہ من بہتو الو تہن اینٹھ بتائے

گھٹ لٹے گھاٹ چلی الی نٹ کی سنمکھ ہوت
گھٹ پٹ کی سدھ گھٹی ہٹکی مکھ کی جوت

للن چلن کی نام سن گری گھوم کی بھوم
پیارین پیاری نکھ پیا پران دئی مکھ چوم

پھاگن مانس نہ آئی ہو پیارے پرانن ایس
کھوری ہوری لپٹ سنگ کھیلین پران اسیس

کہہ کہہ اٹھت جری جری گھری گھری وہ بال
چل کی نیک بلو گئی انھین جت گوپال

کہت سبیس کر دھر سنون سیام بام پر انیس
کنٹھ نکٹ سانک رہی سو وکرت اسیس

(۴) میر عبد الجلیل بلگرامی نور اللہ ضریحہ

پیشتر فن قلم واسطی نثراد گوش مستمعان را از تصانیف والاچہ حجازی وچہ عراقی نواختند۔ اینجا شکر ہندی می افشانند وطوطیان ہند را غذاے روحانی می رسانند —

رتبۂ عالی از ان برتر بود کہ لب بہ تعریف شاعری سیاختلوفات ہندی کشاید وزبان محتاط را بہ گفتگوی دور از کار آلاید لیکن احیاناً اگر قصیدہ جگرے التماس معالجہ می کرد بنابر جامعیت فنون تباشیری از نی ہندی برمی آورد چنانچہ خود می فرماید

شعر گر فضل من پوشیدہ ای　　می شدم در فن سخن اقدم
گر بپرسی ز جامعیت من　　میر خسرو دہد جواب نعم

مصر دواکر شاعر هندی

مصر دواکر بن مصر بہربخش کہ از برا ہمۂ معتبر بلگرام است و در فنون سنسکرت و بہاکا مسلم خاص و عام - و علامۂ مرحوم ورا بہ ملازمت امیر الامرا سید حسین علی خان رسانید و در سلک ندماء نواب منسلک گردانید - دوہہ در مرثیہ آنجناب نظم کردہ و بیان واقع بہ عالم اظہار آوردہ کہ ؎

"ہوا نہہ او ہوے گا ایسو کہین سو سبیل"
"جیسو احمد نند جگ ہوی گیو میر جلیل"

از غرائب اتفاقات آنکہ چون این دوہہ را عدد کردہ شد بی زیادت و نقصان تاریخ برآمد - رحلت آن جناب بیست و سوم ربیع الآخر سنہ ثمان و ثلثین و مأتہ والف (۱۱۳۸) واقع شد -

از منظومات عالی "سکہ نکہ" در وزن بہیروی ست - این چند گل ازان چمن چیدہ می شود ؎

الہ نام پوتہی پر لکی ایتھہ بہائی ۔ جیون جڑائی کو ٹیکو بہال سہائی
کیس پاس کی پہانس پہانسو لوگ ۔ ایک سیام تم ادیری الگ سنجوگ

پہلواری گہونگہٹ کی پاتین جات ۔ سمن باس بن چہانین نہیں سہات
واکپول ستر مل تین دربین ہار ۔ پرت انت جہونٹی کی مکھ چہار

وانل دیکھی پترن باڑہت جوت ۔ وت جیکنون دیکھی ہلست کوت
لکھ کپوت واکریوان اتہہ ابہرام ۔ ہوئی انیت کرڈاری سیری سیام

شکہہ نا نہہ چیو موری دہون کیا کہوئی ۔ کری لاک جہان پہر بہت تہان جوئی
نکہس جہلک مہندی سنگ بعن دین ۔ چنین لال نر چہین ڈاک نوین

بہاد نا بہہ کی تر کو کہو نجات ۔ کنول کلی لو موندی بہلی یہ بات
بینی پیٹھ دو دل متو جو کین ۔ لانبی چکلی باتن من ہر لین
چکل جنگہ سو موہن انکو جاے ۔ انت باندہیت گنہی کہنین لاے

کنول سا نجھ موندت نہیں کوس سکور　　　واچرن کو بندت انجل جور

وآز منظومات والاست این چند دوہے

پہلواری جگ بین سے سینچت لی لی باس
سو کہی رد کہہ پلاس کون رُت بسنت کی آس

رہنی سجنی پیہ سنگ پاؤن روپ بہات
اب پیہ بیتم بچھری بہئی پاؤن پک کی بہانت

تونا سا کی ڈاہ کی کیر لگی جیہہ کو چنچ
رہر کہو نتہ نت کری کہی دینت ہی چونچ

پیاری تیری چرن کی کہون کہان نو بھید
چھن بچھرت جا کی پری چھاوان چھاتی چھید

(۵) سید غلام نبی بلگرامی

ہمشیرزادہ میر عبدالجلیل بلگرامی - ترجمہ او در فصل اول جلوہ پیراست و درین فصل نیز بہ اداہای نازک ہوش ربا

اگرچہ حکمش در قلمرو سخن فارسی و ہندی نفاذ دارد - اما بہ تسخیر سواد اعظم ہندی نوعی پرداختہ کہ سرکشان پای تخت سخن را بیک قلم از اوج غرور انداختہ - الحق ہیچ طوطی در ہندوستان بخوبی کلکش شکر افشانی ننمودہ - و ہیچ طاؤسی درین بوستان بہ نیرنگی فکرش بال و پر نکشودہ - جوہر تیغ ہند از نیزۂ خطی بہ این حسن وا نمودن جز او کہ می داند - و چاشنی نیشکر ہندی از قلم واسطی باین لطف مہیا ساختن ہیچ او کہ می تواند -

میرزا محمد امین چون قصائد عربی فقیر را شعار ہندی میر شنید - حظی کرد - و این

قطعه در سلک نظم کشیده

درین زمانه که ارباب فضل کمیاب است زبلگرام دو شخص اند در سخن استاد
یکی امام زمان سید غلام علی کسی به شعر عرب مثل او ندارد یاد
دگر جهان هنر سید غلام نبی رساند فطرت او شعر هند را به مراد
نگاهدار الٰهی همیشه ایشان را بِتَوَسُّلِ عَرَبِیٍّ وَّ اٰلِهِ الْاَمْجَادِ

میرزا جانجانان مظهر دهلوی سَلَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ فن شعر هندی از میر غلام نبی اخذ نمود۔

از نتائج فکر او "سکهه نکهه" صد و هفتاد و هفت دوها است که آن را "انگ درپن" نام گذاشته و دیگر "نایکا بهرن" که در سنه ۱۱۵۴ هزار و صد و پنجاه و چهار هجری تصنیف کرده و مطابق این سال دوها در خاتمهٔ کتاب درج نموده و "رس پربودھ" نام مقرر ساخت مضمونش آنکه ازین کتاب تسلّی و خاطر جمع در بیان رس می شود۔

مخفی نماند که نزد اهل هند مقرر است که تغیر و کیفیتی که در انسان از دیدن یا شنیدن چیزی پیدا شود۔ و بعد از آن استغراق کامل دست دهد آن را "رس" گویند و آن نه حالت است۔ و کتاب "نورس" که ملا ظهوری دیباچه آن نوشته این معنی هم دارد۔ نو در هندیه را گویند۔ از آن نه حالت

اول۔ "سنگار رس" که عبارت از کیفیت کمال محبت است که مرد را از دیدن زن یا شنیدن اوصاف او پیدا می شود و همچنین کیفیتی که زن را از دیدن مرد یا شنیدن اوصاف او هم می رسد۔

دوم۔ "هاس رس" که عبارت از کیفیت کمال ضحک است۔

سوم۔ "کرن رس" که عبارت از کیفیت کمال غم است۔

چهارم۔ "رودر رس" که عبارت از کیفیت کمال تهور است۔

پنجم "بیر رس" که عبارت از کیفیت کمال شجاعت و سخاوت وغیره است
ششم "بهیانک رس" که عبارت از کیفیت کمال خوف است
هفتم "بیبهتس رس" که عبارت از کیفیت کمال کراهت است
هشتم "ادبهت رس" که عبارت از کیفیت کمال تعجب است
نهم "سانت رس" که عبارت از حالتی ست که دران حالت همه لذتها محو شود و همه نیک و بد یکسان نماید - و اصل منشاء این حالت ترک و تجرید است -

و درین کتاب اکثر مقامات را که از مصنفین پیشین کم کسی به تحقیق آن رسیده میر بدقت و نازکی تمام آن مقامات را حل نموده مثلاً فرق درمیان اقسام دهیرا و کهندتا و فرق درمیان بچن بدگدها و سوین دوت و فرق درمیان کریا بدگدها و بودهک ها - و سبب جدا شدن انیه سنبوگ و کهنتا و کرتیا و ماننی از هشت نایکا با وجود شریک بودن این مجموع در اوصاف بهید که مراد از اقسام حالات است خوب بیان کرده - و دیگر مقامات که تفصیل آنها اطالت می خواهد بوجه احسن ضبط نموده - و در ایجاد و اختراع مضامین دقیق و خیالات نازک چه قدر قوت فکری صرف کرده - تمام نسخه از اول تا آخر تمثیلات تام دارد - و مجموع کتاب انتخاب و سحر حلال واقع شده -

و سوای این دو کتاب کتب متفرق متضمن مضامین لطیف بسیار دارد و "رس لین" تخلص می کند - لین بمعنی محو است یعنی کسیکه در رس محو باشد -

درین مقام صد و بیست و پنج دوها از هر دو نسخه به مراعات ترتیبی که در کتاب است انتخاب زده - و چند کبت چیده ثبت می شود -

اول - از انگ درپن

- منگلاچرن: -

سو پاوت یا جگت مون سرس نیه کو بهاسے

جون تن من تین تلن لو بالن ہاتھ بکاے

-: جورا برنن :-

چندمکھی جورد چتی چت لینہوں پہچان
سیس اٹھایو ہی تمر سس کو پا چھو جان

-: ارن مانگ پاٹی جت برنن :-

تیین مانگ نہ ارن کن مدن جگت کون مار
است پہری پرئی دہری رکت پہری تروار

-: بہونہہ اینٹھ برنن :-

اینٹھن ہون او ترت دہنک یہ اجگت کی تان
جیون جیون اینٹھت بھرو دہنک تیون تیون چڑھت ندان

-: کمر مکت برنن :-

مکت بھئی گھر کہوئی کی بیٹھی کانن جاے
اب گھر کہوت اورکی کیجیئی کہا اوپاے

-: نتر برنن :-

ترنگ دیٹھ آگین دہربن برنین دل کے ساتھ
تیوری چکھ مکھ کی جگت کیو چہت سب ہاتھ

-: کاجر برنن :-

ری من ریت بچترہ تیہ نینن کی چیت
بکھہ کاجر کھائی کی جیہ اورن کی لیت

-: کاجر کورین برنن :-

تیہ کاجر کورین بڑہی کیہ پورن کب پچھ

لکھیت کہنجن اچھ کین پچھ الکچھ پر پچھ

:- نتنزن کی لال ڈوری برنن :-

انجن کی دورت نہین ہوین لال تر نگ
کورن پک دورن لگت تور پورن کو رنگ

:- ناسکا برنن :-

چھاک چھاک تو ناک سون یہ پوچہت سب گانو
کئی نواسن ناس کی طہیو ناسکا نانو

:- لنکن برنن :-

تھک لتکن نتھ پاس لئی پائی ناسکا ساتھ
مار مروریو جگت تیو نٹ ولت ہاتھ

:- پناری برنن :-

للت پناری کلت یون لست ادہر سکمار
منون اہی بہاست پر یو چھنچھ انگری بہار

:- ادہر برنن :-

تیرس وتیا دوہن سس ایک روپ بنجہ ٹہان
بہور سانجھ کہہ ارنئ بہئی ادہر تو آن

:- مہندی برنن :-

بارہ منگل راس کن سوئی سب مل آئی
ابھیہ دو ہنچیرن دس نکھن مہندی بہئی بنائی

:- سکمارتا برنن :-

لگت بات تاکو کہان جاکو سیجہم گات

نیک سانس کی چھوک بن پاس نہیں ٹھہرات

-: روما ول برنن :-

ال اودروا سکھ بن روماول کی بھیکھہ
پرگھٹ دیکھیئ سانس کی آواگون بن ریکھہ

-: پیٹھ کی نال برنن :-

نہین پناری پیٹھ تو کینھو دیٹھ بچار
دھسک گئی بہہ بہار تین بینی کی سکمار

-: کٹ برنن :-

سینٹ کٹ سچھم نپٹ تکت ندیکھت نین
دیہہ مدہ یون جانئی جیون رسنا بن بین

-: جنگھا برنن :-

سیس جٹا دھر مون کہ کھڑی رہین ایک پای
اپنی تپ کدلی تئو لہین نہ جنگھہ سبھای

-: پگ تل برنن :-

لکھہ پگ تل کی مردلتا کب برنت سکچاتہہ
من تین آوت جیبہ لون مت چہالی پرجاتہہ

-: نکھ برنن :-

دوت وا اوت نکھن کی بھنی کون کب ایس
پای پرت چھت جاہ کو بہو چند پہ سیس

-: نترپ انگ برنن :-

لکھہ سیس نرکہہ چکورا درتن پانپ نکھے ہین

پگ پنگج دیکھت بھنور ہوت نین

دوم - ازرس پربودہ

-: پربیت بھاو :-

توہت نو نزنیہہ کو اپچھو ہر ہیہ آئی
سرت سلل سینچت رہت سپھل ہون کی جائی

-: سکیا :-

دہرت نہ چوکی نگ جٹی یاتین ارہین لائی
چھاتہہ پری پر پرکھہ کی جن تیہ دہرم نسائی

-: الکرت جوبنا مگدہا :-

یون بالا جوبن جہلک ارجن ہین درسائی
جیون پرگٹت من کو بچن بیہ پترن مین آئی

-: نو جوبنا مگدہا :-

جیون بیہ نتھ باڑہت کلا جوبن سیس ادہکات
تیون سستانس تمر گہٹ چھب دُت پھیلت جات

-: پنچھہ :-

انست ہین تو ارج ارنکست جہلک سبھائی
اُکس نکس سب تین کی پری جین ہین آئی

-: گیات جوبنا مگدہا :-

سکھن کنت لون تیہ نین کچ تک بہس لجات
مانو کمل کلین چنتی البین ہلس رہ جات

:- اگیات جوبنا مگدہا :-

دا دن باندہی سانس مین ہو سکھن سون لائی
سو مبیر ین بیہ تہو رہ ہوئی ہیہ مین اسی آئی

:- نبود ہا مگدہا :-

سکہن کہین لال آبہرن نیک نہ پہرت بام
من ہین من سکچت ڈرت بہرم لال کی نام

:- بشر بدھ نبود ہا مگدہا :-

ہنست ہنست رت بات لہہ یون روئی کہہ تیہہ
دہک دہک جیون دامنی ناجہین برسی میہہ

:- پنچھ :-

نیہ اگیان ارگیان ہین پریم نہ دیت جائی
جمن گنگ بیہہ پائی کی رہی سرستی بہائی

:- مگدہا کی سرت آنت :-

یون ہنجت کو اوللا ابلن انگ بنائی
ملی پہپ کی باس لون سانس نہ پائی جائی

:- دوہا :-

پیہ تیہ پلن کپاٹ کٹ نر کہہ لیہہ درگ کور
کہلت پریم کی جور ہین مندت نیم کی جور

:- پنچھ :-

رنین من یا دت نہیں لاج پریت کو انت
دہون اور اپچو پہرے جیون بیب تیہ کو کنت

—: مدہیا انت کاما :—

بیون تبہ نہین لاج مین لست کام کی بہائی
ملیو سلل مین نیہہ جیون اوپر ہین درسائی

—: مدہا کی پیرت :—

کان پرت مرگ لون ہری مرچھہ للن کی پران
کنٹھ ٹھنک نو پیر بہنک دہن لئی جب تان

—: مدہیا کی پیریت :—

رت رمن پیریت بیون لاج مدن ہیں پچھاک
جیون رنہہ ہانکت سارنہی دہون لیک کون تاک

—: پیروڑہا :—

جب بنتا پرکھ راس مین رب جوبن چمکائی
مدن پین پرت دیوس مدہ لاج سیت گھٹ جائی

—: پیروڑہا کی سنرپانت :—

ڈہرک پری کہون اربسی نکہہ کچ سبیس سہائی
نترن چھپیو منون کر سکہر دوتیج نکس درسائی

—: مدہیا دہیرا :—

لکہت ہنی درگ کمل لئی چور بدن رب اور
اب الخہ انن چند ہت کر یو نین چکور

—: مدہیا ادہیرا :—

بہی بڈ آئی تم رکہی میری ہت ٹھہرائے
ہانتے پرت ہو اور کی پاین پرت سو آئے

-: مدھیا دھیرا دھیرا:-

کت بنولیت نٹھرکی یہہ پونچھت گھہ ہاتھ
دہن انسوا گھن بوند لون جھری بات کی ساتھ

-: پرورہا دھیرا:-

پاگ دھرین ہیری کھری پیہ مکھہ پری نہار
پہول جھری کرہین دھری آنکھ بھری جھجھکار

پرورہا دھیرا دھیرا

نین لال تک رس دری کچھو نہ بولی بال
باہنہ گھت ہین لال ارہنی توراً رمال

-: جیشٹھا کنشٹھا:-

کن بچتر یہ کھیل بل دینہون تمہین سکھائی
موٹھہ ماروا کی درگن موکھہ ماندت دہائی

-: پرورہا دھیرا:-

ڈری گانٹھ جو بال ہیہ لہی نہ کیہون ناتھ
پرگٹ بال مہ گانٹھ لون بھئی گھت ہین ہاتھ

-: اوڈھا پرکیا:-

نین اچل چل منج تو دوا و بدہ من رنج
نج پت لاگت کنج ارا پیت لاگت کہنج

-: انوڑھا پرکیا:-

روکھی ہو جن باس لون چوری دیت جتائی
ہنان جڈہین سرنیہ جو چڈھیو نیہ سرائی

لہ:ساما نیا:-

مکت مال لکھ دہن کہیو یہ اجگت ہے نا نہہ
گنگ تہاری ار بسی شو میری ار مانہہ

-:انیہ سبھوگ دکھتا:-

تیری پاس پر کاس پر نیہ سباس بسائی
موکارن لیائی نہین آئے آپ لگائی

-:پریم گرنتیا:-

پیہ مورت میری سدا اکھین درگن بسائی
ڈریت گوری دیہہ یہہ مت سونری ہوئی جائی

-:روپ گرنتیا:-

جوبن لہہ ان روپ ٹہگ اوہت گت یہ کہین
آپ جگت کون مار کے ہتیا موہر دین

-:مانتی:-

دہرت مانتی درگن یون انسوا بند بسال
منون مانسر کنول تین جہرت مکت کی مال

-:سواد ہین پتکا:-

نرکہہ نرکہہ پرت دیوس نس نیہ چکھہ پیہ مکھ اور
کمل جان ال ہوت ہین سس اثمان چکور

-:انکنٹھا:-

سکہی کہا جیہ ساج کی آج نہ آئی ناتھہ
گرہ یہو لی کہگ لون پھری مومن سوجن مانھہ

:-کھنڈتا:-

پیین نن مکھہ لکھہ یون دری تیہ چکھہ انسوا آئی
منون مدہ کر مکرند کون اگل گئی پھر کھائی

:-پرلبدہا:-

لکھہ سنکیت سولون رہی یون تیہ نار نوائی
منون بنی شیو کی کرئی سبل کام کون پائی

:-کلنھتا:-

الی مان آہ کی دسی جہار یو ہر کر نیہہ
تیو کرو دہ بس نان چہنواب چھوٹت ہی دیہہ

:-باسک سجیا:-

تیہ سکھہ سیج بچھائی یون رہی باٹ پیہ ہیر
کھیت بنائے کسان جیون رہت بینھہ اوسیر

:-ابھارکا:-

ایسین کا من لاج نین پیہ بین اٹکت جائی
جیین ستا کو سلل پون ساھین پائی

:-پنتھہ:-

انگ چھپاوت سرب سون چلی جات یون نار
کھولت بج چھٹا جنئی ڈھانپت گھٹا نہار

پرو گہٹ نیکا

نس جگای پر انتھہ چھٹت پران مچوری ہال
انگ نگر بین برہ یہہ بہیو نیو کتوال

—: لکھت تپکا :—

پھاہین پاکہہ نہ آیہو جو اساڈہ کی مانس
پر تہمہ جھڑ جیت باس لون نکسی پیہو سانس

—: کچہت تپکا :—

پیہ کی چلت بدیس کچھو کہہ نہہ سکی لجور
چرن انگوٹھا تین رہی داب پچھورا چھور

کردی یہ جو چکنین ہرنت لاے سنیہ
برہ اگن جو چھنک بین ہون چہت اب کیہ

—: المکہت تپکا :—

ہراون سن پتہاک نکہہ اگن ہر کہہ سنہہ
نکہہ تین سکھ لون بال کے بہئی چکنین دینہہ

—: الجہت تپکا :—

آونت لہہ گہنسیام کی آن دیس تین پاٹ
چیلا ہوئی چکن لگیو نیہ نہی کو گاٹ

—: اگت تپکا :—

سکھی پچہرن سمر کی ہوئی لہلہی ترنت
بیل روپ پر پہلت بہی لہہ بسنت سوکنت

—: اتہا :—

کیہون اوکن انگ کو لکہین نہ ہت کی جور
پیہ بینک نکہہ کی بہی رونی نین چکور

-: دوہا :-

پیہ سنگ سنکھہ رہت بکھہ بکھہ ہوئی جات
تنیہ درپن پرت بنت لون تیری گت درسات

-: دوہا :-

جیون جیون آدر سون للن پانپ دیت بنائی
تیون تیون یہامن مین لون کہن کہن انیٹھت جائی

-: پت نایک :-

جب تین لالن رون کو کون لے آئے سنگ
تب تین شیو لون آپنی کر راکہی ارد ہنگ

-: انکول نایک :-

نئی لبس جب ہون سجون تب پیہ بھرم لجاتھ
بن پرکھے دہن بچن کی ہیر سکت ہین ناتھ

-: دچھن نایک :-

ساگر وچھن دہن کی سم برنت ہین پریت
وہ ندین یہ تہین سون ملت ایکہی ریت

-: سٹھ نایک :-

ہیر ہیر مکھہ پہیر کت تانت بہو بہہ ندان
بانن بدہ کاہون نہین راکہی چڑھی کمان

-: دہرشٹ نایک :-

کاہہ گیوہی آپہین موسر سوہین کہا ئی
آج سنیں جادک لیئن پھر لوٹت ہی پائی

:-اوپپت نایک:-

آئی وہ پانپ بھری رمنین آج انہان
جنھہ بوڈن نکس لکھین نکست بوڈب بران

:-ببیک نایک:-

لال ادہر ہیرا رون جنھہ سبرن تن ساتھ
دیجیئی کنھہ دھن لیائے جو کیجیئی تنہ دھن ہاتھ

:-روپ مانی نایک:-

بار بار ہیرت کہا درپن مین چت لائی
نیک لکھو نج بدن سون رادہی بدن ملائی

:-پروکہت نایک:-

اگن روپ بن ری برہ کت جارت ہی موہ
ننیہ تن پانپ پای کے بور مار ہون توہ

:-سرورن درسن:-

جب تین موہ سنائی تون کہے کانہہ کی بات
تب تین درگ مرگ لون چلی کانن ہین کون جات

:-سپن درسن:-

جاگت چور جو پائی دور لاگئے ساتھ
سپنین کو چت چور کیون آوی اپنین ہاتھ

:-چتر درسن:-

چترہ چتوت چتریون رہی ایک ٹک جوئی
متربلوکت رادری کہو کون گت ہوئی

—: سو تنکھ ورنن :—

جیون پیہ ورگ لال بہنوت تیہ بدن کمل کے اور
تیون پیہ مکھ سس کی بہٹی تیہ کی نین چکور

—: دوتی برنن :—

کیجی سکھ گھنسیام ہرن آج پون کی رنگ
انکھ چپلا چمکای ہون لیاسے تمہاری انگ

—: نایکا کی استت :—

کسک کسک پوچھت کہا جسک مسک اٹھان
کھسک جاسے گی ٹھسک یہ نیک سسک سن کان

—: بیرہ نویدن :—

کہا کہون واکی دسا جب کہک پولت رات
پیو سنت ہین جیت ہی کہان سنت مرجات

—: بسنت رت برنن :—

کہون لیاوت بکست کسم کہون ڈلاوت پاتی
کہون بچھاوت چاندنی مدہ رت واسی آئی

—: شرد باٹ برنن :—

سرور مانجھ اٹھای ار باگ باگ ہرماسے
مند مند آوت پون راج ہنس کی بہاسے

—: باک برنن :—

کلپ برچھ تین سرس تو باگ درمن کون جان
ساگر نکسو لکھن کون جل جنترن میں آن

گریکھم رت برنن

دہوپ چٹک کر چپٹک ار پھانسی پون چلائے
ارتت دوپہر بیچ تیہ پہہ گریکھم ٹھک آئے

—: پچھ :—

چھٹت ملی تل نیر جل ول سیج چہت تین آئی
شرکہ ندانگہ اہیت کون چلیو بہان پین دہائی

—: جل کیل :—

ہر چھینٹت پون تین کر لہہ جل کیل انند
سنون کمل پہون اورتین مکتن جہورت چند

—: پاوس رت برنن :—

پاوس بیں سر لوک تین جگت اوبک سکھ جان
اندر بدھو جا بیں سدا چھٹت بھرت ہین آن

—: پنچھ :—

جہول جہول تیہ سکھت ہیں گنگن چڑہی کی ریت
آج کالہ ہین آئی ہین سر نارن کون جیت

سرد رت برنن

چند بدن چمکائی ار کھنجن درگ پہر کاے
سکل دہرا کون چہلت یہ سرد اپچھرا آے

—: ہیمنت رت برنن :—

ہیمنت سیت کی ورل تین سکت نہ اوپر جائی
مدہو اگنی کون پاسکے کی دہوم دہوم بین چہائی

—: سسرات برنن :—

پرگت کہیت یا سسر مین روکہہ روکہہ کی بات
بچھرن کون چت ہون دہرین سوکہہ جات ہی گات

—: لیلا ہاؤ :—

سیام بھیکھ سج کی گئی راوہی درپن دہام
بھولیو بھیکھہ جگت بھئی جت دیکہی تب سیام

—: بلاس ہاؤ :—

درگن جور انٹھلاسے اربھوہین کر بلسای
کامن پیہ ہیہ گود مین مود بہرت سے جای

—: للت ہاؤ :—

سکل بہوکھنن کون جدپ توچہب رہی سنگار
پی کنٹھ بدھ انھ بہارئی پیہ ہین جیہی نار

—: بچھت ہاؤ :—

سیام لال ان تلک تو یہ رنگ کینون مال
سوتن کو رنگ سیام دئی رنگیو سیام کو لال

—: بیوگ ہاؤ :—

بات ہوئی سو دور تین دیکھی موہ سنائی
کاری ہاتن جن گہو لال جونری آئی

—: کلکنچت ہاؤ :—

شوسر کی سس ہین شوانک نج چھانہہ بھرمائی
ڈری جہکی روئی پھر ہنسی آپ کون پائی

—: بجھرم ہاؤ: —

بیندی ارن کپول دی لال وٹھونان بھال
ایصہ بدھ کنٹھ من ہرن یہہ چلی نو بلی بال

—: بودہک ہاؤ: —

مانگ بیچ دہر آنگری ڈہانپ نیل پت بہال
اروہ نساسس چھپت پیہ سین بتای بال

—: مدہ ہاؤ: —

روپ گرب جوبن گرب مدن گرب کی جور
بال ورگن مین مدبھرہن آوت چلین ہلور

—: سوبھا اداہرن: —

ایک سکہین کرلی چہرین ہنست چکورن دہای
ایک بہنور کی پھیر کون مارت چنور ڈلای

—: کانت اداہرن: —

مکہ بملتا لہہ کہئی کمل مرد لتا باس
تو نوانن کی ملن کی سبرن راکھئی آس

دیپت اداہرن

چند جہان بدہ مکہہ رچی تن چپلا سو ٹھان
تا پر اوسب دہری کہری تو تور پوجی آن

دہیرت اداہرن

دیپ تہارنی نیہ کو برت رہت ہیہہ ماتھہ
بات چہون دس کی سہی بجھت کیسہون ناتھہ

:- آٹھ ساتوک بھاو :-

پیہ تک تھک اوہ برہن کہہ پلک سو یتین جھاے
ھوئے ببرن کنپت گری تیہ انسوا وصھرا ے

:- سنگار رس اداہرن :-

موہن مورت لال کی کامن دیکھ سو بھای
ریجھ چھکی موہی جکی تھکی رہی ٹھک لای

سنجوگ سنگار اداہرن

لی رت سکھ پریت جیون رچی پیریا اور میت
راو نو پرن ہین بھی ایک رسنان کی جیت

:- اتھ پوگ مد وستر ناسراگ :-

جاہ بات سن کے بھی تن من کی گت آن
تاکہہ دکھائین کامنی کیون رہہین سو پران

:- پوربا نراگ ہین درشتا نراگ :-

ہین ٹھکیا ماتھہ ستھ دیٹھہ رہی کون دار
موہن ماکھن لی گئی دیہہ دہی کون وار

کرمان اداہرن

پیہ ورگ ارن جتی بہی بہہ تیہ مکھ گت آئی
کمل ارنیا لکھ سنون سس دت گھٹی بنائی

:- دان اپائی :-

باٹھی ہین نج کون کنہ لال مالتی پھول
جھٹھہ لہ نو پیہ کمل تین کڑھی مان ال تول

کہنڈیتا پائی

روس اگن کی آنچ تین تون جن جاری ناہہ
تنضہ ترور دہیت نہین رہیت جا کی چھانہہ

—: پرسنگ بدھیس اپائی :—

کہت پیان جورین کون چھوٹ ہین کر مان
تی سب چکتی ہو نضہ کی انگلی جنہم نردان

—: پہپ پاس بہوگ :—

سو امناون کون گئی برہن پہپ منگائے
پرست پہپ پشم ہی تب شیو دی چڑہاے

—: کرنا بہوگ :—

سکہ اتی سنگ جنہ تج گئی یہہ ہم رچہا کاج
سو یہان دکہ پاسے کی پہلیو چہپت ہی آج

سندیس

پکڑ بانہہ جن کر دئی برہ سنر کے ساتھ
کہیدری وانٹھر سون ایسی کہیت ہاتھ

—: پاتی :—

بتہا کتہا لکہہ انت کی اپنین اپنین پیہہ
پاتی دے ہین اور سب ہون دہون یہہ جیہ

دیگر نایکا برنن بزبان ریختہ در وزن رباعی بستہ کہ این دو رباعی از ان است

اسکیا

ازبسکہ حیا دوست ہی وہ مایۂ ناز   اس طرح سون ہی اس کے سخن کا انداز

خامے کی زبان سون جیون نکلتے ہین حرف پر کان ملک نہیں پہنچتی آواز

۲- بشر بدہ بنودہا

آئے ہیں اگرچہ خوب ایام شباب پر کچھ اس کا چھٹا ہے اب خوف وحجاب
تدبیر کئی رہی ہے یون نایک پاس جیون آگ مین زور سین دوا کے سیماب

نعت :-

نور اللہ تین اول نور محمد کو پرگٹو سبھہ آئی
پاچھین بھی تہون لوک جہان لگ او سب سرشٹ جو درسٹ دکھائی
آدلیل سوانت کی کئی رسلین جو بات بھی من پائی
تولون نہ پادی الہ کون کیہون جو لون محمد میں نہ سمائی

منقبت :-

پر کھو کون نہ جینہو ان من میری ایک چھن بید او پران کو کیو نہ چیت چاوری
تج دوار ایس کو نو ایو سیس مانس کو پیٹ ہی کی کاج سب لاج کھوے باوری
ایسو ہی ندان جاہ آج لو نہ آیو گیان کیہوں نہ تجھی اجان اپنو سہاوری
بھریو اپراد ھ تبو ڈرت نہ تل آدھ شاہ مردان جو بھروسی ایک راوری

بشر بدھ بنودہا مکدہا کبت

اُوچک ہین آئی بال نیین نہار لال بیٹھ گئی ننخہ کال آپ کون چھپائے کے
چنچل چتون چت چبھین ہر رسلین کون کرکری کیل بھون مرجھائے کے
تاہی سی پیہ پاس آڈا ڈو سکھین کے آون تیہ کی رہی ہی چھب جھائے کے
بادھک جیون چوٹ کے ورت پھر اوٹ اوٹ مرگ لوٹ پوٹ بھئین کھوج لیت جاگے

:- ترنائی اگم ریت برنیو کبت :-

آوت بسنت ترنائی تر ترنی کے پات گات ارنائی دورت ہینت ہے

بکست سمن من پیہل اروج ہوت بھونت بھنور چنت نرا کہے رس پریت سہے
گھور و گنبھ بھاس باس انگ کے سباس پرم پرکاش کرلیت پران چیت ہے
رت بیں گئی تین نہ بھاوین رسلین دو او جوبن کی ریت سوئی جوبن کی ریت ہے

:- مدھیا دھیرا ادھیرا کبت :-

رات کون بنی جیون پرات آئی رسلین تنہ کال بولی بال سکچات لکھ پیاری کون
نین سنکھ مل دیو سہو تو دیکھی سکھ کوک سم ٹار رین برہ ہماری کون
تب ان کینہیں گھات نین میری ہین پررت کیسی کرہیرون تو مکھ اجیاری کون
بام کہیو جانی ہم اندرانی ہتین سواب چندرمان بھئی ہون درگ کنولن تہاری کون

:- رت دوتی متا یومانی کوتا کو کبت :-

بدن ہی چند نہان راہ بار دیکھت نین مرگ پلواد ہر تہان آہی
ناسا کیر ڈھاک رسلین دانت داڑ ہین ہین مور کو یو روم راجی پنکی سراہی
کٹ سنگھ گج گت ہی تین بیکھی باتین یہ بات آن ہئین او گاہی
اپنی سب ستر توء تن آن متر بھئی تو کون نج متر سنگ ستر تا نہ چاہی

:- سانت رس کبت :-

تیری منورتھ کون ہوت ہی ہین لوک تو نہین ہوئی اکاس کہی نکہت اُدوت ہے
تو نہین چارو تتو سیل ترپس پچھی ہوت تو نہین ہوئی میگھ پوجی کوت او اکوت ہے
تو نہین بن ناری بھرتا کی رس سلین ہوت تو نہین ہوئی کے ستر لیت اپن نین بوت ہے
جاگ پرین جھونٹھو جیون سپن لوک ہوت تیون ہین آتما بچاری لوک جاگت کو ہوت ہے

:- نرت برنن کبت :-

بسن بنا ہی لٹ آنن پی لٹکاسے کاجر لگائے چکھ پان مکھ کھائے کے
تال جھنکائے بین مردنگ ملائے نتکار کون بلائے سب سنگت رچائے کے

ہاتھن اُٹھائی گٹ گریون لچکائے دو او بھونین نچائے ات نین مٹکائے کے
بینو رہ بجائے جب بہائے سون دہرت پائی لاگت ہی گت آئی تیری پگ دہائے کے

(۶) سیّد برکت اللہ قدس سرہ

اسم سامی در فصل فقرا و شعرا شیرازۂ جمعیت این اجزا است
گاہی میل بہ شعر ہندی می نمود۔ و معانی عرفان را بہ زبان ہند ادا می فرمود۔
"پیم پرکاس" نام رسالۂ دارد مشتمل بر دوہا و کبت و بشنپد و دہرپد وغیرہ کہ در مردم دائر
است پیمی تخلص می کرد قدری از اشعارش ثبت می شود ؎

چکھ جوگی کنٹھا گرین ارن سیام اور سیت
آنسو بوند سمرن لیئین درسن بھچھا ہیت
پیمی ہندو ترک مین ہر رنگ رہو سمائے
دیول اور مسیت مون دیپ ایک ہین بہائے
انٹیاتن کی اٹپٹی من ٹہوا بھیو مور
سور جہاوے کرگیان سون ہنی پیم کی دور
من پنچھی تن پنجرا پانپ بھرو امول
پیارو پورو کر دیو توہیں توہیں نت بول
تم دیپک ہم ہین پتنگ اجگت کہے سنائی
بن دیکھین نہین رہ سکون دیکھین رہو نجائی
ہون چکئی وا سندھ کی جہان نہ سورج چند
رات دیوس نہین ہوت ہی تان دکھ نا نہہ انند
من پارا تن کی کہری دہیان گیان رس ہوی

برنبھ اگن سون پھونک دی نرمل کندن ہوی
جہان پیت تہان برہ ہے جہان سکھ دُکھ کر دیکھ
جہان پھول تہان کانٹ ہی جہان درب تہان سیکھ
جم جن پورا ہوئے تون دورت گھیرت آن
ہم تو تب ہین دی چوگی پران ناتھ کو پران
ہم کسان ہت کھیت کے بووین دھیان کے دہان
لونین گیان کے ہاتھ سون ہووی درس کھلہان
نئی ریت یا بیت کی پھلین سب سکھ دیھ
پاچھین دُکھ کے جیل مون داڑ کری تن کیھ
من بیندہ ہو واکیس مون ڈھونڈ ہو کیئو بار
بھولو کاری رین کو تا کو کہا بچارہ
ہت کینون سکھ جان کے پڑی دُکھن کی بھیر
کیا کیجی من ہوی گئی کڑوا کڈ ہتین پھیر
یُوْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کون آنکھ موند من پیل
سیکھو گرسون یہ جگت آنکھ مچونون کھیل
سیاہم ہو سانچ سون سر نہر آدمی کوی
پرم جوت تا بدن پر جگمگ جگمگ ہوی
تو نہین تو نہین جو چھوٹے ہو نہیں ہوے
جہار بچھادی کامری رہی اکیلا سوے
رکت پان پکوان تن ہیو رسوئین سار
بیٹھی برہار ادری سدا کرت جیو نار

میاموہ من مین بہری پیم پنتھ کون جائے
چلی بلائی جج کون تو سی چوہے کھائے
اودوہ گیئ آئی نہ ہر کرپو نہ ہر چیت چاؤ
برہا توہ انند ہی موہل ڈھول بجاؤ

(۷) میر عبدالواحد ذوقی بلگرامی

سابق در فصل اول بیان نمودہ شد کہ او را رسالہ ایست مسمی بہ "شکرستان خیال" در وصف انواع شیرینی درین رسالہ طوطی ناطقہ اش طرفہ شکر ریزی کردہ و اشعار ہندی را بہ زبان شیرین ادا نمودہ۔ از انجاست ؎

برنون واحد کون بدہ کٹن کی دت جوت
رین اماوس جاہ لکھ پورن مانسی ہوت
کئی بار پھر پھر کے رسنان پھر پھر کہات
پھر پھرنے کی لگت ہی پھر پھرنے کی بات

—: کبت :—

میٹھی ہی نپٹ ہی بسھاہی بہای نینن کی جاکی رس چاکھی کو سبھی للچات ہین
پھیکی او بھیسی سب کہای کے کہاکہون ہیرا کی سی جوت دیکھی پھولے نہ سمات ہین
کھانڈ کی کھیلی مدہ ات ہین پھوٹت ہنس رسنان کی پیاری ہی ادھٹن بلات ہین
ایسی سکار ہین ہی ادلی بارون کالپی کی دیٹھ کی لکھین دیکھو ٹوٹی نہ جات ہین

(۸) محمد عارف بلگرامی سلمہ اللہ تعالیٰ

جوان قابل صاحب فضائل است۔ ترجمۂ او در فصل اول گذشت شعر

ہندی خوب مے گوید۔ و مضامین دلنشین مے آرد۔ برخے از ان درین جریدہ درج می شود۔

از سکھ مکھ دوہا

—: منگلا چرن :—

بال بال کے بال کو بیوری بھید نہ پای
سکھ نکھ تین بالن ہین کنگی لون نہ سمای

—: بینی برنن :—

سمہ ہیو متھ مین من لئی جگ کرت انیت
بینی تیری سیس مدہ کرت کو بینی ریت

—: مانگ برنن :—

پچھیو ہیتو کے نان پچھیو اندا بد بہچہ سوے
مانگ بھیکھ جھلکت سوہیہ راکھی کلا جو کوے

—: انگ سدی جت :—

لال بیندلی جت الک لکھ آوت اپمان
پہن ست انگ بینگ کے من دہو کہین لپٹان

—: نتر برنن :—

لکھ چکھ پین بہر بہا دام مانون لیکھک مین
چکھ پد دیرکھ کرت ہت لک دبھی ہی این

—: اکھ :—

کہنچ تھکی لکھ چیلتا کو رنگ چکی لکھ رنگ

مین جکی درگ پین لکھ چھب لکھ چھکی ترنگ

-: الحہ :-

بس پھیلت انکی لکھت من پاوت نہیں چین
کن پرکاش نج گن کرین برچھک راس توئین

-: کرن برنن :-

گنیا کیون کہہ سکت تیہ سمتا سیت پرکاس
جا کانن پت کی کرت مکت ناک پئین باس

-: ناسا برنن :-

اچبت ہے ایکئی کمل ایک نال مین آئے
او بھت ناسا نال چت چکھ بب کمل لکھائے

-: نتھ برنن :-

تیہ نتھ کی جھولن نرکھہ لیہی من یون پای
مکتن ڈاریو ناک مین سنگ ہنڈورا آی

-: کرن مکت برنن :-

مکت بہی جدپ نوئ ناک باس نو آس
کانن کانن مین اجون تب ہت کرت نواس

-: لالری برنن :-

نتھ موتن نج لالری راجت ہی ایٹھہ مود
مکت رہت منون ناک پراند بدہو گھ گود

-: ادھر برنن :-

ادھرامی دہرہیت کنھہ بال سدہا دہرہال

سینچو اوٹھن ناس مگ ادھر گاڈ مرنال

—:مسا برنن:—

لسا مسات رس مسا بسا کپولن سو بھ

دھنسا الی ال کمل مین پھنسا سو ربھ کی لوبھ

—:دسن برنن:—

لکھیت کچھو اتپات سوالی دسن ہی ناتھ

بھان اودی ہون دیکھیئی نکھت بال بدہ ماتھ

—:دس برنن:—

دسن مکت کی ہوت ہی جہان ہنسن درسائی

بیج کہری دب جات ہی پھول جھری بجھ جائی

—:مکھ جوت برنن:—

انگ نہ انگ مینگ کی او مرگ انکھو ناتھ

توٗ مکھ وت لکھ رسن جر دیو راک ہمیہ ماتھ

—:مکھ جوت برنن:—

مکھ دیپ وا بدن کی اپمان ہین سب ہین

جا مکھ جوتن ہوت ہئی رجنی پت دت چھین

—:مکھ باس برنن:—

ڈگر ڈگر توٗ بگر کی گنجت مدھکر پنج

کینو توٗ مکھ باس نی بھون کنج بن کنج

—:تھوڈہی برنن:—

توٹھوڈہی سوبھا چتیٗ کیون نہ لال للچاہنہ

جنہہ لکھ ٹھوڈہی ہاتھ دئی کہری بال پچھتانہہ

—: کنٹھ برنن :—

ہاریو کوٹ کپوت کو دیکہہ کنٹھ ابھرام
گہنین لون ان بج گرین ڈاریو ٹپکا سیام

—: کنٹھ برنن :—

ہارا دارا کنٹھ لکھ بہیو کنب ات پاپ
اکلنکت نہہ کرت ہین بیدھ پھونک من آپ

—: ریکھا برنن :—

پیکھ ریکھ تؤ کنٹھ کی جیہ کپوت دہر نیکھ
پھانسی پھانسی بج گرین پیت واگہہ بسیکھ

—: کنٹھ سر برنن :—

سنی جھنک سر بیت ہین توسو کنٹھ کی کوک
چاتک ہیہ دؤ ٹوک ہوی جر کہوک بہی موک

—: نار برنن :—

نار نار لکھ کی رہین تارین نار نوای
ہارین سارین ہہر کی ہارین ہاری کھای

—: باہنہ برنن :—

پاس نلت تؤ باہنہ کی پیت اجگت ہیت
جیو لیت وہ کر پرین یہہ پیتم جیہ دیت

کانکھ برنن

کنکھیان لکھ ان باہنہ تر سنکھیان رہین اجیت

شدھا سندھ بب لہرتین پری سندھ کنھہ ہیت

—: پہنچا برنن :—

کوٹ او پاین سون الی بلی کرین بدھ ساتھ
پئ پہنچن واکی ہنین پہنچت اپمان ہاتھ

—: پورین برنن :—

بہاوت چت آوت ہین لکھ انگرین چھب این
پورن پورن رس کیو منون گانٹھ دی مین

—: روما دل برنن :—

مانگ انک جو سیاماتا مٹی الی تون دیکھ
اُور آن سو پرگھٹی روما دل کی بھیکھ

—: روما دل برنن :—

روما دل نہہ جان تون لکھ پیپر سکھی رنگ
گج شوتج منوتک چلیو نابھی ببر بہونگ

—: کچ اگر سیاماتا برنن :—

لست یام کچ ستبھ پر نہیں سیاماتا رنگ
رہیو منو بہو کون وہی سر چڑھ رہیو کلنگ

—: ارج سندھ برنن :—

الی کھلی بدھ جان تون ارجن سندھ انوپ
ادبھراتی کی چرن ہستنا راہ مانہہ کی کوپ

—: نابھہ برنن :—

نابھہ بھنور تون دیکھی روپ سندھ تو گات

سکھیان کیجیئی کون سراپان بوڈی جات

—: کٹ برنن :—

ای ری تیری لنک تین الکھ روپ سرسات
جاتین سب پرکاس ہی وہی نہین ورسات

—: الحہ :—

کٹ اڈیٹھ کون ایٹھ لون بہیو نیٹھ بدھ سنگ
پرگٹ بہیو ہی بھیکھ دہر جگ امیک کوانگ

—: کام بھون برنن :—

تیری نابھ تر کوالی برنن کرت سکات
بدہ نج ہیہ سکچت جہان اوپمان جات لجات

—: چرن برنن :—

امل کمل واچرن کی لہئی نہ سمتا این
جاپر بہنورن سون سدا بہرمت ہین جگ نین

—: ایڈی برنن :—

تو ایڈن سکھیان کی ہین اپمان سب ہین
موڑہ بوڈھ جا برن ہری اندبدھو پدلین

—: گات برنن :—

اپمان کو او لاگت نہین واتن اوپ انوپ
جات روپ سی گات لکھ جات روپ کو روپ

—: چھبت برنن :—

چھب جہلکت منہ جہلکت تین من لاگت اپمان

ہوت اودئی سس کی منون سمدسلل اولنھان

:-سکمارنتابرنن:-

کیون وہ بھوکھن کنک کی سجئی انک سکمار
نیٹھ نیٹھ نگ ڈگ دہرت نار مہاورہ بہار

:-سوبھابرنن:-

بن جیورجیہ برہری تاتین بدھ بچار
ستواری ہتیارلون راکھی بہوکن ٹار

:-سکھ نکھ پورنتا:-

پرتھم پنچیوسکھ نکھ برن عارف نپٹ اجان
بدہ جن جان سدھاریو چھمیو بدھ ندان

ازسکھ نکھ کبت

:-جورابرنن:-

کیدہون بدہ بیدہ بدہان چھند بند کریا نہ ہیو گانٹھ سوہت اسیت ہے
کیدہون رس میچک کی للت نوین لٹا سندر ادار پہل تا کو چھب دینت ہے
کیدہون کام نٹ کہری کندن جہری بین دہری نلین کوئی دان پرانن کولیت ہے
کیدہون ہم سان بین بدن بیٹھو آسن کئی کیدہون تیہ تیرو جوروتیہ کو نکیت ہے

:-بینی برنن:-

کیدہون رتن سان ہین کے سکھاپی سوہی دہار ترن نتؤ جاے ادہک سکھ دینی ہے
کیدہون مین کیتن نکیت کے نسیبنی سوہی کیدہون نب رسنا کے سچھم سنینی ہے
کیدہون کل پدرم کے للت لتا کے پرت سندرسدہ لیں سوہی الی ال سینی ہے

سکھان سو بکھ آدرس کی سہاونی ہی کیدہوں منوہنی کی موہنی سی بینی ہے

:نتر برنن:

کیدہوں مین کیتن کی سرکی ہین ادھی ہین کیدہوں بنچ سرجو کی سرادوات ہین
کیدہوں پرپھلت ارن سرسج تا مین نیل کنج راکھی تا کی سوبھا سرسات ہین
کیدہوں جوری بھوری کل کھنجن کی رنجن ہی رسک ملند کیدہوں دنپت کہات ہین
بنٹ نویلی ال بیلی ہیم بیلی کیدہوں تیری سیجھہ اچھہ میری پچھہن سہات ہین

:مکھہ برنن:

باسرن ہو اپتو اوت امل جوت واکو نس ہی مین اولوکی لوک لوک ہے
بہان مدمان یاکے مہان سمان مان ہین دن واکون دن پروبہہ سوک ہے
پورن پرکاس سد اسدھا کو نو اس دیکھورہت دوکہت جاتین نت سوت کوک ہے
یاکون نرکلنکت کلنکت لکھیو ہی داکون نیر دیکھ چند بال چند سم کوک ہے

:ناسا برنن:

سکھان اکھنڈ سک تنڈن کی کھنڈن ہی منڈن مکھہ منڈل کپ ابھلاکھی ہے
تل کو سمن تاہو تول تن پادئی نہین تو مین کیتن کی چھبین بدہ بہاکھی ہے
سکھان امل مہا کومل نوین ات روپ سرسر سج کلی کی سب تاکھی ہے
راجیو بنج نیہ تین بدہا تا تیہ مکھہ دیپ تا کی دت ہیت ناسا بانی سم راکھی ہے

اروج برکا برنن

کاللہ بکے کول کیدہوں کام کیل کلاکر کوک دوی اسوک چت کھت بسیری ہین
جوبن تتنک ماہتو مد کی ترنگ تنک ناکی کل کیندہ کنج بھیکھ جک تیری ہین
کیدہوں کاہو سدہ ہیکی سادھنان تین ہیم تا سوپھل بھی ہنی تاکون بکھ کب چتیری ہین
کاکا سروج ہین منوج مانسر ہیکی کیدہوں جب جوج سی اروج تیہ تیری ہین

راام راجی برنن

کید ہون منمتھ کیا نے من بس کر بیکون جلدل پان پر منتر پانت ساجی ہے
کید ہون پیہ منگکے منورتھ نین کج ڈاری کمند کاری ات چھب چھاجی ہے
درپن اور بین کی نیب کوری کو جاتین نیک کمار چھب کوٹ کٹ لاجی ہے
کری پیہ راجی دیت سو تن کو باجی یہ تیری روم راجی بدھ ایسی سبھ ساجی ہے

جان برنن

کری ہوئی ارہین کرسانکر کری ہی دیکھے نپت اچنبھا بھری رنبھاگت چھاجی ہے
سندر سرت دنت سو بہونت راجت ہی رچنا ر چرچ کرن براجی ہے
ات ہین سروپ ڈہاری روپ ہیکی سانچی مانون کاریگر ٹین اچھی مورت سماجی ہے
سکھان ترلوک کی سکیل سوچ سوچ ات میری جان بدہ جان جان نیہ ساجی ہے

نو پر برنن

روپ کو کید اسم سندر اجرتا مین ترل کنک کبہی لتا در سات ہے
کید ہون چھری کھری کلد ہوت کی نور ہی جاکے چھب مرچن کی چھتا چھہرا ہے
نوپر نوبین نیلین کی نگن جیتیو تا کو کر دیٹھ انیتھ ایمان سہات ہے
بہونرن کی پانت تا مرس کے سمن پر سکھان سموہ لہہ سکھہ سون اگھات ہے

پد برنن

پدم نہار ہار پنک پد کار بیٹھو باسر سرن داکون ہوت دن کر ہے
سانجھ مرجھائے جھوم جھکت ہی سوچ سوچ تلچ بہات کری پھیر سر پر ہے
کومل امل جہاں ات ہین سرنگ لکھ ایمان بھکت بھی کری کاہ سر ہے
ایری پرت بنب تیری بدھ بکو جیہ جان لینہی ہی کمل اجون رمان نج کر ہے

اَلحمدُ لِلّٰہِ وَ المِنّۃ کہ خامۂ خوشخرام بہ منتہای این قلمرو رسید۔ وسپاسے کہ

آغاز کردہ بود بہ انجام رسانید۔ و بہ اقتضای ترتیبی کہ درین تالیف اختیار افتادہ ختم کتاب بر نظم ہندی دست بہم دادہ۔ چہ مطابقہ بعض الفاظ ہندی جزو فرقان عظیم است و جواہر سلک کلام قدیم۔

شیخ[1] جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالٰی در تفسیر "در منثور" می گوید۔ تحت قولہ تعالی "طُوْبٰی لَھُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ" اخرج ابن جریر و ابو الشیخ عن سعید بن مسجوح قال طوبی اسم الجنۃ بالھندیۃ"

و نیز[2] شیخ جلال الدین سیوطی رح در تفسیر آیہ کریمہ سندس خضر از شیدلہ صاحب کتاب برہان نقل می کند "السندس رقیق الدیباج بالھندیۃ"

و نیز[3] شیخ جلال الدین سیوطی رح می فرماید "اخرج ابو الشیخ عن جعفر بن محمد عن ابیہ رضی اللہ عنھما فی قولہ تعالی یا ارض ابلعی ماءک اشربی بلغۃ الھند"۔ علماء فصاحت اتفاق دارند کہ این آیہ افصح آیات قرآنی است و ابدع بینات آسمانی۔ وقوع لفظ ہندی در کلام معجز نظام خصوص درین آیہ بلند پایہ از عجائب است۔

ختم این کتاب در سنہ ست و ستین و مائۃ و الف (۱۱۶۶) بوقوع پیوست۔ و خامۂ آرام طلب تاریخ ختم چنین نقش بست لمؤلفہ

حبذا نو نہال موزونے کردہ ام سبز در ریاض سخن
سال اتمام آن خرد پرسید گفت آزاد "نعم ۱۱۶۶ احسن"

چشم از یاران دادرس و عزیزان مسیحا نفس آنکہ اگر گوشۂ چشمی برین متاع حقیر اندازند۔ و باوصف عدم لیاقت منظور نظر التفات سازند مخلص را بہ ارمغان

---

[1] در منثور جلد رابع صفحہ ۵۹ مطبوعہ مصر۔

[2] اتقان صفحہ ۱۷۱ مطبوعہ مصر ۱۲۷۹ھ جلد اول۔

[3] در منثور جلد ثالث صفحہ ۳۳۵۔

دعائے یاد آرند۔ وسبزۂ احسانے برمزار خاکسار وا گذارند۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ نَہَایَاتِ الْاَوَّلِیْنَ۔ وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

تمّت بالخیر

(۱) حصّہ اوّل میں مقدمہ مصنّف ہے۔ جس میں وہ تمام وجوہ و اسباب درج ہیں جنہوں نے جناب رسالت مآب صلعم اور اُن کے اصحاب کو لڑائیوں پر مجبور کیا۔ اس کے ضمن میں مسلمانوں کی ابتدائی تاریخ اور مشرکین عرب کے مظالم کو مفصل بیان کیا ہے جن کی مدافعت کے لئے مسلمان تلوار اٹھانے پر مجبور ہوئے۔ اس کے بعد اشاعت اسلام کے واقعات بیان کئے ہیں۔ اسلام کی تعلیم اور تمدنی اصلاحات پر گہری نظر ڈالی ہے۔ اوامر و نواہی خصوصاً مسئلہ جہاد کے فلسفہ کو سمجھایا ہے۔ اور یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مذہب اسلام اصول انصاف اور قوانین فطرت کے مطابق ہے اس لئے آسانی کے ساتھ لوگوں کے دل نشین اور دنیا میں مروّج ہوا۔ یہ مقدمہ (۱۲۸) صفحات کا ہے۔

(۲) حصّہ دوم۔ مقدمہ کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے۔ جس میں تمام غزوات کے حالات درج ہیں۔ قرآن۔ حدیث۔ فقہ اور تاریخ کے ناقابل تردید حوالوں سے ثابت کر دیا ہے کہ بانی اسلام کی تمام لڑائیاں دفاعی تھیں۔ اشاعت مذہب میں آپ نے کبھی جبر و اکراہ سے کام نہیں لیا۔ اسیرانِ جنگ کے متعلق یورپین مؤرخوں کی افترا پردازیوں کی قلعی کھول دی ہے اور پورے طور پر ثابت کر دیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے اسیرانِ جنگ کے ساتھ ہمیشہ نہایت رحیمانہ و منصفانہ برتاؤ کیا۔

(۳) حصّہ سوم میں تین ضمیمے ہیں پہلے ضمیمہ میں جہد و جہاد کی صرفی۔ لغوی اور فقہی قواعد سے تحقیق کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید میں یہ الفاظ بمعنی جنگ و جدل استعمال نہیں ہوئے۔ دوسرے ضمیمہ میں لونڈی غلام اور حرم بنانے کی تردید کی ہے۔ تیسرے ضمیمہ میں ان آیات قرآن مجید کے حوالے درج ہیں جن میں دفاعی لڑائیوں کا ذکر وارد ہوا ہے۔ ان مباحث کے ذیل میں مصنف علّامہ نے تاریخ۔ تفسیر اور فقہ کے اکثر مسائل حل کئے ہیں مثلاً قبائل عرب کے انساب، مواطن کی تحقیق۔ رجم و رجوم کی لغوی تشریح۔ بنو نضیر، بنو قریظہ اور دوسرے یہودیوں کے قتل کی فرضی داستانیں۔ غزوۂ خندق کے متعلق نعیم بن مسعود کی تقریر پر بحث۔ جنگ بدر کے اسباب۔ تعدد زوجات۔ غلامی۔ تسرّی کے مباحث خاص طور پر پڑھنے کے قابل ہیں۔ ریحانہ۔ ماریہ قبطیہ اور بی بی زینب کے حالات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ غرض کہ یہ کتاب مسئلہ جہاد اور اس کے متعلقات پر اس خوبی سے لکھی گئی ہے جس کی مثال نہیں مل سکتی۔

اس کتاب کے پبلشر مولوی عبداللہ خاں صاحب کے نام سے علم دوست اصحاب بخوبی واقف ہیں جنہوں نے "گلشن ہند" اور "مآثر الکرام" اور "اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام" اور "تحقیق الجہاد" جیسی عالمانہ و مذہبی کتابیں شائع کر کے ملک و قوم کی عظیم الشان علمی خدمت انجام دی ہے۔ خان صاحب موصوف نے اس کتاب "تحقیق الجہاد" کو بصرف زر کثیر شائع کر کے اسلامی لٹریچر میں ایک

قابل قدر اضافہ کیا ہے۔

مولوی غلام الحسنین صاحب پانی پتی کا نام نامی ترجمہ کی خوبی و عمدگی کے لئے ایک قابل اطمینان ضمانت ہے فاضل مترجم نے جا بجا نہایت عمدہ اور قیمتی نوٹ بھی لکھے ہیں اور اس کے بے مثل ہونے کا مزید استحکام اور وثوق یہ ہے کہ یہ ترجمہ عالیجناب شمس العلماء مولانا الطاف حسین صاحب پانی پتی کی نظر سے گذرا اور ان کی اصلاح سے مزین ہوا ہے۔ خود پبلشر یعنی مولوی عبداللہ خاں صاحب نے بھی خاص طور پر نہایت توجہ و اہتمام کے ساتھ اس کی تہذیب و ترتیب کی ہے مصنف مرحوم نے انگریزی میں جو حوالے دئے تھے خان صاحب نے ان کے صفحات بھی بتا دئے ہیں تاکہ تلاش کرنے والے کو آسانی ہو اور خود دوسرے حوالے تلاش کر کے بکثرت اضافہ کر دئے تاکہ مصنف کے بیان کو مزید تقویت و تائید ہو۔ انگریزی میں آیات قرآن کا فقط ترجمہ تھا۔ خان صاحب نے اس اردو ترجمہ میں اصل متن کو جمع کر دیا اور مصنف کا جہاں اصل آیت تلمیح کے مقابل ہے اس کا فصیح و صحیح اردو ترجمہ لکھا ہے۔ انگریزی سے عربی کے اسماء و اعلام کے نقل ہونے میں جس قدر دشواریاں ہیں اس کو صرف علمی مذاق رکھنے والے سمجھ سکتے ہیں۔ خان صاحب نے نہایت قابلیت و محنت کے ساتھ سیکڑوں عربی کتابوں کی مدد سے ان مشکلات کو بھی حل کیا۔ غرض کہ آپ نے اس کتاب کی تصحیح و تحشیہ میں نہایت جانکاہی عرق ریزی اور کمال تحقیق و تدقیق سے کام لیا ہے۔ اور حیرت انگیز یہ ہے کہ یورپ میں جو کام بڑی بڑی جماعتوں کے ہاتھ سے ہوتا ہے وہ انہوں نے تن تنہا انجام دیا جس کے لئے وہ مبارکباد اور شکریہ کے مستحق ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کتب خانہ آصفیہ کا ایسا عظیم الشان بے مثل اور نادر خزانہ کتب اگر موجود نہ ہوتا تو یہ مرحلہ کسی طرح طے ہونا ممکن نہ تھا۔ اب پبلک کو اس لاجواب کتاب کی خریداری کر کے قدر دانی و امداد کرنی چاہیئے تاکہ خان صاحب ممدوح کو دوسرے مفید کتابوں کے شائع کرنے کا آیندہ حوصلہ ہو سکے صرف مولوی چراغ علی صاحب مرحوم کی بے مثل اور قابل قدر (۴۵) چھوٹی اور بڑی مذہبی کتب و رسائل قابل اشاعت موجود ہیں۔ اس کتاب کے شروع میں مولانا مولوی عبدالحق بی۔اے علیگ کا مختصر مگر دلچسپ و مفید مقدمہ شامل ہے۔ اس کے علاوہ اصل کتاب کے (۲۱۲) صفحات ہیں اور نہایت عمدگی سے مطبع رفاہ عام لاہور میں چھپی ہے۔ اس کی قابل قدر خوبیوں کے مقابلہ میں قیمت نہایت کم یعنی فقط (سے) علاوہ محصول ڈاک مقرر ہے اور کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن سے مولوی عبداللہ خاں صاحب کے پتہ سے مل سکتی ہے۔

۵ شوال ۱۳۳۱ ہجری
مطابق ۷ ستمبر ۱۹۱۳ء

شمس اللہ قادری
حیدرآباد دکن